مسنون نکاح

احکام و آداب، زوجین کے حقوق
سسرالی تعلقات اسوۂ نبوی کی روشنی میں

مفتی محمد ابوبکر جابر قاسمی • مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی

شعبۂ نشر و اشاعت
مدرسہ خیر المدارس ٹرسٹ حیدرآباد

خطبۂ نکاح کا پیغام

اسلام سے پہلے زمانۂ جاہلیت میں بھی نکاح سے پہلے خطبے دیئے جاتے تھے؛ لیکن وہ صرف فخر ومباہات اور خاندانی شرافت اور نسبی تفاخر وغیرہ کے بیان پر مشتمل ہوتے تھے؛ لیکن اسلام جس کے یہاں کرامت وشرافت اور عزت وعظمت کا معیار صرف اور صرف تقویٰ وطہارت اور آپسی معاملات وحقوق کی درستگی اور اللہ عزوجل کے سامنے بندگی وعاجزی کا اظہار ہے؛ اس لئے اس نے نکاح کے وقت جو خطبہ سنت قرار دیا وہ اولاً خدا کی توحید اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کے اعتراف اور قرآن کی ان آیات پر مشتمل ہے جو آپسی معاملات کی درستگی اور اس بارے میں خدا سے ڈرنے کی تاکید کرتی ہیں۔

خطبۂ نکاح میں جو آیتیں مقرر کی گئی ہیں اس میں اسی بات کا پیغام دینا مقصود ہے کہ

" يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَنِسَاءً ، وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَ لُوْنَ بِهِ وَالْاَرْحَامَ، اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًاO (۱)

ترجمہ: اے لوگو! اپنے اس پروردگار کی مخالفت کرنے سے ڈرو، جس نے تم کو ایک جاندار (آدم) سے پیدا کیا اور اس جاندار سے اس کا جوڑ (حوا) پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سے مرد وعورتیں پھیلائیں اور تم اس خدا سے ڈرو جس کے نام سے ایک دوسرے سے (اپنے حقوق) کا مطالبہ کرتے ہو، رشتہ داری (کے حقوق ضائع کرنے) سے ڈرو، اللہ تعالیٰ تمہارے (حالات کے) اطلاع رکھتے ہیں۔

اس آیتِ کریمہ میں یہ بتلایا گیا ہے کہ اللہ عزوجل نے اوّلاً حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا، پھر ان کی بائیں پسلی سے حضرت حواء کو وجود بخشا، پھر ان سے سارے مخلوق مرد وعورتیں وجود میں

(۱) النساء : ۱

آئیں، لہذا نسلی، خاندانی، علاقائی اور لسانی تفاخر اسلام میں معتبر نہیں، اللہ عزوجل نے تمہیں خاندانوں اور قبیلوں میں اس واسطے تقسیم کیا ہے کہ تمہاری شناخت ہو سکے، نہ اس وجہ سے کہ تم اونچے خاندان کے ہونے سے اپنی بڑائی و برتری کے زعم میں دوسرے کو حقیر اور کمتر سمجھنے لگو فرمایا: "وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا، اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ" (۱) اللہ تعالیٰ نے تم کو مختلف گروہوں اور مختلف خاندانوں میں بنایا؛ تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو، اللہ کے نزدیک تم میں سب سے بڑا اشریف وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو۔ یعنی چھوٹا، بڑا، معزز و حقیر ہونا، ذات پات اور خاندان ونسب سے تعلق نہیں رکھتا؛ بلکہ جس قدر جو نیک خصلت، مؤدب، پرہیز گار ہو، وہ اسی قدر اللہ کے یہاں معزز و مکرم ہے، حقیقت تو یہ ہے کہ سارے آدمی ایک مرد و عورت یعنی آدم علیہ السلام وحوا کی اولاد ہیں، اور وہ مٹی سے پیدا کئے گئے، تو ہماری ابتداء بھی مٹی ہے اور انتہا بھی مٹی ہے، شیخ، سید، پٹھان، صدیقی، فاروقی، عثمانی، انصاری سب آدم علیہ السلام وحوا پر ہی ختم ہوتے ہیں، یہ ذات پات اور خاندان اللہ عزوجل نے محض تعارف اور شناخت کیلئے مقرر کئے ہیں۔

اور فرمایا کہ جس اللہ عزوجل کا واسطہ دے کر تم دوسروں سے اپنے حقوق کا مطالبہ کرتے ہو اور کہتے ہو کہ "بھائی اللہ کے واسطے میرا حق مجھے دے دو" اس طرح اسے اللہ عزوجل سے ڈراتے ہو، پہلے تو تمہیں اس کے ڈرانے سے پہلے اللہ عزوجل سے ڈرنا اور اس کو احکام کی تابعداری کرنی چاہئے، پھر اخیر میں فرمایا کہ قرابت اور رشتہ داری کو توڑنے سے بھی ڈرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ شادی کی رنگ رنگلیوں، اور بیوی کی چاہت میں ماں باپ اور دیگر رشتہ داروں کے حقوق بھول نہ جاؤ، خصوصاً عورت اور دلہن کو یہ تاکید کی گئی ہے کہ تمہارا شوہر کے گھر کی چوکھٹ پر قدم رکھنا، رشتہ داری کے حقوق کی برقراری کا ذریعہ ہونا چاہئے، ایسا نہیں ہے کہ تم شوہر کو اپنی اداؤں سے اسے ماں باپ اور بھائی اور بہنوں سے قطع تعلق کرنے پر مجبور کر دو، گھر کے اندر پھوٹ اور ٹوٹ کا کام شروع کر دو۔

---

(۱) حجرات: ۱۳

”یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ“ (۱) اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے (ایسا) ڈرو (جیسا) ڈرنے کا حق ہے اور بجز اسلام کے اور کسی حالت پر جان نہ دینا (یعنی کامل اسلام اور تقوی پر موت تک قائم رہنا)۔

عجیب بات یہ ہے کہ موقع ہے خوشی کا اور موت جیسی نا قابلِ انکار حقیقت، طئے شدہ منزل یاددلائی جارہی ہے؛ کیونکہ عموماً یہ جذبہ آدمی کو بہت سارے خرافات میں ڈال دیتا ہے کہ نکاح زندگی میں ایک ہی مرتبہ ہوتا ہے؛ اس لئے سارے ارمان اور جائز ونا جائز خواہشات اور دل کے سارے چونچلے پورے کرلئے جائیں، خطبہ نکاح کے اس حصے نے فریقین کو اس پہلو کی طرف متوجہ کیا کہ شادی کی خوشیاں تمہیں اپنی قبر وآخرت اور عنداللہ جواب دہی کے احساس اور روزِ محشر کی پیشی کو نہ بھلادیں؛ اس لئے ساری زندگی موت کے آنے سے پہلے ہی تقویٰ اور اللہ کے ڈر اور خوف کے ساتھ گذاری جائے، کسی بھی حالت میں تمہارے قدم اسلام کی راہ میں ڈگمگانے نہ پائیں، آخرت کی تیاری کا موقعہ اور موت بھی ایک ہی مرتبہ آتی ہے۔

یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا یُصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ وَیَغْفِرْلَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ ، وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا (۲) اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور سچی بات کہو، اللہ عزوجل تمہارے اعمال کو قبول کرے گا، اور تمہارے گناہ معاف کردے گا، جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا وہ بڑی کامیابی کو پہنچے گا۔

آدمی گھر سے باہر کی زندگی میں تو زبان کے استعمال میں کچھ قابو کرلیتا ہے؛ لیکن میاں بیوی کے درمیان گھر میں زبان کے استعمال میں بے قابو ہوجاتا ہے، جس سے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں، طلاق وتفریق کے واقعات پیش آتے ہیں، کتنی ہی بدصورت عورتیں اپنی شیریں گفتگو سے زندگی کو گل وگلزار بنادیتی ہیں اور شوہر کو اپنا اسیر بنائے رہتی ہیں، اس کے بالمقابل کتنی ہی خوبصورت بیویاں اپنی بدزبانی سے شوہروں کو ناراض کردیتی ہیں، زبان کی یہ ذراسی

(۱) ال عمران: ۱۰۲ (۲) الاحزاب : ۷۱

لغزش اچھے اچھے خاندانوں کے درمیان ٹوٹ پھوٹ کا ذریعہ بن جاتی ہے، زبان کی ان ہی نزاکتوں کے پیشِ نظر خصوصاً نکاح کے موقع سے میاں بیوی کو یہ تاکید کی گئی کہ بھلی اور اچھی بات کو اختیار کریں، زبان کو قابو میں رکھیں۔

اور قابلِ غور بات یہ ہے کہ ان تینوں آیات میں مشترکہ طور پر رشتہ داروں کو تقویٰ کا حکم دیا گیا ہے اور تقویٰ کی حقیقت مختصراً یہ ہے کہ آدمی کانٹوں والے راستے سے گذرتا ہے تو جس ضبط و احتیاط کے ساتھ چلتا ہے ویسے ہی اپنی ساری زندگی گذارنے والا بن جائے، ساری شریعت نام ہے ''حقوق'' اور ''حدود'' کا، جیسے چھوٹی سی سڑک پر ہزاروں گاڑیوں کا چلنا اس لئے آسان ہو گیا کہ ہر گاڑی اپنے حق کو استعمال کرتے ہوئے اپنے حد میں چلتی ہے، ایسے ہی اگر کوئی بڑی سی سڑک ہو؛ لیکن وہ بائیں جانب چلنے کے بجائے اپنی حد سے نکل کر دائیں جانب چلنے لگ جائے یا قانون کی متعینہ رفتار سے طئے شدہ ٹرک سے نکل جائے تو بڑی سی بڑی سڑک پر دو گاڑیوں کا چلنا مشکل ہو جائے گا، اگر آدمی ماں کا حق ادا کرنے میں حد سے نکل جائے تو بیوی پر ظلم ہوگا، یا بیوی کے حق ادا کرنے میں اور اس کے ساتھ برتاؤ وسلوک میں کچھ بھی جھکاؤ بڑھ جائے تو خاندانی نظام درہم برہم ہو جائے گا۔

ان بے جان گاڑیوں و بے روح پرزوں کی یہ حالت ہوتی ہے کہ کسی پہیّے بنانے والے کے بتائے ہوئے مقدار سے ہوا کم زیادہ ہو جائے تو گاڑی ہچکولے کھانے لگ جاتی ہے، پھر انسانی رشتے تو غیر معمولی حساس اور نازک ہوتے ہیں، کسی رشتہ میں گرم جوشی اور استقبال ہوتا ہے، اگر ویسا ہی سلوک دوسری طرف نہ ہو تو اس کی وجہ سے بھی خاندانی گاڑیاں ہچکولے کھانے لگتی ہیں۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے خطبۂ نکاح یوں منقول ہے: الحمد لله نستعينه ونستغفره ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن يهد الله فلا مضّل له ومن يضلله فلا هادى له وأشهدا أن لا اله الّا الله وأشهد أنّ محمدًا عبده و رسوله '' پھر اس کے بعد مذکورہ بالا تین آیتیں پڑھنے کا ذکر ہے۔(۱)

(۱) سنن النسائی الکبری: احکام فی الخطبة وشروط النکاح والعرس والبناء حدیث : ۲۲۵۸، محقق شعیب الارنؤط نے مسند احمد کی تعلیق میں اس کو صحیح کہا ہے۔

خطبۂ نکاح ایجاب وقبول سے پڑھنا سنت ہے

خطبہ نکاح کا ایجاب وقبول سے پہلے پڑھنا سنت ہے، اس بارے میں، درمختار اور شامی کی عبارت ہے "یندب اعلانه و تقدیم خطبة" "ما یذکر قبل اجراء العقد من الحمد والتشهد" نکاح کا اعلان کرنا اور خطبہ کو مقدم کرنا مستحب ہے، خطبہ یعنی عقد سے پہلے جو حمد اور کلمات تشہد پڑھے جاتے ہیں اس کو مقدم کرنا ہے۔(۱)

دلہا دلہن کو کس طرح مبارک بادی دی جائے

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ عقیل بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے بنی خثعم کی ایک عورت سے نکاح کیا تو ان سے (مبارکبادی دیتے ہوئے) کہا گیا: "بالرفاه والبنين" (یعنی تمہیں خوش حالی اور اولاد مبارک ہو، یہ زمانۂ جاہلیت میں شادی کے بعد مبارکبادی کے الفاظ تھے) تو انہوں نے کہا: اس طرح کہو جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے " بَارَكَ اللّٰهُ فِيُكُمُ وَبَارَكَ عَلَيُكُمُ " (۲)

بعض روایات میں اس طرح کے الفاظ ہیں " بَـارَكَ اللّٰهُ لَكَ ، وَبَارَكَ عَلَيُكَ، وَجَمَعَ بَيُنَكُمَا فِيُ الُخيرِ" (۳)

(۱) رد المحتار: کتاب النکاح: ۸/۳، دارالفکر، بیروت

(۲) سنن النسائی الکبری: باب کیف یدعیٰ الدعاء للرجل اذا تزوج ، حدیث: ۵۵۶۱، محقق شعیب الارنؤط نے اس کو مرفوعاً صحیح لغیرہ کہا ہے: مسند احمد: حدیث عقیل بن ابی طالب: ۱/۱

(۳) ترمذی: باب ما جاء فیما یقال للمتزوج، حدیث: ۱۰۹۱، امام ترمذی نے اس روایت کو حسن اور صحیح کہا ہے

صحبت کے آداب

شریعت نے انسان کو صنفی عمل کیلئے بھی یوں ہی جانوروں کی طرح بے مہار نہیں چھوڑا کہ جس طرح چاہے اپنے صنفی تعلقات کے ذریعہ لذت وشہوت کی تکمیل میں رہے؛ بلکہ اس موقع سے بہت سے آداب واصول بیان فرمائے ہیں، جو اس صنفی عمل کو بھی عبادت بنادیتے ہیں۔

☆ حجلۂ عروسی میں جانے سے پہلے میاں بیوی دو رکعت نماز پڑھیں۔

حضرت اسید رضی اللہ عنہ کے غلام ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: میں نے غلامی کی حالت میں شادی کی تو میں نے اس موقع سے حضور اکرم ﷺ کے اصحاب کو مدعو کیا جن میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ تھے، انہوں نے مجھے یہ سکھلایا کہ جب تمہارے پاس تمہاری اہلیہ آجائے تو تم دو رکعت نماز پڑھانا پھر اللہ عز وجل سے اس خیر کا مطالبہ کرنا جس کو وہ لے کر آئی ہے اور اس شر سے پناہ چاہنا جو اس میں ہے پھر جو چاہے عمل کرنا " ثمّ شأنك وشأن أهلك ".(۱)

☆ حجلۂ عروسی میں عورت کے ساتھ کوئی عورت ضرور داخل ہو :

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے نکاح فرمایا، میرے پاس میری ماں آئیں اور مجھے گھر میں لے گئیں، وہاں کچھ انصاری عورتیں پہلے سے موجود تھیں انہوں نے کہا: دعا اور برکت کے ساتھ آئیں " فقلن: على الخير والبركة وعلى خير طائر" تم خیر اور بھلائی کے ساتھ آئیں۔(۲)

شوہر کی ماں کا حجلۂ عروسی میں تھوڑی دیر کیلئے جانا اور وہاں اس کے ساتھ تھوڑی دیر تک گفتگو کرنا مفید ہوتا ہے، تاکہ دلہن اس جگہ سے مانوس ہو، اور اس کی وحشت اور خوف جاتا رہے۔

(۱) مصنف ابن ابی شیبه : ما يدعوا به الرجل اذا دخل على أهله ، حديث : ۴۹۷۳۳، البانی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) بخاری : باب الدعاء للنساء اللواتی ، حديث : ۸۴۶۱

☆ بیوی کے پیشانی پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا پڑھے :

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب تم میں کوئی شادی کرے یا کوئی غلام خریدے تو اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھے اور اللہ عز وجل کا نام لے اور برکت کی دعا کرے " اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُكَ مِنْ خَیْرِھَا وَخَیْرِ مَا جُبِلَتْ عَلَیْهِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّھَا وَشَرِّ مَا جُبِلَتْ عَلَیْهِ " (۱)

☆ شوہر کچھ مشروب یا کوئی ہدیہ لے کر جائے :

حضرت اسماء بنت یزید بن السکنؓ کہتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کیلئے عائشہؓ کو خود ہی تیار کیا تھا، پھر حضور اکرم ﷺ کے پاس آ کر آپ ﷺ کو رونمائی کیلئے لے گئی تھی، آپ ﷺ تشریف لائے اور عائشہؓ کے بازو بیٹھ گئے، ایک دودھ کا بڑا پیالہ لایا گیا، اس سے آپ ﷺ نے پیا، پھر اسے آپ ﷺ نے عائشہؓ کو دیا تو جھک گئیں اور شرما گئیں، " فأتی بعسّ لبن فشرب ثم ناولها النبیّ ﷺ فخفضت واستحیت " اسماء کہتی ہیں کہ: میں نے عائشہؓ کو ڈانٹا، اور میں نے اس سے کہا: اس پیالہ کو حضور ﷺ کے ہاتھ سے لے لو، کہتی ہیں: عائشہؓ نے پیالہ لیا اور اس سے پیا، پھر آپ ﷺ نے عائشہؓ سے کہا: اسے اپنی کسی سہیلی کو دے دو، اسماءؓ کہتی ہیں: میں نے کہا: بلکہ آپ خود اُسے لیں اور اس سے پیئیں، اور خود آپ اسے کسی کو دیں، چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔(۲)

اس حدیث سے یہ پتہ چلتا ہے کہ شبِ زفاف میں شوہر بیوی کیلئے دودھ یا کوئی مشروب یا اس کے علاوہ جو چیز بھی اس کے درجہ کی ہو لے کر جائے اور بیوی سے مختلف موضوعات پر گفتگو کرے، تاکہ اس کی حیاء اور اجنبیت میں کچھ کمی واقع ہو۔

---

(۱) ابن ماجه: باب ما یقول الرجل اذا دخلت علیه أهله، حدیث: ۱۹۱۸ ، حاکم کہتے ہیں کہ اس روایت کو عمرو بن شعیب سے ائمہ ثقات نے ذکر کیا ہے، اور یہ حدیث صحیح ہے اور علامہ ذہبیؒ نے ان کی موافقت کی ہے: المستدرك : کتاب النکاح ، حدیث : ۲۷۵۷

(۲) مسند احمد: من حدیث اسماء بنت یزید، حدیث: ۲۷۶۳۲، البانی نے اس کو صحیح کہا ہے۔

☆ جماع سے پہلے ''بسم اللہ'' کہنا مستحب ہے :

چونکہ ارشادِ خداوندی ہے: '' قَدِّمُوا لِاَنفُسِكُم '' (۱) اپنے لئے آگے بھیج دو، حضرت عطاؒ فرماتے ہیں: اس سے مراد جماع اور صحبت سے پہلے ''بسم اللّٰه'' پڑھنا ہے جس کو ایک روایت میں اس دعا کی شکل میں بیان کیا گیا ہے ''بِسمِ اللّٰهِ اللّٰهُمَّ جَنِّبنَا الشَّيطٰنَ وَجَنِّبِ الشَّيطٰنَ مَا رَزَقتَنَا '' (۲) ترجمہ: اللہ کے نام سے، اے اللہ! شیطان سے ہماری حفاظت فرما اور ہماری اولاد کی بھی۔

پھر مزید فرمایا کہ اس وطی سے جو حمل ٹھہرے گا تو اسے شیطان کبھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

☆ جماع سے پہلے ننگے ہو جانا مکروہ ہے :

حضرت عتبہ بن عبید سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں کا کوئی شخص اپنے اہل کے پاس آئے تو پردہ کرے، جانوروں کی طرح برہنہ اور بے لباس نہ ہو جائے ''اذا أتى أحدكم أهله فليستتر ولا يتجرّد تجرّد البعير'' جب تم میں سے کوئی اپنے اہل کے پاس آئے تو گدھے کی طرح ننگا نہ ہو جائے۔ (۳)

صاحبِ ہدایہ فرماتے ہیں : ''الأولى أن لا ينظر كلّ واحدٍ منهما الى عورة صاحبه لقول عليه السّلام ''اذا أتى أحدكم أهله ''الحديث ''لأنّ ذٰلك يورث النسيان '' بہتر یہ ہے کہ مرد و عورت میں کوئی بھی اپنے ساتھی کی شرمگاہ کو نہ دیکھے ایک تو مذکورہ بالا حضور ﷺ کے ارشاد کی وجہ سے، دوسرے یہ کہ دیکھنے کی وجہ سے بھولنے کی بیماری پیدا ہوتی ہے اور بصارت کمزور ہو جاتی ہے۔ (۴)

---

(۱) البقرة : ۲۲۳

(۲) بخاری : باب ما يقول اذا أتى أهله ،حديث : ۶۰۲۵

(۳) ابن ماجه: باب التستر عند الجماع ،حديث ۱۹۲۱ ، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس کو بزار اور طبرانی نے روایت کیا ہے، اس میں مندل بن علی ضعیف ہیں، کہیں کہیں ان کی توثیق بھی کی گئی ہے، بزار کہتے ہیں کہ مندل نے اس کے مرفوع قرار دینے میں غلطی کی ہے، صحیح یہ ہے کہ یہ مرفوع ہے، اور اس کے بقیہ رجال ثقہ ہیں: مجمع الزوائد :باب ما يفعل اذا دخل اهله ، حديث : ۷۵۵۸

(۴) رد المحتار: كتاب الحظر والاباحة، فصل فى النظر والمس، ۲۵۷/۹

☆ میاں بیوی کا ایک دوسرے کے ستر کو دیکھنے اور بوس و کنار کا حکم

خواہش کی کوئی انتہا نہیں اور جانور و انسان کے طریقۂ صحبت میں فرق ہونا چاہیئے؛ اس لئے حیاء کا تقاضا تو یہ ہے کہ ایک دوسرے کی شرمگاہ نہ دیکھی جائے جیسا کہ حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں: "مانظرتُ الی فرج رسول اللّٰہ ﷺ " (۱) میں نے رسول اللہ ﷺ کی شرمگاہ کو نہیں دیکھا۔

حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے حیاء کے واقعات ملاحظہ کیجئے کہ ان کو حیاء داری کا کس قدر پاس و لحاظ تھا کہ انہوں نے خود اپنی شرمگاہ تک دیکھنی گوارہ نہیں کی اور اس میں عار اور شرمندگی محسوس کی، دراصل یہ انسانیت اور اخلاق کا اعلیٰ درجہ ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بہت زیادہ باحیاء ہونے کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ: بعض دفعہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ گھر میں ہوتے اور دروازہ بھی بند ہوتا؛ لیکن پھر بھی غسل کیلئے اپنے کپڑے نہ اتار سکتے اور وہ اتنے حیاء دار اور شرمیلے تھے کہ (غسل کے بعد) جب تک وہ کپڑے سے ستر نہ چھپا لیتے کمر سیدھی نہ کر سکتے "یمنعه الحیاء من أن یقیم صلبه " (۲)

حضرت ابومجلز رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: حضرت ابوموسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: میں تاریک کمرے میں غسل کرتا ہوں تو میں اللہ سے شرم کی وجہ سے جب تک اپنے کپڑے پہن نہ لوں اس وقت تک اپنی کمر سیدھی کر کے کھڑا نہیں ہوسکتا " فما أقیم صلبی حتی اٰخذ ثوبی حیاءً من ربّی "(۳)

حضرت عبادہ بن انسؒ فرماتے ہیں کہ: حضرت ابوموسی رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ لنگی باندھے بغیر پانی میں کھڑے ہیں تو فرمایا: میں مرجاؤں، پھر مجھے زندہ کیا جائے، پھر

---

(۱) ابن ماجة: باب النهی أن یری: حدیث: ٦٢ ، اس کی سند ضعیف ہے، حضرت عائشہ کے مولیٰ کا نام مذکور نہیں ہے۔

(۲) مجمع الزوائد: باب فی حیائه رضی اللہ عنہ، حدیث : ١٤٥٠٧ ،علامہ ہیثمیؒ نے کہا ہے کہ: اس کو احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں۔

(۳) حلیة الأولیاء: ابوموسی الاشعری: ٢٦/١

میں مرجاؤں، پھر مجھے زندہ کیا جائے " ثمّ أموت ثمّ انشر "(۱) یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں ان کی طرح کرو۔

حضرت سعد بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت عمارہ بن عزاب حصیبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے یہ بات بالکل پسند نہیں ہے کہ میری بیوی میرے ستر کو دیکھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیوں؟ انہوں نے کہا: مجھے اس سے شرم آتی ہے اور مجھے برا لگتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بیوی کو تمہارا لباس اور تمہیں اس کا لباس بنایا ہے اور بعض (دفعہ) میرے گھر والے میرا ستر اور میں ان کا ستر دیکھ لیتا ہوں، (شاید اعضاءِ مخصوصہ کے علاوہ) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کر لیتے ہیں، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کون ہو سکتا ہے؟ (جس کا ہر کام میں اتباع کیا جائے ایسے تو آپ ہیں) جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ چلے گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن مظعون بہت زیادہ باحیاء، پاکدامن اور ستر کو چھپا کر رکھنے والے ہیں " انّ ابن مظعون لحیی ستیر " (۲)

بہر حال ان واقعات سے پتہ چلتا ہے اور حیاء کا بھی یہی تقاضا ہے کہ میاں بیوی ایک دوسرے کی شرمگاہ نہ دیکھیں۔ جیسا کہ حضرت عائشہؓ کا ارشاد گذر چکا ہے کہ انہوں کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ستر نہیں دیکھی اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ان کی ستر دیکھی اور جہاں یہ ذکر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا ہے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج نے تو کبھی اس طرح ہوا ہوگا یا کبھی اتفاق سے نظر پڑ گئی ہوگی، یا عورتِ مغلظہ کے علاوہ جسم کے دوسرے حصہ کو دیکھنا مراد ہو۔

اوپر کی روایات جس میں دیکھنے کی ممانعت کی جو وجوہات بیان کی گئیں ہیں: بینائی کا کمزور ہونا، بھول چوک کی بیماری کا پیدا ہونا، یہ اپنی جگہ مسلم ہے؛ البتہ جوازِ نظر کی جہاں تک بات ہے، اس سلسلے میں احسن الفتاوی میں اس فقہی عبارت کے تحت مذکور ہے۔

---

(۱) حلیة الأولیاء: ابوموسیٰ الاشعری: ۱۱۴/۴

(۲) مجمع الزوائد: باب ما جاء فی الجماع والقول عنده والتستر، حدیث: ۷۵۶۱، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس میں یحیٰ بن علاء متروک ہیں۔

امام بابرتی کہتے ہیں کہ: "روی عن ابی یوسفؒ فی الأمالی قال: سألتُ ابا حنیفة عن الرجل یمسّ فرج امرأته أو تمسّ هی فرجه لیتحرّك علیها هل تریٰ بذالك بأسًا؟ قالا: لا، أرجوا أن یعظم الاجر" (۱)

حضرت ابو یوسفؒ سے امالی میں یہ روایت نقل کی گئی ہے فرماتے ہیں کہ: میں نے امام ابوحنیفہؒ اس شخص کے متعلق پوچھا جو اپنی بیوی کی شرمگاہ کو چھوتا ہے یا عورت اپنے شوہر کی شرمگاہ کو چھوتی ہے تاکہ اس میں حرکت پیدا ہو تو کیا آپ اس میں کچھ حرج سمجھتے ہیں تو انہوں نے فرمایا: مجھے امید ہے کہ اس کی وجہ سے اجر میں زیادتی ہو۔

اس میں جواز گرچہ صراحۃً مذکور نہیں مگر قیاساً ظاہر ہے۔(۲)

جہاں بیوی کی شرمگاہ کو بوسہ لینے وغیرہ کی بات ہے تو اس بارے میں احسن الفتاویٰ میں مذکور ہے: "ہاتھ لگانا جائز ہے، بوسہ لینا جائز نہیں: قال فی الهندیة: فی النوازل اذا ادخل الرجل ذکره فی فم امرأته قد قیل یکره، وقد قیل بخلافه، کذافی الذخیرة" (۳) جب مرد اپنے ذکر کو عورت کے منہ میں داخل کرے یوں کہا گیا کہ: یہ مکروہ ہے، اور کہا گیا: اس کے برخلاف (مکروہ نہیں)۔

لیکن میں کہتا ہوں: "مباح والی بات مجہول اور منکر ہے اور یہ قول شرعاً و عقلاً مردود ہے۔" (۴)

فتاوی رحیمیہ میں اس سلسلے میں مذکور ہے:

"بے شک شرمگاہ کا ظاہری حصہ پاک ہے، لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر پاک چیز کو منہ میں لیا جائے، اس کو چوما جائے اور چاٹا جائے، ناک کی رطوبت پاک ہے تو کیا ناک کے اندرونی حصہ کو زبان لگانا، اس کی رطوبت کو منہ میں لینا پسندیدہ چیز (خصلت) ہوسکتی ہے؟ اور اس کی اجازت ہوسکتی ہے؟ "مُقْعَدْ" (پاخانہ کا مقام) کا ظاہری حصہ بھی ناپاک نہیں، پاک ہے تو کیا اس کو چومنے کی اجازت ہوگی؟ نہیں، ہرگز نہیں، اسی طرح عورت کی شرمگاہ کو

(۱) رد المحتار لابن عابدین: ۵۲۷/۹، مکتبة زکریا دیوبند

(۲) احسن الفتاویٰ: ۴۷/۸، زکریا بک ڈپو دیوبند

(۳) فتاوی هندیة: کتاب الکراهة، الباب الثلاثون فی المتفرقات: ۳۷۲/۵، دار الفکر، بیروت

(۴) احسن الفتاویٰ: ۴۵/۸

چومنے اور زبان لگانے کی اجازت نہیں، سخت مکروہ اور گناہ ہے، کتوں، بکروں وغیرہ حیوانات کے مشابہ ہے، اگر شہوت کا غلبہ ہے تو صحبت کر کے ختم کرلے، البتہ عورت فاعل نہیں، مفعول ہے، پس صحبت اس کے اختیار کی بات نہیں ہے؛ اس لئے اگر وہ صحبت کی درخواست کرنے میں شرم محسوس کرے اور شہوت سے مغلوب ہو کر مرد کے عضو کو منہ میں لے تو معذوری ہے؛ لیکن اس کی عادت کرلینا مکروہ ہے۔

غور کیجئے! جس منہ سے پاک کلمہ پڑھا جاتا ہے، قرآن مجید کی تلاوت کی جاتی ہے، درود شریف پڑھا جاتا ہے، اس کو ایسے خسیس کام میں استعمال کرنے کو دل کیسے گوارا کرسکتا ہے، ایک شاعر کہتا ہے :

ہزار بار بشویم دَہن زمشک وگلاب ہنوز نام تو گفتن کمالِ بے ادبی است

ہزار مرتبہ مشک وگلاب سے منہ دھوؤں تب بھی تیرا پاک نام لینا بے ادبی سا ہے۔

غور کرنے کی بات ہے کہ اللہ جلّ جلالہٗ نے انسان کو ماں کے پیٹ میں ناپاک خون کی غذا منہ کے راستہ سے نہیں بلکہ ناف کے ذریعہ سے دیا تا کہ جس منہ سے نامِ خدا لیا جائے وہ رحمِ مادر میں بھی گندا نہ ہو، یہ ساری گفتگو شرمگاہ کے ظاہری حصہ کے بارے میں ہے، اندرونی حصہ اور مادّۂ منویہ تو ناپاک ہے ہی۔

☆ بوقتِ صحبت مکمل پردہ کی حالت ہو، نہ کوئی دیکھ سکے، نہ آواز کا احساس کر سکے اور نہ بوس وکنار کے مرحلے میں کسی کی نگاہ پڑنے پائے۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب بیت الخلاء جاتے تو اپنے سر کو ڈھانکے رہتے اور جب اپنے اہل کے پاس آتے تب بھی سر کو ڈھانکتے اور اسی طرح زوجہ سے نہ ملتے اس حال میں کہ کوئی دیکھ لے یا ان کی آواز کو کوئی محسوس کرلے اور نہ ہی لوگوں کی موجودگی میں بوس وکنار فرماتے " ولا يجامع بحيث يراهما أحد أو يسمع حسّهما ولا يقبّلها ولا يباشرها عند النّاس" (۲)

(۱) فتاوى هندية: كتاب الكراهة، الباب الثلاثون فى المتفرقات: ۳۷۲/۵، دار الفكر، بيروت
(۲) الشرح الكبير لابن قدامه: ۱۴۱/۸

☆ **مجامعت کے وقت عورت سے زیادہ گفتگو بھی نہ کرے :**

قبیصہ بن ذؤیب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورتوں سے مجامعت کے وقت زیادہ گفتگو نہ کرو؛ کیونکہ اس کی وجہ سے جو اولاد ہوتی ہے وہ گونگی ہوتی ہے " لا تکثرو الکلام عند مجامعة النساء ؛ فانّ منه یکون الخرس "(۱)

☆ یہ بھی مستحب ہے کہ جماع سے پہلے دواعیٔ جماع (جماع پر ابھارنے والے اسباب) جیسے بوس وکنار اور ملاعبت وغیرہ کرے؛ تا کہ عورت کی شہوت خوب انگیز (بھڑک جائے) ہو جائے، اور وہ بھی فعلِ جماع سے مرد کے برابر لطف اندوز ہو سکے۔

امام ابوداؤد نے نبیٔ کریم ﷺ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ "حضورِ اکرم ﷺ حضرت عائشہؓ کا بوس وکنار کرتے اور ان کی زبان کو منہ میں لیتے " انّه کان یقبّل عائشة ویمصّ لسانها " (۲)

اور ایک روایت میں ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ نے دواعیٔ جماع کو اختیار کرنے سے پہلے صحبت کی ممانعت فرمائی ہے " نهٰی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم عن المواقعة قبل الملاعبة " (۳)

---

(۱) کنز العمال: الاکمال من محظورات المباشرة، حدیث: ۴۴۹۰۱، مؤسسة الرسالة، بیروت ۱۹۸۹ء) المغنی لابن قدامة: باب آداب الجماع: ۱۳۶/۸، دار الفکر، بیروت، یہ حدیث ضعیف ہے۔

(۲) زاد المعاد: الجماع من اسباب الصحّة، ۲۲۸/۴، مؤسسة الرسالة، مکتبة المنار الاسلامیة، بیروت، الطبعة الرابعة العشرة، ۱۴۰۷ھ، علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ: اس روایت کو ابوداؤد نے ایسی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے جس میں سعد بن اوس اور مصدع ہیں اور ان کے جرح اور توثیق کے بارے میں اختلاف کیا گیا ہے: المجموع: فصل فی مسائل من مذاهب العلماء: ۳۱۸/۶

(۳) کنز العمال: محظورات المباشرة، حدیث: ۴۴۸۸۶، مؤسسة الرسالة بیروت، علامہ حجر کہتے ہیں کہ اس روایت کے ایک راوی خلف بن محمد الخیام ہیں ابویعلی الخلیلی کہتے ہیں کہ یہ بہت زیادہ ضعیف راوی ہیں، اس نے نہایت غیر معروف متون نقل کئے ہیں: لسان المیزان: من اسمه خلاس وخلف: ۴۰۴/۲

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کوئی شخص اپنے اہل سے جماع کرے تو عورت کی بھی رعایت کرے، جب وہ اپنی ضرورت سے فارغ ہو جائے تو جلد بازی نہ کرے، عورت کی بھی ضرورت پوری ہونے دے "فلا یعجلھا حتی تقضی حاجتھا" (۱)

☆ جب منی نکلے تو یہ دعا پڑھے

حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ، ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ: جب کوئی شخص اپنی اہل سے مجامعت کرے اور انزال ہو جائے تو یہ دعا (دِل میں) پڑھے "اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ لِلشَّیْطٰنِ فِیْمَا رَزَقْتَنَا نَصِیْبًا" (۲)

☆ ایسے ہی عورت کی زندگی میں دو مواقع ایسے آتے ہیں جس میں وہ گندگی میں مبتلا رہتی ہے، ایک حیض کا زمانہ ہے یعنی وہ خون جو ہر غیر حاملہ کو تقریباً ہر ماہ آتا ہے، جس کی زیادہ سے زیادہ مدت احناف کے نزدیک دس دن ہے اور کم سے کم تین دن، دوسرا نفاس کا زمانہ کہ جب عورت کی ولادت ہوتی ہے، اس کے بعد مسلسل کئی ہفتے اس کو خون آتا رہتا ہے، اس کی زیادہ مدت چالیس دن اور کم کی کوئی حد متعین نہیں، ان دو حالتوں میں عورتوں سے صحبت سے منع کیا گیا ہے حیض کی حالت میں عورت سے صحبت کے ممنوع ہونے پر یہ آیت دلالت کرتی ہے: " فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِی الْمَحِیْضِ وَلَا تَقْرَبُوْھُنَّ حَتّٰی یَطْھُرْنَ فَاِذَا تَطَھَّرْنَ فَاْتُوْھُنَّ مِنْ حَیْثُ اَمَرَکُمُ اللّٰہَ"(۳) عورتوں سے حیض کی حالت میں قربت اختیار نہ کرو، یہاں تک کہ وہ پاکیزہ ہو جائیں، جب وہ پاکیزہ ہو جائیں تو ان کے پاس اس مقام سے آؤ، جہاں سے آنے کا حکم اللہ عزوجل نے دیا ہے۔

البتہ حیض و نفاس کے زمانے میں صحبت اور ناف سے گھٹنوں تک کا حصہ چھوڑ کر بقیہ جسم سے لذت حاصل کرنا جائز ہے اور بیوی اُتنے حصہ پر کوئی کپڑا پہن لے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ بھی

---

(۱) مجمع الزوائد: باب ادب الجماع: حدیث: ۷۵۶٦، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس کو ابو یعلی نے روایت کیا ہے، اس میں ایک مبہم راوی ہے اور اس کے بقیہ رجال ثقہ ہیں۔

(۲) مصنف ابن ابی شیبة: باب ما یدعو الرجل اذا دخل علی أھله، حدیث: ۲۹۷۳٤

(۳) البقرة: ۲۲۲

اپنی بیوی کے ساتھ حالتِ حیض میں اسی طرح کیا کرتے تھے۔ (۱)

☆ صحبت کے وقت قصداً کسی اجنبی عورت کا تصور کرنا حرام ہے۔

☆ دودھ پینے کی مدت اکثر فقہاء کے نزدیک دوسال اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک ڈھائی سال تک کی عمر ہے، اسی عمر تک بچہ کو دودھ پلایا جاسکتا ہے، اس عمر سے زیادہ کسی بھی لڑکے یا لڑکی یا شوہر کو دودھ پلانا حرام ہے، البتہ رشتے پر اثر نہیں پڑے گا۔ (۲)

حضرت سلمانِ فارسی رضی اللہ عنہ کا نکاح اور شبِ زفاف کے کچھ آداب

ابونعیمؒ نے ''حلیۃ'' میں ابوعبدالرحمٰن السلمیؒ سے اور وہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے قبیلۂ ''کندہ'' کی ایک عورت سے نکاح کیا، اور اسی عورت کے گھر صحبت فرمائی، جب شبِ زفاف کا وقت آیا تو ان کے ساتھ ان کے ساتھی بھی تھے، جب آپ اس عورت کے گھر پہنچے تو آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: تم یہاں سے لوٹ جاؤ، اللہ تمہیں اجر سے مالا مال کرے، چنانچہ آپ انہیں بے وقوفوں کی طرح گھر کے اندر نہ لائے، جب انہوں نے گھر دیکھا تو وہ پردوں سے مزین تھا تو فرمایا: کیا اس کو بخار آ گیا ہے؟ (یعنی انہوں نے اس گھر کو اس قدر پردوں اور لحاف میں اَٹا ہوا اور اس کے گرم ماحول کو دیکھا تو فرمایا: کیا اس کمرے کو بخار آ گیا ہے؟) یا ''کندہ'' میں خانۂ کعبہ کا رخ بدل گیا ہے، (یعنی لوگوں نے گھر کو پردوں سے ایسے ڈھنک دیا تھا کہ وہ کعبہ نظر آتا تھا) ان لوگوں نے کہا: ہمارا گھر نہ بخار زدہ ہے اور نہ ''کندہ'' میں کعبہ بدلا ہے، چنانچہ حضرت سلمانؓ اس وقت تک گھر میں نہیں گئے جب تک کہ وہ پردے نکالے نہیں گئے، جب گھر میں تشریف لے گئے تو بے شمار ساز وسامان دیکھا تو فرمایا: یہ ساز وسامان کس کیلئے ہے؟ ان لوگوں نے کہا: یہ تمہارا اور تمہارے اہل وعیال کا سامان ہے، تو آپ نے فرمایا: میرے خلیل نے اس کی وصیت نہیں فرمائی ہے، میرے خلیل نے تو اس کی وصیت کی ہے کہ تمہارا دنیوی ساز وسامان تو مسافر کی طرح ہونا چاہئے وہاں انہوں نے خدمت گذار اور نوکر دیکھے تو فرمایا: یہ کس کے خدمت گذار ہیں؟ ان لوگوں نے کہا: تمہارے اور تمہارے اہل کے، آپ نے فرمایا: میرے خلیل نے اس بارے میں

(۱) بخاری، باب مباشرۃ الحائض، حدیث نمبر: ۲۹۹

(۲) فتاویٰ قاضی خان، باب الرضاع: ۴۱۷/۱، رشیدیہ

مجھے یہ وصیت نہیں کی تھی کہ میں ان کو یہاں روک کر رکھ سکتا ہوں، سوائے ان کے جن سے میں نے نکاح کیا ہے یا جن سے میرے لئے صحبت جائز ہے (باندیاں) اگر میں نے ایسا کیا تو انہوں نے زنا کا ارتکاب کیا اور مجھ پر بھی اسی قدر گناہ ہوگا جتنا کہ گناہ ان پر ہوگا، پھر ان عورتوں سے جوان کے پاس تھیں کہا: کیا تم یہاں سے نکل کر میرے اور میرے اہل کے درمیان تنہائی کو موقع دوگی؟ ان لوگوں نے کہا: ہاں، وہ عورتیں وہاں سے نکل گئیں، آپ دروازے کے پاس تشریف لے گئے اور اس کو بند کر دیا اور پردہ گرا دیا، پھر آکر اپنی بیوی کے پاس بیٹھ گئے اس کے پیشانی پر ہاتھ پھیرا اور برکت کی دعا دی " اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ خَیْرَهَا وَخَیْرَ مَا جُبِلَتْ عَلَیْهِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا جُبِلَتْ عَلَیْهِ " اے اللہ! میں تجھ سے اس کی بھلائی کو اور جس بھلائی پر اس کی فطرت بنی ہے وہ بھلائی چاہتا ہوں اور تجھ سے اس کے شر سے اور جس شر پر اس کی فطرت بنی ہے پناہ چاہتا ہوں اپنی اہلیہ سے فرمایا: کیا تم میرے حکم کو مانو گی؟ اس نے کہا: میں مطیع و فرمانبردار کی طرح بیٹھتی ہوں، فرمایا: میرے خلیل نے مجھے وصیت فرمائی ہے کہ جب میں اپنے اہل سے ملوں تو اللہ عزوجل کی اطاعت کے ساتھ، پھر وہ دونوں نماز کی جگہ آئے، پھر جس قدر ہوسکا نماز پڑھی، پھر وہاں سے چلے آئے اور اپنی ضرورت اور تقاضے کو پورا کیا، پھر صبح ان کے ساتھی ان کے پاس آئے، اور کہا: تم نے اپنے اہل کو کیسے پایا؟ آپ نے ان سے اعراض کیا، پھر فرمایا: اللہ عزوجل نے پردے اور دروازے اس لئے بنائے ہیں کہ اس کے اندر کی چیزیں چھپی رہیں، "وانما جعل اللّٰه الستور والخدور والأبواب لتُواری ما فیها" آدمی کیلئے یہی کافی ہے کہ وہ ظاہری چیزوں کے بارے میں دریافت کرے اور ناموجود اور پوشیدہ اُمور کے متعلق نہ پوچھے میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: بیوی کے ساتھ ہوئی خلوت کی باتیں بیان کرنے والا ایسا ہے جیسے دو گدھے راستے میں اپنی خواہش پوری کررہے ہوں "المتحدّث عن ذلك کالحمارین یتسافدان فی الطریق" (۱)

(۱) علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں حجاج بن فروخ ہیں جو ضعیف ہیں: مجمع الزوائد: باب ما یفعل اذا دخل أهله، حدیث : ۷۵۴۴

غیر فطری اور ناجائز عمل

اللہ عزوجل نے مرد و عورت کے درمیان نکاح کے پاکیزہ رشتہ کے ذریعہ جہاں ان دونوں کی جنسی خواہش کی آپسی تکمیل کی فطری اور پاکیزہ راہ فراہم کی ہے، وہیں اس کو افزائش نسل انسانی کا ذریعہ بھی بنایا ہے؛ لہٰذا ہر وہ غیر فطری راہ جو نظامِ خداوندی میں خلل اور اس کے مقرر کردہ قانون کے مغائر ہو، اور اس کے طئے کردہ حدود میں مداخلت کا باعث بنتی ہو اور نسلِ انسانی کے قیام اور بقاء کیلئے رکاوٹ ہو تو شریعت اس پر روک لگاتی اور پابندی عائد کرتی ہے۔

اسی جنسی بے راہ روی اور بے اعتدالی کی ایک بدترین شکل لواطت اور استلذ اذ بالمثل بھی ہے یعنی مرد کا مرد سے اپنی جنسی میلان کا پورا کرنا، اسلام کی نگاہ میں یہ غیر فطری عمل نہایت مبغوض اور ناپسندیدہ ہے، اس فعلِ بد کی ابتداء قومِ لوط سے ہوئی اور اللہ عزوجل نے ان پر سخت پتھر کی بارش برسائی اور ان کی سطحِ زمین کو پلٹ کر رکھ دیا، ارشادِ خداوندی ہے: " فَلَمَّا جَاءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ مَّنْضُوْدٍ مُّسَوَّمَةً مِنْ عِنْدَ رَبِّكَ"(۱) سو جب ہمارا حکم آ پہنچا تو ہم نے اس زمین کا اوپر کا تختہ نیچے کردیا اور اس زمین پر کنکر کے پتھر برسانا شروع کردیئے، جو لگاتار گر رہے تھے، جن پر ان کے رب کے پاس سے نشان لگے ہوئے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ چار اشخاص کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کی صبح و شام اللہ کے غضب اور ناخوشنودی کی حالت میں ہوتی ہے، اس میں ایک اس فعل کا مرتکب بھی ہے "أربعة يصبحون في سخط الله ويمسون في سخط الله" (۲)

خالقِ کائنات کو لوطی آدمی سے اس قدر شدید نفرت ہوگی اور اتنا غصہ ہوگا جس کا اندازہ لگانا مشکل ہے، کیونکہ قومِ لوط کا عمل دنیا میں سب سے بدترین عمل، اور بالکل غیر فطری تھا جو حیوانوں اور جانوروں میں بھی نہیں پایا جاتا تھا، اس عمل کا ارتکاب کرکے گویا انسان انسانیت کی

(۱) سورۂ ہود : ۸۲-۸۳

(۲) مجمع الزوائد : باب ما جاء في اللواط، حديث: ۱۰۶۳۷، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس کو طبرانی نے اوسط میں محمد بن سلام خزاعی عن ابیہ سے روایت کیا ہے، بخاری نے کہا ہے: ان کی اس حدیث پر کسی نے متابعت نہیں کیا ہے۔

مٹی پلید کرتا ہے، اور نسل کشی اعلان کرتا ہے، یہی نہیں بلکہ عورتوں کی تباہی و بربادی بھی اس میں ہے اور خود اس فعل کے مرتکب کی بھی اس میں ہلاکت مضمر ہے، وہ اپنے آپ کو طرح طرح کی بیماریوں کا شکار پاتا ہے؛ کیونکہ اس عمل بد کی وجہ سے اس کے اعضائے رئیسہ کمزور پڑ جاتے ہیں، چہرہ کی رونق چلی جاتی ہے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ عورت کے بالکل قابل نہیں رہتا؛ یہ محروم القسمت اولاد جیسی نعمت اور عفت جیسی عظیم دولت سے محروم ہو جاتا ہے۔

استمناء بالید

جب نوجوانوں میں جنسی ہیجان آخری حد کو پہنچ جاتا ہے تو وہ اپنے اعضائے جسمانی کے اس ہیجان کو ختم کرنے کیلئے ہاتھ سے منی نکال لیتے ہیں اور اپنے جنسی ہیجان کو تسکین دیتے ہیں۔
اس کو اکثر علماء نے حرام قرار دیا ہے، امام مالکؒ نے اس کی حرمت پر اس آیت سے استدلال کیا ہے " وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حٰفِظُونَ، اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ" (۱)
مطلب یہ ہے کہ ہاتھ سے منی نکالنے والا اور بیویوں اور باندیوں کے علاوہ دوسری جگہوں پر اپنی شرمگاہ کے استعمال کے ذریعہ انسان حدودِ خداوندی کو تجاوز کر کے اللہ عزوجل کے عذاب اور سزا کا مستحق ٹھہرتا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے آپ ﷺ نے ایسے شخص پر اللہ اور اس کے فرشتوں کی لعنت بھیجی ہے۔ ملعون ملعون من عمل عمل قوم لوط (۲)
البتہ فقہاء نے زنا میں مبتلا ہونے کے اندیشہ کے وقت اس طرح منی کے اخراج کو جائز ٹھہرایا ہے، اُمید ہے کہ اس پر وبال اور عذاب نہ ہوگا، ابن عباسؓ، عبداللہ بن عمرؓ، مجاہدؒ، حسن بصریؒ وغیرہ کی یہی رائے ہے۔ (۳) لیکن وہ شخص اس قبیح عمل کو اپنی عادت اور معمول نہ بنالے؛ کیونکہ اس کے اثرات نہ صرف اعضائے جسمانی اور قویٰ پر پڑتے ہیں؛ بلکہ اس کی مردانگی بھی بے حد متاثر ہو جاتی ہے جس سے وہ یا تو عورت کے بالکل قابل نہیں رہتا یا اس کی مردانگی بالکل کمزور ہو جاتی ہے، اس طرح وہ اولاد جیسی عظیم اور بیش بہا دولت سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔

---

(۱) المؤمنون:۵،۶،۷ (۲) شعب الایمان: حدیث:۵۴۷۲ (۳) اعلاء السنن: ۲۷۹

بہتر تو یہ ہے کہ غیر شادی شدہ نوجوان اس راہ کو اپنانے کے بجائے اس بارے میں حضور ﷺ نے جو ہدایت دی ہے اسے اختیار کریں تو دنیا اور آخرت دونوں کے فوائد اور ثمرات سے بہرہ مند ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: ایسے نوجوان بکثرت روزے رکھا کریں، اس سے ان کی شہوت کمزور ہوگی" يا معشر الشباب من استطاع منكم الباءة فليتزوّج فانّه أغضّ للبصر وأحصن للفرج، ومن لم يستطع فعليه بالصوم فانّه له وجاء. (۱) اے نوجوانوں کی جماعت! جو تم میں سے شادی کرنے کی استطاعت رکھتے ہیں وہ شادی کر لیں؛ کیونکہ یہ نگاہوں کو زیادہ نیچی کرنے اور شرمگاہ کی حفاظت کا سب سے بڑا ذریعہ ہے اور جو شخص شادی نہ کر سکے تو وہ روزہ رکھ لے، کیونکہ وہ اس کیلئے ڈھال ہے۔

اسی طرح عورت کا عورت سے اپنی جنسی ضرورت پورا کرنا بھی حرام ہے، "سحاق النساء بينهن زنا (۲) اس طرح کے عمل کو بھی زنا قرار دیا گیا ہے اور اُسے ایسا عمل بتلایا گیا جو تباہی اور عذابِ خداوندی کو دعوت دینے والا ہے، اذا استعملت امتی ستًا فعليهم الدمار واكتفى النساء بالنساء والرجال بالرجال (۳)

فیملی پلاننگ کے احکام

اللہ اولاد دے گا تو پالنے والا بھی وہی ہے، کتنے لڑکوں کے باپ کو جنازے اٹھانے والے نصیب نہیں، کتنی لڑکیاں اپنے ماں باپ کے گذارے کا ذریعہ بنی ہوئی ہیں، پلاننگ اور منصوبہ بندی کرنے والی تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، پیدا وہی کرتے ہیں اور ضروریات کا انتظام بھی وہی کرتے ہیں" وَمَا نُنَزِّلُهٗ اِلَّا بِقَدَرٍ مَعْلُوْمٍ "(۴) ہم اس کو نازل نہیں کرتے ہیں مگر ایک اندازے سے۔

---

(۱) بخاری: باب الصوم لمن خاف على نفسه العزوبة، حديث: ۸۰۶

(۲) ترمذی: فضل التزويج والحثّ عليه ،حديث : ۱۰۸۱ ، امام ترمذی نے اس کو حسن صحیح کہا ہے

(۳) الترغیب: كتاب اللباس والزينة، حديث: ۳۱۲۳، اس روایت کو بیہقی نے ایک حدیث کے بعد ذکر کیا اور کہا: اس کی اور اس کے ماقبل کی سند غیر قوی ہے؛ لیکن ایک دوسرے کو ملانے سے اس میں قوت پیدا ہوتی ہے۔

(۴) الحجر: ۲۱

کتا، خنزیر ذبح نہیں کیا جاتا؛ لیکن اس کی نسل زیادہ ہوتی ہے، بکری ذبح کی جاتی ہے؛ لیکن اس کے جننے کی مقدار کم ہے، تب بھی نہ بکریاں کبھی کم پڑیں اور نہ ان حیوانات کی آبادی بے قابو ہوگئی، اس لئے روزگار کے ڈر سے تولیدی قوت کو روکنا حرام ہے "لَا تَقْتُلُوْا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ" (۱)

قطعِ حمل کی کوئی ایسی تدبیر کرنا جس میں بالکل تولیدی ختم ہوجائے تو حرام ہے اور تغییر فی خلق اللہ ہے؛ البتہ بعض خواتین ایسی ہوتی ہیں کہ ان کے اعضاء قدرتاً اس قابل نہیں ہوتے جن سے طبعی اور فطری ولادت ہوسکے، مجبوراً غیر فطری طریقے (آپریشن) سے بچے کی ولادت ہوتی ہے، طبی تحقیق کے مطابق اس طرح کی عورتوں میں دو سے تین بچے پیدا کرنے کے بعد ان کے اعضاء میں ولادت کی طاقت باقی نہیں رہتی؛ ورنہ ان کی جان کو خطرہ ہوتا ہے، ایسی صورت میں ہمیشہ کیلئے ولادت کا سلسلہ کو ختم کیا جاسکتا ہے۔

منعِ حمل، جواز کی صورتیں

البتہ منعِ حمل کی ایسی تدبیر کرنا کہ قوتِ تولید تو باقی رہے؛ لیکن وقتی طور پر حمل قرار نہ پاسکے، اس کے جواز کی چند ایک صورتیں یہ ہیں:

۱- دو بچوں کے درمیان وقفہ کیلئے: تاکہ ہر بچہ کو اس کی پوری نگہداشت مل سکے، مثلاً: بچہ ایامِ رضاعت میں ہے اور استقرارِ حمل ہوگیا تو اس بچے کیلئے ماں کا دودھ مضر اور نقصاندہ ہوگا۔

۲- عورت اس قدر نحیف اور کمزور ہو کہ وہ حمل برداشت نہیں کرسکتی، حمل کی تکلیف، نیز دردِ زہ وغیرہ برداشت کرنے کی اس میں سکت نہیں، یا ولادت کے بعد ایسی شدید کمزوری لاحق ہوگی کہ اس کے بعد صحت کی توقع کم ہو۔

اس قسم کے اعذار کی بناء پر امام غزالیؒ نے منعِ حمل کی تدبیر (عزل) کی اجازت دی ہے۔

۳- بچے کے خطرناک موروثی مرض میں مبتلا ہونے کے اندیشہ سے منعِ حمل: مثلاً: تشنج،

---

(۱) الاسراء:۳۱

ذہنی نا کارہ پن، جسم کا عمر کے اعتبار سے نشو ونمانہ پانا وغیرہ میں مبتلا ہوسکتا ہے جیسے بیوی کے نافرمان ہواور شوہر اس کو طلاق دینے کا ارادہ رکھتا ہواور بچہ پیدا ہونے کی صورت میں اس کی نافرمانی اور سرکشی میں اضافہ کا اندیشہ ہوتو فقہاء نے ایسے شخص کیلئے عزل (بیوی سے صحبت کے وقت اس کے آخری لمحات میں مرد کا اپنی منی کو باہر خارج کرنا) کی اجازت دی ہے۔(۱)

عدمِ جواز کی صورتیں

۱۔ معاشی احوال کی وجہ سے منعِ حمل کی اجازت نہیں دی جاسکتی، پیدا ہونے والے بچے کے متعلق ایسی فکر وتشویش خود انسان نے اپنے اوپر لادلیا ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے ''وَمَا مِنْ دَابَّةٍ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا ''(۲) زمین میں جتنے بھی بسنے والے ہیں سب کا رزق اللہ ہی کے ذمہ ہے۔

۲۔ چھوٹے خاندان کیلئے منعِ حمل:

موجودہ دور کے فیشن ''چھوٹے خاندان'' کیلئے بھی یہ تدابیر اختیار کرنا جائز نہیں، ''چھوٹا خاندان'' کا تصور اسلام کے مزاج وطبیعت کے موافق نہیں، اسلام میں بڑا خاندان اور کثرتِ اولاد مطلوب ہیں۔(۳)

۳۔ ملازمت وغیرہ کیلئے منعِ حمل:

پیشہ وارانہ اسباب مثلاً ملازمت کی وجہ سے بیوی اپنے کریئر کو باقی رکھنا چاہتی ہے، یہ چیز بھی عذر نہیں، کیونکہ ملازمت اور کسبِ معاش عورت کے ذمہ نہیں، عورت جب تک بالغ نہیں اس کا نفقہ باپ کے ذمہ ہوتا ہے، شادی کے بعد شوہر کے ذمہ، ورنہ اولاد کے ذمہ، ورنہ باپ اور بھائیوں کے ذمہ۔ اور اگر واقعتاً عورت کا کوئی نہ ہواور وہ مجبوری کے درجہ میں ملازمت کو اختیار کر رہی ہو تو اس کیلئے گنجائش ہے۔

---

(۱) فتح القدیر: ۴۰۰/۳، دار الفکر، بیروت

(۲) سورہ ھود: ٦

(۳) ابوداؤد: باب من تزوّج الولود، حدیث: ۲۰۵، حاکم اور علامہ ذہبی نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے: المستدرك: کتاب النکاح، حدیث: ۲٦۸۵

۴۔ حسن و جمال کو باقی رکھنے کیلئے منعِ حمل:

حسن و جمال کو باقی رکھنا اس وقت عذر بن سکتا ہے جب شوہر بداخلاق ہو، بیوی کی اچھی خبر گیری نہ کرتا ہو، حسن و جمال کے نہ ہونے کی صورت میں اس کی بے التفاتی میں مزید اضافہ کا اندیشہ ہو تو یہ منعِ حمل کا عذر بن سکتا ہے، اگر اس قسم کا اندیشہ نہ ہو، محض حسن و جمال کی حفاظت عذرِ شرعی نہیں بن سکتا۔

۵۔ آزادانہ زندگی گذارنے کیلئے منعِ حمل:

بہت سے لوگ اس خیال سے کہ اتنی جلدی ابھی بچوں کا بار کیوں اٹھائیں، چند سال آزادی سے زندگی گذاری جائے، اس خیال سے وہ منعِ حمل کی تدبیر اختیار کرتے ہیں، بظاہر یہ کوئی ایسی غرض نہیں جو شریعت کے خلاف ہو؛ لیکن چونکہ اس میں اولاد سے اعراض کا پہلو پایا جاتا ہے؛ اس لئے یہ قباحت سے خالی نہیں۔

۶۔ لڑکی پیدا ہونے کے خوف یا بچے کے کی پرورش کی ذمہ داریوں سے دلچسپی نہ ہونے پر منعِ حمل،

اس نیت سے بھی منعِ حمل کی تدابیر اختیار کرنا جائز نہیں کہ کہیں لڑکی پیدا نہ ہو جائے، یہ تو جاہلانہ تصور ہے جس کی منظر کشی اللہ عزوجل نے یوں فرمائی ہے " وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ " (۱) جب ان کو لڑکی کی خوشخبری سنائی جاتی ہے تو ان کا چہرہ کالا ہو جاتا ہے، اور وہ غصہ سے بھر جاتے ہیں) یا عورت اس وجہ سے منعِ حمل کی تدابیر کو اختیار کرنا چاہتی ہے کہ بچہ کی دیکھ بھال کرنے پڑے گی، اس کے پیشاب، پاخانہ میں آلودہ ہونا پڑے گا، یا دردِ زہ اور نفاس کی مشقتیں جھیلنی ہوں گی، یا بچوں کو دودھ پلانا پڑے گا تب بھی منعِ حمل کی تدابیر کی اجازت نہیں دی جاسکتی، کیونکہ ہر عورت یہ مشقت جھیلتی ہے؛ اگر ہر عورت یہ تصور کر بیٹھے اور اپنے فریضۂ زندگی سے بھی جی چرائے تو کارخانۂ عالم ہی نہ چل سکے۔

---

(۱) النحل: ۵۸

ولیمہ کا طریقہ

شریعت نے جہاں نکاح کی ساری تفصیلات بتلائی ہیں، اس کے اعلان و اظہار کو کہا ہے مسجد میں نکاح کو مسنون قرار دیا ہے، نکاح میں گواہوں کی موجودگی کو لازم کیا ہے، وہیں اس کے اعلان کی ایک صورت یہ بتلائی ہے کہ عورت کے ساتھ شب باشی کے بعد دعوتِ ولیمہ کو سنت قرار دیا ہے؛ تاکہ خوب سے خوب تر انداز میں اس نکاح اور اس شریف عمل کی شہرت ہو، اس حلال اور جائز تعلق پر اس دعوت کے ذریعہ خدا کی بارگاہ میں شکر گذاری ہو سکے، احادیث میں ولیمہ کے تعلق سے خصوصی تاکید آئی ہے۔

جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے نکاح کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ولیمہ کرنے کو کہا اور فرمایا: " أولم ولو بشاة " ولیمہ کرو گرچہ ایک بکری ہی سے کیوں نہ ہو۔(۱)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا نکاح

اس روایت کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف صلی اللہ علیہ وسلم پر زرد رنگ کا اثر دیکھا تو فرمایا: "ما هذا " یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے ایک عورت سے گٹھلی کے مقدار سونے پر نکاح کیا ہے،تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تمہیں برکت دے، اب ولیمہ کرو، گرچہ ایک بکری ہی کے ذریعہ کیوں نہ ہو، " اولم ولو بشاة "(۲) اس روایت میں قابلِ غور نکتہ یہ ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے شادی اور نکاح کر لینے کے بعد نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی کے موقع سے مدعو نہ کرنے کی "شکایت" کی اور نہ مدعو کرنے پر عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کوئی "عذر و معذرت" کیا؛ چونکہ نکاح اور ولیمہ کی تقاریب حضراتِ صحابہ کے پاس نہایت سادگی کے ساتھ انجام دی جاتی تھیں، دعوت کا نہ دینا یا شرکت کا نہ کرنا یہ کوئی ایسی چیز نہیں تھی کہ اس پر ناراضگی کا اظہار کیا جائے یا رشتے ناطے کی دہائی دے کر ہنگامے کئے جائیں۔

(۱-۲) بخاری: كتاب النكاح: باب الوليمة ولو بشاة، حديث:٤٨٧٢

دوسری بات یہ ہے کہ جتنا اہتمام نکاح کے موقع سے سنتوں کے قائم کرنے کا نہیں کیا جاتا ہے، اس سے کہیں زیادہ فکر بڑی بڑی دیندار یا دنیادار شخصیتوں کو مدعو کرنے اوران سے نکاح پڑھوانے کے حوالے سے کیا جاتا ہے؛ حالانکہ برکت اعمال کے ساتھ ہے نہ کہ شخصیات کے ساتھ، شخصیات کے ساتھ برکات اس لئے ہیں کہ وہ صفات واعمال سے آراستہ وپیراستہ ہیں۔

حضور اکرم ﷺ نے اپنی ازواج میں حضرت زینب ؓ کا سب سے بڑا ولیمہ فرمایا تھا، آپ ﷺ نے اس موقع سے ایک بکری کے ذریعہ دعوت فرمائی تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: سید الکونین ﷺ نے اپنی بیویوں میں جتنا بڑا ولیمہ حضرت زینب ؓ کا فرمایا ہے، اتنا بڑا کسی کے ساتھ شادی میں نہیں فرمایا، اور حضرت زینب ؓ کے ولیمہ میں صرف ایک بکری سے ولیمہ فرمایا " و ما أولم النبی ﷺ علی شیئ من نساء ہ ما أولم علی زینب،: أولم بشاۃ " (۱)

دعوتِ ولیمہ قبول کرنا

دعوتِ ولیمہ کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر جہاں ایک طرف دعوتِ ولیمہ کی تاکید کی گئی ہے وہیں دوسری طرف مدعو حضرات کو دعوتِ ولیمہ میں خصوصاً شرکت کی تاکید فرمائی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شادی میں جب کسی کو دعوتِ ولیمہ دی جائے تو اس کو قبول کرنا چاہئے " اذا دعی أحدکم الی الولیمۃ فلیأتھا " (۲)

بلکہ بعض روایات میں تو دعوتِ ولیمہ کے قبول کرنے کو واجب کہا گیا ہے " من ترك الدعوۃ عصی اللّٰہ ورسولہ " (۱) جس نے دعوتِ ولیمہ میں طاقت کے باوجود شرکت نہ کی، اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔

---

(۱) بخاری: کتاب النکاح، باب الولیمۃ ولو بشاۃ، حدیث:۴۸۷۳

(۲) بخاری: کتاب النکاح، باب حق اجابۃ الولیمۃ والدعوۃ، حدیث:۴۸۷۸

غرباء کو بھی یاد کیا جائے

پھر ایسا نہ ہو کہ صرف مالدار لوگوں کو مدعو کیا جائے اور غریبوں کو نظر کر دیا جائے؛ بلکہ بھوکوں اور غریبوں کو بھی ضرور مدعو کیا جائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بدترین کھانا وہ ولیمہ کا کھانا ہوتا ہے جس میں مالداروں کو تو بلایا جائے اور غریبوں کو چھوڑ دیا جائے "شرّ الطعام طعام الوليمة يدعى الأغنياء و يترك الفقراء" (۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی کے اگلے دن ولیمہ کو حق، دوسرے دن درست اور تیسرے دن ریا کاری قرار دیا ہے۔(۳)

گویا اس حدیث کی رو سے پہلی مرتبہ کا کھانا ولیمہ، دوسرے دن کا کھانا زائد اور فاضل ہے اور تیسری مرتبہ کا کھانا شرعاً ناجائز ہے جسے حدیث میں رِیا کاری اور دکھلاوا کہا گیا ہے۔ ہاں اگر بڑائی اور برتری مقصود نہ ہو، دوسرے اور تیسرے دن کے دعوتی دوسرے لوگ ہوں تو ایک سے زیادہ دن کا ولیمہ بھی جائز ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے موقع پر تین دن تک ان کا ولیمہ کیا۔(۴)

ولیمہ رخصتی کے بعد یا پہلے

نکاح سے پہلے ولیمہ مشروع نہیں، اگر کیا جائے تو ولیمہ نہ ہوگا۔

۱- صرف نکاح ہوا، رخصتی نہیں ہوئی۔

---

(۱) بخاری: كتاب النكاح: باب من ترك الدعوة فقد عصى الله، حديث: ٤٨٨٢

(۲) بخاری: كتاب النكاح: باب من ترك الدعوة فقد عصى الله ورسوله، حديث: ٤٨٨٢

(۳) ترمذی: باب الوليمة، كتاب النكاح، حديث: ١٠٩٧، امام ترمذی فرماتے ہیں کہ ابن مسعود کی حدیث کو مرفوعاً عبداللہ بن زیاد نے روایت کیا ہے اور وہ کثیر الغرائب اور مناکیر ہیں۔

(۴) فتح الباری: باب حق اجابة الوليمة: ٢٤٣/٩، دار المعرفة بيروت، ١٣٧٩ھ

۲- یا نکاح بھی ہوگیا، رخصتی بھی ہوگئی؛ مگر شبِ زفاف (سہاگ رات) نہیں ہوئی۔

۳- یا نکاح بھی ہوگیا، رخصتی بھی ہوگئی اور شبِ زفاف بھی ہوگئی، ان تینوں حالتوں میں ولیمہ جائز ہے؛ لیکن نکاح کی نعمت کی تکمیل شبِ زفاف کے بعد ہوتی ہے؛ اس لئے ان تینوں شکلوں میں سب سے افضل شبِ زفاف کے بعد ہے۔

بذل المجهود میں ہے: يجوز أن يولم بعد النكاح أو بعد الرخصة أو بعد أن يبنى بها والثالث هو الأولى (۱) ولیمہ جائز ہے نکاح کے بعد، یا رخصتی کے بعد یا شبِ زفاف کے بعد اور تیسری شکل زیادہ افضل ہے۔

ولیمہ میں کیا کھلایا جائے؟

نبی کریم ﷺ نے اپنی ازواج میں سے سب سے زیادہ جن کے ولیمہ کا اہتمام وانتظام فرمایا اور جن کا نکاح کچھ پر تکلف تھا وہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا ولیمہ تھا، یہ دعوت اور ولیمہ اس قدر لمبا ہوگیا تھا کہ بعض اصحاب حضور ﷺ کے اس حجرہ کے پاس بیٹھ کر طویل گفتگو میں مشغول ہونے پر من جانب اللہ تنبیہ ہوئی اور پردہ کا حکم نازل ہوا، ارشادِ باری عزوجل ہے:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّا اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰهُ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَأْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ،اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ (۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم لوگ نبی کے گھر میں اس وقت تک نہ جاؤ جب تک کہ تم کو کھانے کیلئے نہ بلایا جائے کہ تم راہ دیکھنے لگو اس کے پکنے کی؛ لیکن جب تم کو بلایا جائے تب جاؤ، پھر جب کھا چکو تو خود سے چلے آؤ، نہ یہ کہ آپس میں جی لگا کر بات کرنے لگو، اس بات سے نبی کو تکلیف ہوتی ہے، وہ تم سے شرم کرتے ہیں اور جب تم آپ ﷺ کی بیویوں سے کوئی چیز کام کی مانگنے جاؤ تو پردہ کے باہر سے مانگو۔

(۱) بذل المجهود: ۳۴۵/۴ (۲) الأحزاب: ۵۳

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں میں سے کسی کا ولیمہ حضرت زینبؓ کے ولیمہ سے زیادہ اہتمام کے ساتھ نہیں کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بکری سے ولیمہ فرمایا "أولم علی زینب أولم بشأة" (۱)

بخاری کی ایک دوسری روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینبؓ کا ولیمہ گوشت اور روٹی سے فرمایا، مجھے لوگوں کو مدعو کرنے کیلئے بھیجا، ایک جماعت آتی، کھاتی اور چلی جاتی، ایک جماعت آتی، کھاتی اور چلی جاتی، میں لوگوں کو بلاتا رہا؛ یہاں تک کہ تمام لوگ ختم ہو گئے، میں نے کہا: اے اللہ کے نبی! کوئی شخص نہیں بچا ہے، فرمایا: "ارفعوا طعامکم" اپنے کھانے کو اٹھالو۔(۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس ولیمہ میں سب سے زیادہ تکلف اور اہتمام فرمایا تھا اس میں مسلمانوں کو تنبیہ ہوئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت و تکلیف کا سامنا کرنا پڑا اور پردے کے احکامات نازل ہوئے۔

اس کے بالمقابل حضرت عائشہؓ کا نکاح بالکل سادگی سے معمور تھا، نہ کوئی تکلف اور نہ کوئی اہتمام، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر پر تشریف لائے تو میری والدہ میرے پاس آئیں، میں اس وقت جھولا جھول رہی تھی، انہوں نے مجھے جھولے سے اتارا، میری چوٹی بنائی، میرے چہرے کو پانی سے صاف کیا، پھر مجھے لے کر چلنے لگیں، یہاں تک کہ دروازے پر لے آئیں، اس وقت میرا دل دھڑک رہا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر میں ایک چارپائی پر تشریف فرما تھے، وہاں کچھ انصاری مرد و عورتیں بھی تھیں، پھر وہ لوگ چلے گئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے ان کے ہی گھر پر صحبت فرمائی، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں "ما نُحرت عليّ جزور ولا ذُبحت عليّ شاةٌ حتّى أرسل الينا سعد بن عبادة بجفنة كان يرسل بها الى رسول الله اذا ادار الى نسائه" نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے اونٹ ذبح کئے اور نہ بکری ذبح کی؛ یہاں تک کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے (کھانے) کا پیالہ جسے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے جس عورت کے پاس آپ کی باری ہوتی تھی

(۱) بخاري: كتاب النكاح: باب الوليمة ولو بشاة، حديث: ٤٨٧٣

(۲) بخاري: كتاب التفسير، سورة الأحزاب، حديث: ٤٥١٥

(بھیجتے تھے) بھیجا۔(۱)

سادگی کی ایک مثال حضرت صفیہؓ کا نکاح اوران کا ولیمہ بھی ہے

حضرت صفیہؓ بنتِ حیی بن اخطب یہ بنوقریظہ اور بنونضیر کے سردار کی لڑکی تھیں، خیبر کے قیدیوں میں یہ بھی ہاتھ لگی تھیں، حضور ﷺ نے انہیں آزاد فرما کران سے نکاح فرمایا لیا اور آپ نے مدینہ اور خیبر کے درمیان "سدّ الصهباء" میں جو مدینہ اور خیبر کے درمیان واقع تھا تین دن قیام فرمایا، وہیں آپ ﷺ نے ان سے خلوت فرمائی، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ثمّ صنع حيسا فی نطعٍ صغيرٍ ثمّ قال لی: "اٰذنُ من حولك" پھر ایک چمڑے کے چھوٹے سے دسترخوان پر "حیس" نامی عربی کھانا چنا گیا، پھر آپ ﷺ نے مجھ سے کہا: "آس پاس کے لوگوں کو بلاؤ" یہی حضرت صفیہؓ کیلئے حضور ﷺ کا ولیمہ تھا۔(۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ میں نے حضور ﷺ کے اس ولیمہ میں لوگوں کو مدعو کیا، اس میں نہ روٹی تھی اور نہ گوشت، آپ ﷺ نے چمڑے کا دسترخوان بچھانے کا حکم دیا، اس پر کھجور، پنیر، اور گھی ڈالا گیا "فأُلقی علیها التمر والاقط والسمن"(۳)

بلکہ بعض روایات میں تو یوں آیا ہے کہ آپ نے اپنی بعض ازواج کا ولیمہ دو مد جو سے فرمایا

" أولم النبی ﷺ علی بعض أزواجه بمدّین من شعیرٍ" (۴)

ان روایات سے پتہ چلا کہ ولیمہ میں بھی سادگی پسندیدہ ہے؛ گوشت صرف حضرت زینب بنتِ جحشؓ کے ولیمہ میں دیا، باقی دس ولیموں میں گوشت کا کوئی تذکرہ نہیں ہے، تعجب ہے رسول اللہ رضی اللہ عنہ کے ایک ولیمہ کی سنت پر عمل کا تو شوق ہو، مگر باقی دس ولیموں کی سنت پر عمل تو درکنار معیوب سمجھا جانے لگا۔

---

(۱) مسند احمد بن حنبل: حدیث السیده عائشة: ۶/ ۲۱۰، مؤسسة قرطبة القاهرة،
اس روایت کو احمد نے روایت کیا ہے، اس کا بعض حصہ حضرت عائشہؓ سے مرفوعاً مروی ہے، اکثر حصہ مرسل ہے، اس میں محمد بن عمرو بن علقمہ ایک راوی ہیں، ان کی بے شمار لوگوں نے توثیق کی ہے، اس کے بقیہ رجال صحیح کے رجال ہیں۔

(۲) بخاری: کتاب الجهاد، باب من غزا الصبی للخدمة، حدیث: ۲۷۳۶

(۳) بخاری: باب غزوة خیبر، حدیث: ۳۹۷۶

(۱) بخاری: باب الولیمة ولو بشاة: حدیث: ٤٨٧٧

جس ولیمہ میں گناہ ہو

ولیمہ کے بارے میں اور دعوتوں کے تعلق سے ایک تعلیم یہ بھی ہے کہ وہاں کوئی خلافِ شرع باتیں نہ ہوں، ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر کی شادی ہوئی اور ولیمہ میں لوگوں کو دعوت دی گئی اور ان میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی تھے گھر والوں نے گھر کی دیواروں کو پردے سے ڈھانپ دیا تھا تو دیکھا کہ گھر کی دیواروں پر بھی پردے ڈالے گئے ہیں یہ دیکھ کر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ''کیا تم دیواروں پر بھی پردے ڈالتے ہو؟ حضرت سالم کہتے ہیں کہ میرے والد عبداللہ اس پر شرمندہ ہو گئے اور فرمایا کہ ہم پر عورتیں غالب ہو گئی ہیں (یعنی یہ عورتوں نے کیا ہے اور ہم ان کو منع نہ کر سکے) اس پر حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ '' من كنت اخشى عليه فلم أكن اخشى عليك (یعنی اگر مجھے کسی کے بارے میں خوف ہوتا کہ اس گھر میں اس طرح کا منکر ہو گیا تو آپ کے بارے میں یہ اندیشہ نہیں تھا کہ آپ کے یہاں بھی ایسا ہوگا) پھر آپ نے کھانا نہیں کھایا اور لوٹ گئے۔(۱)

لہٰذا جہاں گانا بجانا، میوزک وناچ یا تصویر سازی و ویڈیوگرافی یا بے پردگی و بے حیائی اور مردوں اور عورتوں کا اختلاط وغیرہ ناجائز باتیں ہوں وہاں جانا ناجائز ہے اور اس کا اہتمام اور التزام کرنا اور بھی زیادہ غلط ہے، علامہ ابنِ قیمؒ، امام ابنِ تیمیہؒ کے حوالے سے فرماتے ہیں: ایسی دعوت میں جا کر اگر وہ منکرات کو روک سکتا ہو تو جائے ورنہ وہاں سے لوٹ آئے أنه دعی الی ولیمة عرس، فرای فیها منكرا، لا يقدر على ازالته ، انه يرجع (۲)

---

(۱) معجم کبیر : ۱۱۸/٤

(۲) اعلام الموقعین : ۲۰۹/٤

حضرت فاطمہؓ کے نکاح کا تفصیلی واقعہ

شادی کے وقت حضرت فاطمہؓ کی عمر پندرہ سال پانچ مہینے یا چھ مہینے تھی، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر اس وقت اکیس سال پانچ مہینے تھی، اور یہ نکاح ۲ھ رمضان میں ہوا اور وِداعی اسی سال ذی الحجہ میں ہوئی۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت فاطمہؓ کیلئے پیغامِ نکاح دیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو یہ جواب دیا تھا کہ: وہی ہوگا جو اللہ کا حکم ہوگا، اس سلسلے کی تفصیلی روایت طبرانی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں نقل کی ہیں، گرچہ یہ روایت صحیح نہیں ہے، اس میں ذکر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ان کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرابت ورفاقت، ان کے بلندیٔ مرتبت اور ان کے مسابقت فی الاسلام وغیرہ دیگر فضائل ومناقب کا ذکر کر کے ان کو فاطمہؓ کیلئے پیغامِ نکاح دینے کی ترغیب دی، چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہؓ کے پاس آ کر ان کے فاطمہؓ کے تعلق سے ذکر کرنے کو بتلانے کیلئے کہا، حضرت عائشہؓ کے ذکر کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اللہ کا حکم ہوگا ویسا ہی ہوگا، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بذاتِ خود خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر مدعا عرض کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی اختیار کی، ایسے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہؓ کو حضرت فاطمہؓ کے تعلق سے ذکر کرنے کو کہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی ایسے ہی جواب دیا: جو اللہ کو منظور ہوگا، پھر وہ بذاتِ خود خدمتِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں سکوت اختیار فرمایا، انہیں بھی ایسا ہی جواب دیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپس میں اس حوالہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سکوت اختیار کرنے کا ذکر کیا، پھر وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے پیغامِ نکاح دینے کو کہا، الغرض وہ دوڑے ہوئے خدمتِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچ کر پیغامِ نکاح دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مبارکبادی کے الفاظ کہے، بعض روایات میں ہے کہ انصار نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیغامِ نکاح دینے کی ترغیب دی، بہرحال جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے درخواست کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا: تمہارے پاس

مہر میں دینے کیلئے کیا ہے؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا میرے پاس کچھ نہیں ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ حطمی زِرَہ کیا ہوئی جسے میں نے تمہیں غزوۂ بدر کے مالِ غنیمت میں سے دیا تھا، عرض کیا کہ وہ موجود ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بس وہ کافی ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اسے ۸۴۰ درہم میں فروخت کیا اور قیمت لا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اس کے بعض حصہ سے خوشبو لانے کو کہا اور بقیہ سے دلہن کو سجانے اور سنوارنے کا سامان اور بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پہلے ہی وعدہ فرمایا تھا اور بعض روایات میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے توسط سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا گیا کہ حضرت فاطمہؓ کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کیا جائے۔(۱)

رخصتی کے آداب

جیسا کہ ابھی مذکور ہوا کہ وداعی ۲ھ ماہِ ذی الحجہ میں ہوئی تھی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ انصار نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لڑکی کا نکاح تم سے کیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ وعدہ خلافی کرتے ہیں اور نہ جھوٹ بولتے ہیں، لہٰذا تم جاؤ جا کر وداعی کیلئے کہو، انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رعب کی وجہ سے معذرت کی، چنانچہ اصرار پر وہ خدمتِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وداعی کی درخواست کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج رات کو وداعی ہوگی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: مہر میں دینے کو کچھ ہے؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میرا گھوڑا اور میری زِرَہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑا کو اپنے پاس رکھنے اور زرہ کو فروخت کرنے کو کہا، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اسے چار سو اَسی درھم میں بیچ کر وہ رقم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ایک مٹھی لے کر اس سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خوشبو خریدنے کو کہا۔(۲)

---

(۱) المعجم الکبیر للطبرانی: ۲۲/۴۱۱، حدیث: ۱۰۲۲
(۲) المعجم الکبیر للطبرانی: ۲۲/۴۱۱، حدیث: ۱۰۲۳

حضرت اسماء بنت عمیسؓ کی روایت میں شبِ زفاف کا تفصیلی واقعہ مذکور ہے کہ جب حضرت فاطمہ ؓ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ تم اپنے اہل سے کوئی بات چیت نہ کرنا، یا بعض روایات میں ہے کہ اپنے اہل کے قریب نہ جانا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے فرمایا: کیا یہاں میرے بھائی ہیں، اُمّ ایمنؓ نے کہا: یہ آپ کے چچا زاد بھائی ہیں جن کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لڑکی سے نکاح کروایا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ رشتہ جائز ہے، اسماء بنتِ عمیسؓ کہتی ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پانی کا برتن منگوایا، پھر اللہ نے جو چاہا اس میں دعا پڑھی، پھر اس پانی سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سینے اور چہرے کو پونچھا، پھر حضرت فاطمہ ؓ کو بلایا، وہ شرم سے لڑکھڑاتی ہوئی آئیں، ان پر بھی پانی چھڑکا اور فرمایا کہ: میں نے اپنے خاندان کے بہتر شخص سے تمہارا نکاح کیا ہے۔(۱)

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوایا اور اس سے وضو فرمایا، پھر اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اُنڈیل دیا، پھر فرمایا: "اَللّٰهُمَّ بَارِكْ بَيْنَهُمَا وَبَارِكْ لَهُمَا فِيْ بِنَاءِ هِمَا" اے اللہ! ان دونوں کے درمیان برکت عطا فرما اور ان کے شبِ زفاف میں برکت دے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا: پانی لاؤ، وہ اٹھ کر گھر میں موجود ایک بڑے پیالے کے پاس گئیں، اس میں پانی ڈال کر اس کو لے آئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں کلی فرمایا، پھر ان سے کہا: کھڑی ہو جاؤ، اس کو فاطمہؓ کے سر اور سینہ پر چھڑکا اور فرمایا "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُعِيْذُهَا وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ" اے اللہ! میں اس کی اور اس کے اولاد کی شیطانِ مردود سے پناہ مانگتا ہوں۔(۲)

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گریبان، اور دونوں کاندھوں پر پانی چھڑکا، اور" قل هو الله احد" اور "معوذتين" تلاوت فرمائی اور

(۱) المعجم الكبير للطبراني: ۱۳۷/۲٤، حديث: ۳٦٥
(۲) موارد الظمآن للهيثمي: حديث: ۲۲۲٥

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ایک پانی کے گھڑے میں کلی کی اوران دونوں کو اس سے غسل کرنے کو کہا۔(۱)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جہیز

اس سلسلہ میں جہیز کی شرعی حیثیت اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے جہیز کے بارے میں گفتگو کچھ تو پہلے گذر چکی ہے، آپ ﷺ نے اپنی ہر صاحبزادی کو بوقتِ رخصتی کچھ نہ کچھ ضرور دیا ہے، اسی طرح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بھی دیا ہے، مختلف روایات کو سامنے رکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ نے مذکورہ ذیل چیزیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بطورِ جہیز دیں تھیں: ایک اُونی چادر، کھجور کے پتوں سے بھرا ہوا ایک تکیہ، ایک یا دو مشکیزے، دو چکیاں، دو پانی کے گھڑے، ایک مسہری پلنگ، اور ایک چمڑے کا برتن۔

مسند احمد اور نسائی کی روایت میں تین چیزوں کا ذکر ہے، ایک اونی چادر، ایک مشکیزہ اور ایک تکیہ جس میں اذخر بھرا ہوا تھا دے کر رخصت فرمایا، "جهّز رسول الله فاطمة فى خُميل ووسادةٍ "(۲)

مسند احمد میں سندِ جید کے ساتھ پانچ چیزوں ''ایک اونی چادر، کھجور کے درخت کی چھال سے بھرا ہوا تکیہ، دو چکیاں، ایک مشکیزہ، دو پانی کے گھڑے'' کا ذکر ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضور ﷺ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح فرمایا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو رخصت کرتے وقت ساتھ میں ایک اونی چادر اور کھجور کے پتوں سے بھرا ہوا ایک چمڑے کا تکیہ اور دو چکیاں، ایک مشکیزہ اور دو گھڑے بھی بھیجے " لمّا زوّج فاطمة بعث معها بخميلة ووسادة ادمٍ حشوها ليف ورحائين وسقاء وجرّتين" (۳)

---

(۱) حياة الصحابة عربى:۲/ ۸۹۵-۸۹۹، الناشر:المطبع الملية،على جراه، الهند

(۲) نسائي: جها ز الرجل ابنته، حديث: ۳۳۸۴، حاکم نے کہا ہے: یہ حدیث صحیح ہے، شیخین نے اس کی تخریج نہیں کی ہے، ذہبیؒ نے ان کی موافقت کی ہے: المستدرك: كتاب النكاح: حديث: ۲۷۵۵

(۳) مسند احمد: حديث: ۸۱۹، مؤسسة القرطبة، القاهرة، محقق شعیب الارنؤط نے اس کی سند کو قوی قرار دیا ہے۔

طبقاتِ ابن سعد کی ایک روایت میں ایک مسہری اور ایک چمڑے کے برتن کا بھی ذکر ملتا ہے "وسرير مشروط ووسادة من أدم حشوها ليف ، وتور من أدم ، وقربة " (۱)

حضرت فاطمہؓ کے ولیمہ میں اہتمام

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح فرمایا تو اس کے بعد ان سے کہا: اے علی! دولہے کیلئے ولیمہ ضروری ہے، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے پاس مینڈھا ہے اور حضراتِ انصار نے کچھ مکئی کے دانے جمع کئے، اس طرح ولیمہ ہوا۔(۲)

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ دانے بطورِ قرض کیلئے تھے؛ اس لئے وہ فرماتے تھے "على فلانٍ كذا وكذا من ذرّةٍ" مجھ پر فلاں فلاں کے اس قدر غلہ ہے۔(۳)

اسماء بنتِ عمیسؓ کی روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نہایت ہی اہتمام کے ساتھ ولیمہ فرمایا: فرماتی ہیں: "فما كانت وليمة في ذلك الزمان أفضل من وليمته" (اس زمانے میں اس ولیمہ سے بڑا ولیمہ نہیں ہوتا تھا) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کیلئے اپنی زرہ کو کچھ جو کے بدلے ایک یہودی کے یہاں رہن رکھ دیا تھا۔(۴)

---

(۱) الطبقات الكبرى لابن سعد: ابو صخر الأيلي: ۸/۲۳، دار صادر، بيروت

(۲) مسند احمد: حديث بريده الأسلمي: حديث: ۲۳۰۸۵، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں سوائے عبدالکریم بن سلیط کے، ان کی ابن حبان نے توثیق کی ہے: مجمع الزوائد: باب مناقب فاطمة، حديث: ۱۵۲۱٤

(۳) مجمع الزوائد: باب مناقب فاطمة : حديث : ٦١٣٧، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: اس کو احمد نے روایت کیا ہے، اس کی سند میں عبدالکریم بن سلیط ہیں، ان پر کسی نے جرح نہیں کی ہے اور یہ مستور ہیں اور اس کے بقیہ رجال صحیح کے رجال ہیں۔

(۴) علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے، اس میں عون بن محمد بن الحنفیۃ ہیں، مجھے ان کے احوال نہیں ملے : مجمع الزوائد: باب ما يجرى في الوليمة، حديث: ٦١٤٩

اور ایک روایت میں ہے کہ جو حضرت اسماء بنتِ عمیس رضی اللہ عنہا ہی سے منقول ہے، اس میں مزید یہ اضافہ ہے کہ " كانت وليمته اصوعاً من شعيرٍ وتمرٍ وحيسٍ " (ان کا ولیمہ چند صاع جو، کھجور، اور حیس (حریس) سے کیا گیا۔

لڑکی والوں کے یہاں کھانا کھانا

لڑکی والوں کے یہاں کھانا کھانا کسی صحیح اور مشہور حدیث سے امت میں اس شہرت کے ساتھ ثابت نہیں جس شہرت سے ولیمہ کے کھانے کا مسنون ہونا منقول ہے، بعض لوگوں نے طبرانی وغیرہ کی روایات سے جس میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کھانا کھلانا منقول ہے، اس سے اس کے مسنون ہونے کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، لیکن یہ روایت کمزور ہے، طویل روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کہا: اے بلال! میں نے اپنی لڑکی کا نکاح اپنے چچازاد بھائی سے کر دیا ہے اور میں یہ چاہتا ہوں کہ نکاح کے وقت کھانا کھلانا میری سنت ہو "انا احبّ ان يكون من سنّة امّتى الطعام عندالنكاح" لہٰذا بکریوں کے پاس جا کر ایک بکری اور کچھ کھانا تیار کرو۔ تفصیلی روایت ہے۔(۱)

بہر حال اس قسم کی کمزور روایات کو سامنے رکھ کر لڑکی کے یہاں کھانا کھلانے کو ولیمہ کی طرح مسنون نہیں کہا جا سکتا اور نہ ہی بالکل ناجائز قرار دیا جا سکتا ہے؛ بلکہ مباح کہا جا سکتا ہے، نہ گناہ ہے اور نہ ثواب۔

اس روایت کی روشنی میں اس قدر کہا جا سکتا ہے کہ لڑکی والے ان کی حیثیت ہے تو وہ لڑکے والے مہمانوں کو کھانا کھلا سکتے ہیں، اگر غریب ہیں تو ایسی بارات میں چند لوگ جائیں، زیادہ لوگوں کو شریک کر کے ان کو قرض وغیرہ لینے پر مجبور نہ کیا جائے، اخلاقی یا رواجی یا دباؤ میں مطالبہ کے بعد کھانا شرعاً حرام ہے، حدیثِ پاک میں ہے: ایمان والے کا مال اس کی رضامندی کے بغیر حلال نہیں ہے " لا يحلّ مال امرئ الّا بطيب نفس منه" (۲)

---

(۱) مجمع الزوائد: باب فى مناقب السيدة فاطمة، حديث: ۱۵۲۱۳، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے، اس میں یحیی بن علی ہیں جو متروک ہیں۔

(۲) مسند احمد: حديث عمّ ابى حرة الرقاشى، حديث: ۲۰۷۱٤، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: احمد کے رجال ثقہ ہیں: مجمع الزوائد: باب الغضب وحرمة المسلم: حديث: ٦٨٦٣

حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب مدظلہ فرماتے ہیں: لڑکی والوں کی طرف سے کسی دعوت کا اہتمام نہ سنت ہے، نہ مستحب، بلکہ اگر دوسری خرابیاں نہ ہوں تو صرف جائز ہے۔(۱)

موجودہ زمانے کی شادیوں میں ہونے والے گناہ

موجودہ زمانے کی شادیوں میں بے شمار گناہ رسوم ورواج کی شکل میں درآئے ہیں، یہ گناہ نہ صرف اُخروی تباہی وبربادی کے باعث ہورہے ہیں؛ بلکہ ان فضولیات کی وجہ سے دنیوی زندگی بھی اَجیرن ہوگئی ہے، ان بے جارسومات اور فضول کاموں کیلئے آدمی کو اپنی زندگی بھر کی پونجی کو اس کے پیچھے لگادینا پڑجاتا ہے؛ بلکہ قرض وغیرہ لے کر اپنے آپ کو اور زیادہ مشکلوں میں ڈالنا پڑتا ہے۔

۱۔ جہیز

موجودہ زمانے کی شادیوں کی سب سے بڑی رسم جہیز کی ہے، ستم بالائے ستم یہ ہے کہ باپ پال پوس کر پڑھا لکھا کر اپنی لاڈلی بیٹی کو بڑا کرے اور اسے اس کے شریکِ حیات (شوہر) کے حوالے کردے؛ بلکہ ساتھ ہی ہر قسم کا سامان بھی دے، اس بارے میں یہ کہہ دیں تو بے جانہ ہوگا کہ سر کے بال سے لے کر پیر کے ناخن تک ہر طرح کی آسائش وآرام کے سامان مہیا کئے جائیں؛ خواہ باپ میں اس کی سکت ہو یا نہ ہو، بہر صورت اس کا نظم کرنا ہے۔

جہیز کی شرعی حیثیت صرف اس قدر تھی کہ ایک باپ اپنی بیٹی کو رخصت کرتے وقت اپنے دل کے تقاضے سے ایسی چیزوں کا تحفہ پیش کرتا جو اس کیلئے آئندہ کی زندگی میں کام آئیں، خود حضور اکرم ﷺ نے بھی اپنی صاحبزادی کو سادگی کے ساتھ اپنی خوشی اور رضا سے کچھ سامانِ زندگی بطورِ جہیز عطا فرمایا تھا، جن میں دو یمنی چادر، دو روئی کے بستر، چار گدے، چاندی کے دو بازو بند، ایک کملی، ایک تکیہ، ایک پیالہ، ایک چکی، پانی رکھنے کا مشکیزہ، ایک پلنگ تھے (بہشتی زیور) مختلف روایات میں ان اشیاء کا ذکر آیا ہے۔

---

(۱) ذکر وفکر: ۲۹۰، کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

اب جہیز شادی کا اس قدر لازمی جز بن گیا ہے کہ جہیز دیئے بغیر لڑکی کی شادی ممکن ہی نہیں رہی، اس کا یہ انجام ہو رہا ہے کہ معاشرے میں بے شمار لڑکیاں صرف اس وجہ سے بن بیاہی بیٹھی ہوئی ہیں کہ ان کے جہیز میں دینے کیلئے کچھ نہیں ہے، اگر کسی طرح شادی طئے ہو ہی جاتی ہے تو پھر بسا اوقات اس کیلئے، اگر باپ شریف ہے تو پھر وہ اپنے آپ کو جائز و ناجائز قرض کے شکنجے میں دبنے پر مجبور ہو جاتا ہے یا بہر صورت روپیہ کے انتظام میں ہر طرح کی دھوکہ دہی، فریب کاری، جعل سازی، خیانت، دغا زی وغیرہ سے کام لینا پڑتا ہے۔

جہیز کی شرعی حیثیت

شرعی اعتبار سے جہیز کی کوئی مقدار متعین نہیں ہے، بس اتنا کہ باپ اپنی رضا سے لڑکی کیلئے کچھ انتظام کر دے؛ لیکن خرابی اس وقت پیدا ہوتی ہے کہ جب جہیز کی نمود و نمائش کی جاتی ہے، لڑکے والے اسے اپنا حق سمجھتے ہیں، زیادہ سے زیادہ جہیز کی امید رکھتے ہیں، انتہائی گھٹیا اور کمینگی کی بات یہ ہوتی کہ اگر ضروریاتِ زندگی کی کوئی چیز اس میں کم رہ جاتی ہے تو لڑکی اور اس کے گھر والوں کو طعنہ دیا جاتا ہے؛ حالانکہ حدیث میں یہ فرمایا ہے " لا یحلّ مال امرئٍ الّا بطیب نفس منه " (۱) کسی کا مال اس کی خوشی کے بغیر لینا درست نہیں۔

جہیز کی حقیقت وحیثیت صرف اتنی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پرورده اور پرورش کننده تھے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطورِ امداد بحیثیتِ سرپرست ہونے کے ان کو یہ ضروری سامان عطا فرمایا تھا جس کا ذکر مختلف روایات میں ملتا ہے۔

ان کے نکاح کی تفصیل سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس معاملہ میں صرف منتظم کی حیثیت رکھتے تھے، یہ کوئی رسمی یا مروّجہ جہیز نہیں تھا، یہی وجہ ہے کہ دوسری لڑکیوں (ام کلثومؓ، رقیہؓ، اور حضرت زینبؓ) کے نکاح میں اس کا تذکرہ نہیں ملتا ہے، اگر جہیز کا

---

(۱) مسند ابی یعلی: مسند عم ابی حره الرقاشي: حديث: ۱۵۷۰، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس کو ابویعلی نے روایت کیا ہے، اس کے ایک روای ابوحرہ الرقاشی ہیں، ابوداؤد نے ان کی توثیق کی ہے اور ابن معین نے ان کی تضعیف کی ہے: مجمع الزوائد: باب الغضب وحرمة المسلم، حديث: ٦٨٦٦

کوئی تصور اسلام میں موجود ہوتا تو دیگر صاحبزادیوں کو دینے کا تذکرہ تاریخ میں ضرور ملتا اور نہ ہی ازواجِ مطہرات کا اپنے میکہ سے کچھ سامان لے کر آنا کتابوں میں لکھا ہے۔

جہاں تک بات ہے حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کا حضرت زینبؓ کو ہار دینے کی تو یہ جہیز کے ثبوت میں کوئی سند نہیں رکھتا؛ اس لئے کہ اوّلاً حضرت خدیجہؓ کا عمل ہے اور رسول اللہ ﷺ کی بعثت اور نبوت سے پہلے کا واقعہ ہے جب کہ وحی کا سلسلہ بھی شروع نہیں ہوا تھا اور اہلِ علم جانتے ہیں کہ قبل از بعثت واقعات سے استدلال نہیں کیا جاسکتا یعنی سنت ہونے پر تو کسی بھی طرح دلیل پکڑنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے، معروف مؤرخ ابن ہشام نے لکھا ہے کہ: ابوالعاص تجارت، امانت اور دولت میں مکہ کے چند ممتاز لوگوں میں سے تھے، اور حضرت خدیجہؓ اُن کی خالہ تھیں، چنانچہ حضرت خدیجہؓ نے خود ہی رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ ابوالعاص سے زینب کی شادی کردیں، اور رسول اللہ ﷺ حضرتِ خدیجہؓ کی رائے کے خلاف نہیں کرتے تھے، یہ واقعہ آپ ﷺ پر وحی نازل ہونے سے پہلے کا ہے۔(۱)

اور بعض حضرات نے یہ ثابت کیا ہے حضرت زینبؓ کا نکاح اگر بعثت پہلے سے بھی ہو تو تب بھی رخصتی بعثت کے بعد عمل میں آئی ہے اور اسی وقت حضرتِ خدیجہؓ نے اپنا ہار حضرت زینبؓ کو دیا ہے، یہ بھی مان لیا جائے تو وہ یہ جہیز نہیں جس کو مروّجہ ''تلک یا جہیز'' سے موسوم کیا جاسکے، یہ ایک اختیاری چیز ہے جو بغیر مطالبہ کے ہوا کرتی تھی۔

اس کے علاوہ یہ رسم غیر شرعی ہونے کے ساتھ ساتھ غیر فطری بھی ہے، جیسا کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے فرمایا کہ: مرد کو طالب اور لڑکی کو مطلوب بنایا گیا ہے؛ یہی وجہ ہے کہ بوقتِ نکاح شریعت نے لڑکے پر مہر کو واجب کیا نہ کہ لڑکی پر۔

جہیز زوجین میں سے کس کی ملک ہوگا؟

یہ سوال عموماً ہوتا ہے کہ جہیز کس کی ملک ہے، آیا شوہر کی یا بیوی کی؟ فقہاء کرام نے لکھا ہے

(۱) سيرة ابن هشام: ٦٥٢-٦٥١، سبب زواج ابى العاص عن زينب، مع تحقيق: مصطفى الستار

کہ سامان کا حکم اوراس کا دارو مدار عرف اور اشیاء کی نوعیت پر ہے جو چیزیں صرف مردوں کی استعمال کی ہیں جیسے نوشہ کا لباس وغیرہ تو وہ مرد ہی کا ہوگا اور جو خالصۃً عورتوں کے استعمال کا ہوگا جیسے زیورات وغیرہ تو وہ اسی کا شمار ہوگا۔ اور جو مشترکہ سامان ہوتا ہے جیسے فرنیچر وغیرہ تو دیکھا جائے گا کہ لڑکی کے باپ نے کس کو ہدیہ دینے کی نیت تھی؟ اگر داماد کو دینے کی نیت کی تھی تو وہ اس کا مالک ہو جائے گا اور تفریق وعلاحدگی کے وقت اس سامان کی واپسی کا مطالبہ نہیں کیا جا سکتا اور اگر اپنی لڑکی ہی کو دینے کا ارادہ کیا تھا جیسا کہ ہمارے یہاں بالعموم ہوا کرتا ہے تو لڑکی اس کی مالک ہوگی اور کسی بھی وقت اُسے سسرال لے جانے کی مجاز ہوگی، چنانچہ فتاویٰ ہندیہ میں یہ مسئلہ مذکور ہے :

''ایک خاتون نے شوہر کو اپنا سامان دیا اور کہا کہ اُسے فروخت کر دو، اور نکاح میں خرچ کردو تو شوہر نے ایسا ہی کیا تو کیا مرد پر عورت کے پیسے واجب ہوں گے؟ تو جواب یہ ہے کہ: ہاں واجب ہوں گے۔'' (۱)

اگر شادی کے بعد شوہر یا بیوی کے رشتہ دار اپنی حقیقی رضامندی سے کوئی تحفہ دلہا کو دیں اور وہ قبضہ کرے تو وہ اس کی ملکیت ہوگا، اس میں تصرف کا حق صرف شوہر ہی کو حاصل ہوگا

"الهبة هی تمليك العين مجّاناً أی بلا عوضٍ ،قوله : بلا عوض أی بلا شرط عوضٍ وحكمها ثبوت الملك للموهوب له " (۲)

اگر گھر کے سامان یا شادی کے موقعہ پر ملے تحائف کی ملکیت کے بارے میں بیوی اور شوہر کے مابین اختلاف اور تنازعہ ہو جائے تو ایسے موقع پر جو سامان اس نوعیت کا ہو کہ صرف عورتوں کیلئے مخصوص طور پر استعمال کا ہو وہ بیوی کی ملکیت ہوگا، اور اگر وہ سامان شوہر کے استعمال کا ہے تو وہ شوہر کی ملکیت ہوگا اور جو سامان دونوں کے مشترکہ استعمال کا ہے اور کسی کے پاس کوئی شہادت نہ ہو تو دیکھا جائے گا کہ عرف وعادت کے اعتبار سے ایسا سامان دلہن کو اس کے میکے والے دیتے ہیں تو اس بارے میں عورت کی بات یمین کے ساتھ

(۱) الفتاوی الهندية: ۱/ ۳۲۸،الفصل السادس عشر فی جهاز البنت

(۲) تنوير الأبصار علی هامش رد المحتار: كتاب الهبة: ۷۰۰

قبول کرلی جائے گی، اگر ایسا نہیں ہے تو چونکہ سامان مرد کے گھر میں ہے؛ لہٰذا ظاہرِ حال کا اعتبار کرتے ہوئے مرد کا قول یمین کے ساتھ معتبر ہوگا۔(۱)

جوڑے کی رقم اور جہیز رشوت ہے

اور ایک مسئلہ یہ ہے کہ اس نقدی رقم (جوڑے کی رقم) یا جہیز کے مطالبہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کتبِ فقہ کی ورق گردانی سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانہ میں اور آج کل عالمِ عربی میں صورت یہ رائج ہے کہ لڑکی والے لڑکے والوں سے خطیر رقم یا دیگر اشیاء کا مطالبہ کرتے ہیں، شرعی نقطۂ نظر سے مطالبہ کی بنیاد پر کسی چیز کا لینا رشوت ہے اور اس کیلئے ذریعہ و واسطہ بننا بھی حرام ہے "من السحت ما یأخذ ہ الصھر من الختن بسبب بنته بطیب نفسه حتّی لو کان بطلبه یرجع الختن" (۲)

فتاویٰ عبدالحئ میں ہے: " ومن الرشوۃ ما أخذه وليّ المرأۃ قبل النکاح اذا کان بالسوال أو کان اعطاء الزوج بناءً علی عدم رضائه علی تقدیر عدمه" (۳)

یہ بھی رشوت ہے جو عورت کا ولی نکاح سے پہلے لیتا ہے اگر وہ سوال کے ذریعہ ہے یا شوہر اس لئے دیتا ہے کہ نہ دینے کی صورت میں ناراضگی ہوگی تو یہ رشوت ہے۔

فقہاءِ کرام نے اس صورت کی بڑی شدومد سے حرمت بیان کی ہے، آج کل ہندوستان اور پورے برّصغیر کی موجودہ صورتحال کے بارے میں فرماتے ہیں: جب لڑکی والوں کے مطالبہ پر لڑکے کی طرف سے دی جانے والی رقم رشوت اور ناجائز ہے تو پھر لڑکے اور اس کے اہلِ خانہ کی جانب سے صراحۃً، کنایۃً، دلالۃً یا عرف ورواج کے طور پر جہیز اور نقدی کا مطالبہ بدرجۂ اولیٰ رشوت ہے جو حرام ہے اور اس کا لوٹانا بھی واجب ہے۔

---

(۱) الرد المحتار علی الدر المختار لابن عابدین: باب التحائف: ۵۹۷/۴–۵۹۸

(۲) رد المحتار: ۲۷۲/۵، نعمانیه دیوبند

(۳) الوسیلة المحمدیه مجموعه فتاوی عبد الحیٔ: ۷۴/۲، مطبع یوسفی

اور اس صورت میں بھی ممنوع ہے جب کہ صریح اور واضح الفاظ میں تو مطالبہ نہ ہو؛ لیکن غالب گمان یہ ہے کہ جہیز یا نقد رقم اگر ادا نہیں کی گئی تو یہ رشتہ منظور نہ ہوگا، ایا اگر بادل نخواستہ رشتہ طئے بھی ہو جائے تو بد سلوکی، حق تلفی، طعن و تشنیع اور ایذاء رسانی کا خدشہ ہو تو ان تمام صورتوں میں حرام ہے۔

اور علامہ ابن حزم الظاہریؒ نے اپنی مشہور و معروف تصنیف ''المحلیٰ'' میں دوٹوک اور فیصلہ کن انداز میں پوری وضاحت کے ساتھ لکھ دیا ہے کہ ''عورت کو جہیز دینے پر مجبور کرنا قطعاً جائز نہیں، نہ مہر کی رقم سے نہ دوسرے کسی مال سے "لا یجوز أن تُجبر المرأۃُ علی أن تجھّز الیہ بشیئ أصلاً لا من صداقھا و لا من غیرہ من سائر مالھا و الصداق کلّہ لھا تفعل فیہ ما شاء ت" (۱)

لیکن اگر کسی کی طرف سے مطالبہ کسی طرح کا نہ ہو تو پھر مشروط طور پر کچھ لینا دینا جائز ہے، شرط یہ ہے کہ اس جہیز دینے کا مقصد نام و نمود اور شہرت یا اسی طرح کی کوئی فاسد غرض شامل نہ ہو اور سامانِ جہیز بآسانی اور بخوشی فراہم کیا گیا ہو،" لیس المال بمقصودٍ فی النکاح فلا تُجبر المرأۃ علی تجھیز نفسھا من مھرھا ولا من غیرہ ولا یُجبر أبوھا علی تجھیزھا من مالہ" (۲)

۲۔ اسراف و فضول خرچی

دینِ اسلام تو وہ مذہب ہے جو تعلیم دیتا ہے کہ پانی میں بھی اسراف سے بچا جائے چنانچہ روایت میں ہے: رسول اللہ ﷺ کا حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس سے گذر ہوا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "وما ھذا الاسراف؟ " پانی کے خرچ کرنے میں یہ حد سے گذرنا کیا ہے؟

(۱) المحلیٰ: ۱۱/ ۱۱۹، مکتبۃ الجمھوریۃ العربیۃ، مصر
(۲) الاحکام الشرعیۃ: دفعہ: ۱۳/ ۱۹، اس مسئلہ پر مکمل بحث و تحقیق کیلئے رجوع کیجئے: ''جہیز یا نقد رقم کا مطالبہ شرعی احکام کی روشنی میں: از مولانا برہان الدین سنبھلی (قاضی پبلیشرز، اینڈ ڈسٹری بیوٹرز، نئی دہلی)۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا وضو میں بھی اسراف ہوتا ہے فرمایا: "نعم: وان كنتَ على نهرٍ جارٍ" ہاں اگر چہ تم بہتی نہر پر ہو۔(۱) اور کہا گیا: جو شخص تین مرتبہ کے بجائے چار مرتبہ اپنے اعضاءِ وضو کو دھوئے اس نے ظلم کیا اور حد سے تجاوز کیا "فمن زاد على هذا فقد أساء أو تعدّى وظلم".(۲)

وضو میں چوتھی مرتبہ دھونے والے نے ظلم اور برا عمل کیا؛ لیکن کیا کیجئے! دین اور دین کی محنت سے دوری کی نحوست کہ امت میں وضو سے لے کر معاشرت تک اِسراف پھیل گیا ہے، تقریب کی رونق اور چکا چوند کو برقرار رکھنے کیلئے رقعہ کی چھپائی سے لے کر مقامِ تقریب کے انتظامات تک بے تحاشا پیسے خرچ کئے جاتے ہیں، مقامِ تقریب کی آرائش وزیبائش، شامیانے، لائٹنگ ڈیکوریشن وغیرہ پر پانی کی طرح پیسے بہائے جاتے ہیں اس بے جا فضول خرچی اور اسراف کا تقریبِ شادی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے، محض جھوٹی شان جتلانا اور معاشرہ میں اپنا قد اونچا کرنا مقصود ہوتا ہے؛ حالانکہ شریعت نے اسراف وفضول خرچی پر مختلف قسم کی وعیدیں سنائی ہیں، ارشادِ خداوندی ہے: وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ (۳) اِسراف مت کرو، بیشک اللہ تعالیٰ اِسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ دوسری جگہ ارشاد ہے: اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ (۴) بے ہودہ اڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہوتے ہیں، یعنی جیسے شیطان نے عقل کی دولت کو اللہ کی نافرمانی میں خرچ کیا، یہ لوگ بھی مال کی نعمت کو معصیت میں صرف کر رہے ہیں۔

مال بھی ایک نعمتِ خداوندی ہے، اس کے بارے میں قیامت کے دن پوچھ گچھ ہوگی؛

---

(۱) ابن ماجه: باب ما جاء في القصر: حديث: ٤٢٥، بوصیری کہتے ہیں کہ: حیی بن عبداللہ اور عبداللہ بن لہیعہ کی وجہ سے اس کی سند ضعیف ہے: مصباح الزجاجة: كتاب الطهارة والسنن: ۱/۲۷

(۲) سنن كبرى للبيهقي: باب كراهية الزيادة على الثلاث، حديث: ۳۸۷، علامہ نووی نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے، اس کو ابوداؤد اور دیگر لوگوں نے روایت کیا ہے اور یہ تمام کی تمام سندیں صحیح ہیں: شرح مسلم: باب وجوب غسل الرجلين بكمالهما: ۳/۱۲۹

(۳) الاعراف: ۳۱ (۴) الاسراء: ۶۷

ابن آدم اس وقت تک اپنے قدم میدانِ محشر سے نہیں اٹھا سکے گا، جب تک اس سے پانچ چیزوں کے بارے میں نہ پوچھ لیا جائے، "حتّیٰ یسئل عن خمس" ان میں سے ایک مال بھی ہے، جس کے بارے میں یہ سوال ہوگا کہ: ''مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا'' " وما له من این اکتسبه و فیما انفقه"(۱)

ظاہر ہے کہ جب مال ایسی حرام جگہوں پر برباد ہوجائے گا تو پھر دینی تقاضوں کیلئے کوئی گنجائش کہاں رہے گی۔

۳۔ رِیاء اور نمود

ساری مخلوقات کی حقیقت یہ ہے کہ " فَلَا یَـمْلِکُونَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَلَا ضَرًّا وَلَا مَوْتًا وَلَا حَیَاةً وَّلَا نُشُوْرًا "(۲) کہ وہ سب اپنے کسی بھی قسم کے نفع ونقصان اور موت وحیات کے مالک نہیں ہیں، تو دوسروں کو کیا نفع ونقصان حکمِ الٰہی کے بغیر پہنچا سکیں گے۔

عزت کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی بغیر کسی نفع یا نقصان کی امید کے دوسرے کا کام کرے، اور یہ صرف دین کی بنیاد پر ہوسکتا ہے، عہدے یا کرسی یا ظاہری ٹھاٹ باٹ کی بنیاد پر جو اعزاز ہوتا ہے وہ حقیقت میں اس صاحبِ منصب یا مالکِ ثروت کا احترام نہیں ہوتا؛ بلکہ کرسی اور روپیئے کا ہوتا ہے، اور وہ جب چلا جائے تو سارا واہ واہ اور مکھیاں ختم ہوجاتی ہیں، اس سے بھی آگے حقیقت یہ ہے کہ کرسی اور روپیئے کے سامنے بھی اپنے اغراض کی وجہ سے گھٹنے ٹیک دیئے جاتے ہیں، حقیقی عزت حضرت بلال رضی اللہ عنہ، سمیہؓ، زنیرہؓ، رابعہ بصریہؒ، شعوانہ کو ملی، جو صرف غلام تھے، مگر آج ان کے تذکرے قائم ودائم ہیں، "وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَلٰکِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ (۳) ایک قادرِ مطلق ذوالجلال والاکرام کو راضی کرلے یہ آسان ہے، لیکن سارے بے دین، خود غرض، خدا و آخرت سے بے خوف لوگوں کو کبھی راضی نہیں کیا جاسکتا ہے جیسا کہ مشہور لطیفہ ہے:

(۱) ترمذی: باب فی القیامة: حدیث:٢٤١٦، دار احیاء التراث العربی، اس روایت کو امام ترمذیؒ نے حسن صحیح کہا ہے۔

(۲) الفرقان: ۳ (۳) المنافقون: ۸

باپ بیٹے گدھے کی سواری پر ایک ساتھ بیٹھ گئے، یا دونوں اتر گئے یا باپ بیٹھا یا بیٹا بیٹھا تب بھی لوگوں نے طعنہ دینا نہیں چھوڑا، اسی بات کو رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا: من التمس رضا الناس بسخط اللہ وکّلہ اللّٰہ الی الناس، ومن التمس رضا اللّٰہ بسخط الناس کفاہ اللّٰہ مؤنۃ الناس (۱)

جو شخص لوگوں کو خوش کرنے کیلئے اللہ کو ناراض کردے تو اللہ عزوجل اس کو لوگوں کے حوالے کردیتے ہیں، جو شخص لوگوں کو ناراض کر کے اللہ کو راضی کرنے میں لگ جائے تو اللہ عزوجل لوگوں کی طرف سے اس کیلئے کافی ہوجاتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا: من سمّع النّاس بعملہ، سمّع اللّٰہ بہ سامع خلقہ وصغّرہ وحقّرہ جو شخص اپنے عمل کو لوگوں کے درمیان مشہور کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے اس ریاء والے عمل کو اپنی مخلوق کے کانوں تک پہنچادیں گے، (کہ یہ ریاکار ہے) اور اس کو لوگوں کی نگاہ میں چھوٹا اور ذلیل کردیں گے۔(۲)

چنانچہ حکیم الامتؒ نے لکھا ہے کہ ایک چودھری نے ہر باراتی کو دو دو سونے کے سکے دیئے؛ تاکہ شادی یادگار رہے، راستہ میں کسی اللہ والے نے چھپا کر اسے بٹھایا تو اس نے لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا: چودھری بڑا بخیل ہے، چاہتا تو تین سکے دے سکتا تھا، اتنا خرچ کرنے کے باوجود چودھری کو پشیمانی کا سامنا کرنا پڑا اور مشاہدہ میں بھی آیا ہے کہ بڑی سی بڑی ہوٹل میں شادی ہوئی، انواع واقسام کے کھانے تھے؛ مگر لوگ کھا کر عیب نکالتے جارہے ہیں۔

ایسے ریاء اور نمود والی دعوتوں میں جانے سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ان النبی

---

(۱) ترمذی کتاب الزھد: باب منہ، حدیث: ۲۴۱۴ ، منذری کہتے ہیں کہ: اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے، اس میں ایک شخص کا نام ذکر نہیں کیا، پھر اس کو ایک دوسری سند سے غیر مرفوع طریقے سے حضرت عائشہ سے نقل کیا ہے: الترغیب الترھیب: کتاب القضاء: حدیث: ۳۴۰۴ ، پھر اسی کے مثل ایک روایت منذری نے طبرانی کے حوالہ سے سندِ جید کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

(۲) المعجم الکبیر: من اسمہ القاسم، حدیث: ۴۹۸۴، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ احمد اور طبرانی الکبیر کے رجال صحیح کے رجال ہیں: مجمع الزوائد: باب ما جاء فی الریاء: حدیث: ۱۷۶۶۰

نهى عن طعام المتبارين أن تو كل نبی کریم ﷺ نے ایک دوسرے پر فخر کرنے والے دو شخصوں کا کھانا کھانے سے منع فرمایا۔(۱)

اور ایک روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "من لبس ثوب شهرة فی الدنيا ألبسه الله ثوب مذلّة يوم القيامة ثمّ الهب فيه نارًا" جس شخص نے دنیا میں شہرت کا لباس پہنا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو ذلت کا لباس پہنا کر اس میں آگ بھڑکا دیں گے۔(۲)

ابونعیم نے "الحلية" میں حضرت عائشہؓ سے یہ روایت کیا ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے کپڑے پہن لئے اور گھر میں چل پھر کر اپنے کپڑوں اور دامن کو دیکھنے لگی کہ اسی دوران حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آمد ہوئی، انہوں نے کہا: اے عائشہ! کیا تمہیں پتہ نہیں کہ اس وقت اللہ عزوجل کی نظر رحمت تمہاری طرف نہیں تھی "اما تعلمين ان الله لا ينظر اليك الآن" (۳)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تمہیں پتہ نہیں کہ بندے میں جب دنیا کے بناؤ سنگھار کی وجہ سے خود پسندی پیدا ہو جاتی ہے تو اس کا رب اس سے ناراض ہو جاتا ہے، جب تک وہ اس زینت کو اپنے سے علیحدہ نہیں کرتا "انّ العبد اذا دخله العجب بزينة الدنيا مقته ربّه حتّى يفارق تلك الزينة" حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ: میں نیا کپڑوں کو نکال کر صدقہ کر دیا۔(۴)

اللہ والے لوگوں کو اور ایمان والوں کو اعمالِ دین پر حقیقی عزت ملتی ہے، اس کے برخلاف کپڑے، کرسی، مال و دولت پر دِکھلاوے کی اور جھوٹی عزت ملتی ہے اور وہ مال کے ختم ہونے پر ختم ہو جاتی ہے اسی حقیقت کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس طور پر سمجھایا ہے،

(۱) ابوداؤد : حدیث/۳۶۶۲، حاکم نے اس کو صحیح السند قرار دیا ہے۔

(۲) ابن ماجه: باب من لبس ثوب شهرة ، حديث:٣٦٠٧، منذری نے کہا ہے کہ اس کو ابن ماجہ نے سندِ حسن کے ساتھ ذکر کیا ہے: الترغيب والترهيب: كتاب اللباس، حديث:٣١٧٧

(۳) حلية الأولياء:ابوبكر صديق:١/٣٧، دار الكتاب العربی،الطبعة الرابعة: ١٤٠٥ھ

(۴) كنز العمال:ادب اللباس: حديث:٤١٨٣٢

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو کسی نے ولیمہ کی دعوت دی، آپ کے جسم پر معمولی اور گھٹیا قسم کے کپڑے تھے آپ ولیمہ میں تشریف لے گئے تو آپ کو ولیمہ میں شریک کرلیا گیا، جب ثرید (روٹی اور شوربے سے مخلوط کھانا) لایا گیا تو آپ نے اپنی آستین اس کھانے پر رکھ دی (گویا آستین کو کھانا کھلا رہے ہیں) لوگوں نے پوچھا کہ ابو ہریرہ! یہ کیا ہے؟ تو فرمایا کہ: اس ولیمہ میں دراصل انھیں کپڑوں کو دعوت ہے، مجھے نہیں، کیونکہ مجھے داخل ہونے سے اس لئے منع کر دیا گیا تھا کہ کپڑے اچھے نہیں، یہ کہہ کر آپ رونے لگے اور فرمایا کہ میرے حبیب (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) دنیا سے تشریف لے گئے اور ان کھانوں سے آپ نے کچھ حاصل نہیں کیا۔ (۱)

۴-ایذاء رَسانی

بعضے شادیوں کی ایک خرابی اور گناہ یہ بھی ہوتا ہے کہ اس میں حقوق العباد کی رعایت نہیں ہو پاتی، ناچ، گانا، باجا گاجا اور آتش بازی کی اس قدر گھن گرج اور آواز ہوتی ہے کہ دوسروں کا جینا دوبھر ہوجاتا ہے، رات کے اوقات میں نیندیں حرام ہوجاتی ہیں، بوڑھے، بیمار، بچوں اور مجبوروں کا چین وسکون غارت ہوجاتا ہے، سڑکوں پر باراتی اس طرح قبضہ کئے نظر آتے ہیں جیسے یہ کوئی عوامی شاہراہ نہیں ہوئی؛ بلکہ ان کے باپ کی جاگیر ہوگئی، راہ گیروں کو اذیت اور تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے، گھنٹے دو گھنٹے کیلئے ٹرافک بھی بند ہوکر رہ جاتی ہے، جس کی وجہ سے ایمرجنسی مریض کو اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے، اور بعضے دفعہ بہت سے لوگوں کی ٹرین اور ہوائی جہاز سے روانگی خطرہ میں پڑ جاتی ہے؛ حالانکہ ایک مسلمان کا یہ شیوہ نہیں کہ اس کی کسی نقل وحرکت سے کسی دوسرے کو کسی طرح کی جسمانی، یا ذہنی یا نفسیاتی یا مالی تکلیف پہنچے، اس بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن وہ ہے جس سے لوگ اپنی جان اور مال کے بارے میں مامون رہیں"المؤمن من امنه النّاس علٰی دماء هم واموالهم"(۲)

---

(۱) مواهب الجليل : ٤/٤

(۲) ترمذی: باب انّ المسلم من سلم المسلين: حديث: ٢٦٢٧، اس روایت کو امام ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے۔

ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں: عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سواریوں کو اس طرح باندھ کر رکھا کہ راستہ بند ہو گیا، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص راستہ چلنے والوں کیلئے راستہ بند کر دے یا راستہ تنگ کر دے اُسے جہاد کا کوئی ثواب نہیں ملے گا، " من قطع طريقا أو ضيق مخرجا فلا جهاد له " (۱)

جب راہ گذر لوگوں کو اتنی تکلیف دینے سے جہاد جیسے عظیم الشان عمل کا ثواب ختم ہو جاتا ہے تو ہمارے وہ نکاح جس میں بجائے جانے والے پٹاخوں، بینڈ باجوں سے محلّہ کے بوڑھوں ،بچوں اور بیماریوں کا سکون حرام ہو جائے اور ان کی سسکیاں اور بددعائیں ہماری تقاریب کی بنیاد میں ہوں تو ثواب اور خیر و برکت تو چھوڑیئے صاف طور پر پروردگارِ عالم کی ناراضگی اثر دکھاتی ہے، اسی کا اثر ہے کہ شادی بیاہ کی تقاریب کے بعد انتشار، پھوٹ، باہمی رنجشوں اور ایک دوسرے سے بے رُخی اور معمولی باتوں پر قطع رحمی کا سلسلہ جاری ہو جاتا ہے۔

۵۔بے پردگی

اللہ رب العزت نے کائنات میں کچھ چیزوں کو چھپا کر رکھا ہے اور کچھ چیزوں کو بہت سی مصلحتوں سے نمایاں رکھا ہے، اسی طرح دوسرا اُصول یہ بھی کارفرما معلوم ہوتا ہے کہ نازک اور قیمتی چیز کو چھپا کر رکھا ہے جیسے: آنکھ، دل، دماغ اور دیگر قیمتی اعضاء جسمانی کو مضبوط ہڈیوں میں چھپا کر رکھا ہے، یہ عورت بھی اسلام میں باعزت اور عالی مقام کی حامل ہے؛ اس لئے اسے پردہ اور حیاء کا زیور دیا گیا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسی "أبـرّهـا قلوبًـا" اور انبیاء کے بعد سب سے پاکیزہ جماعت کو رسول اللہ ﷺ کی ازواج کے بارے میں یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ " وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ، ذٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ " (۲) جب تمہیں کوئی چیز مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگو اس میں تمہارے اور ان کے دل پاکیزہ رہیں گے۔

(۱) شرح مشكل الآثار : باب بيان ما اشكل علينا : ۲۱/۱

(۲) الأحزاب : ۵۳

معلوم ہوا کہ بے پردگی کے ساتھ دل کبھی پاک نہیں رہیں گے۔

موجودہ زمانے کی شادیوں کی ایک خرابی یہ بھی ہوتی ہے کہ عورتیں نہایت سج دھج کر اور ساری زیب وزینت کا اظہار کرتے ہوئے مردوں میں بے تحاشا آمدورفت رکھتی ہیں، اس پر بس نہیں ہوتا؛ بلکہ بسا اوقات نامحرم لوگوں کے اس اجتماع کے موقع سے بہت سارے منچلے لڑکے اور لڑکیاں ایک دوسرے سے دل لگی اور ہنسی اور مذاق کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، نازیبا و نامناسب حرکات وسکنات کا تبادلہ ہوتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے "لعن اللّٰہ الناظر والمنظور الیه" یعنی اللہ کی لعنت ہو اس پر جو (عورت کو) بری نظر سے دیکھے اور اس پر جس کی طرف دیکھا جائے۔(۱)

ایک روایت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یوں مروی ہے کہ: آنکھیں (زنا کرتی ہیں) کہ ان کا زنا دیکھنا ہے اور کان (زنا کرتے ہیں) کہ ان کا زنا سننا ہے اور زبان (زنا کرتی ہے) کہ اس کا زنا بولنا ہے اور ہاتھ بھی زنا کرتے ہیں کہ ان کا زنا پکڑنا ہے، "فالعینان تزنیان وزناھما النظر، والیدان تزنیان وزناھما البطش ، والرجلان یزنیان وزناھما المشی، والفم یزنی وزناہ القبل" (۲)

اور ایک روایت میں نبی ﷺ کا ارشاد ہے فرماتے ہیں: بہت سی عورتیں ایسی ہیں جو بظاہر کپڑے پہنی ہوئی ہوتی ہیں؛ لیکن حقیقت میں ننگی ہوتی ہیں، دوسروں کو اپنی طرف مائل کرنے اور دوسروں کی طرف مائل ہونے میں بڑی مشاق ہوتی ہیں، نہ صرف یہ جنت سے دور ہوں گی؛ بلکہ اس کی خوشبو سے بھی محروم رہیں گی، اور جنت کی خوشبو سو میل کی مسافت کی دوری سے محسوس ہوتی ہے "النساء کاسیات، عاریات، مائلات، ممیلات، لا یدخلن الجنّة ولا یجدن ریحھا، وریحھا یوجد من مسیرة خمس مائة عامٍ" (۳)

(۱) سنن کبریٰ للبیھقی: باب ما جاء فی الرجل ینظر، حدیث: ۱۳۳٤٤، یہ حدیث ضعیف ہے

(۲) مسند احمد: مسند ابی ھریرة، حدیث: ۸۵۰۷، محقق شعیب الارنؤط کہتے ہیں کہ: اس کی سند مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔

(۳) مؤطا مالك : باب ما یکرہ للنساء لبسه من الثیاب ، حدیث : ۳۳۸، مؤسسة زائد بن سلطان آل نھیان

اور ایک موقع سے حضور ﷺ نے فرمایا: حضرت ابوموسیٰ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: (نظرِ بد ڈالنے والی) ہر آنکھ زنا کار ہے اور کوئی عورت جب عطر لگا کر (مردوں کی) مجلس کے قریب سے گذرے تو ایسی ویسی ہے یعنی زنا کار ہے "والمرأة اذا استعطرت فمرّت بالمجلس فهي كذا و كذا يعني زانية "(۱)

جیسا کہ اوپر کی حدیث میں گذرا کہ آنکھ کا زنا دیکھنا ہے "وزناهما النظر" اس حدیث میں آنکھ کا زنا بیان فرما کر حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ: جو عورت خوشبو لگا کر مردوں کی مجلس کے پاس سے گذرے اس کا یہ عمل بھی زنا ہے؛ کیونکہ کسی مرد و عورت میں زنا کاری کے جو تعلقات ہوتے ہیں یکلخت نہیں ہوجاتے؛ بلکہ اصل زنا سے پہلے ایسے کام کئے جاتے ہیں جو آپس میں ایک دوسرے کو قریب تر کرتے چلے جاتے ہیں؛ اس لئے شریعت نے جو چیزیں اصل زنا کا سبب بنتی ہیں اسے بھی زنا کا حکم دیا اور اسے بھی حرام قرار دیا ہے۔

کتنے افسوس کا مقام ہے کہ ہماری بہنوں کا پردہ خوشیوں کے موقعہ پر باقی رہتا ہے اور نہ غمی کے موقع پر، حضرت زینبؓ نے اپنے ولیمہ کے موقع پر چھوٹے سے کمرے میں دیوار کی طرف منہ کرکے آنے والے مہمان صحابہ رضی اللہ عنہم سے پردہ فرمایا اور امِ خلّادؓ نے جب ان کا بیٹا شہید ہوگیا اور وہ اس مقتول بیٹے کے بارے میں حالتِ نقاب میں رسول اللہ ﷺ سے دریافت کرنے لگیں تو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: تم اپنے بیٹے کے بارے میں پوچھنے آئی ہو، اور چہرے پر نقاب بھی؟ اس خاتون نے جواب دیا: "انّ أرزأ فلم أرز أحيائي" کہ میرے بیٹے پر مصیبت آئی ہے تو میری حیاء پر تو مصیبت نہیں آئی۔(۲)

ابن الجوزیؒ نے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک عدالت میں بیوی نے شوہر پر مقدمہ دائر کیا کہ وہ مجھے پانچ سو درہم دینا باقی ہے، شوہر نے انکار کیا، بیوی سے قاضی نے گواہ طلب کئے، اس نے دو مرد گواہ پیش کردیئے، گواہوں کیلئے شریعت میں چہرہ دیکھنا جائز ہے، انہوں نے کہا کہ:

---

(۱) ترمذی: باب كراهية خروج المرأة متعطرة، حديث: ۲۷۸۶، امام ترمذی کہتے ہیں کہ: یہ حدیث حسن اور صحیح ہے۔

(۲) ابوداؤد: كتاب الجهاد: باب فضل قتال الروم، حديث: ۲۴۸۸، فرج بن فضالہ کی وجہ سے یہ حدیث ضعیف ہے۔

جب تک ہم اس خاتون کا چہرہ نہ دیکھ لیں اس وقت تک بھروسہ مند طریقے سے گواہی نہیں دے سکتے، قاضی نے چہرہ کھولنے کی اجازت دی، شوہر کی رگِ حمیت پھڑ پھڑائی، اس نے کہا: میں رقم دینے تیار ہوں، گرچہ میرے ذمے نہیں؛ مگر بیوی کو بے پردہ نہیں کر سکتا۔ (۱)

ضرورت اس بات کی ہے کہ نامحرم ویٹروں، ڈرائیوروں اور اپنے خالہ زاد، چچا زاد رشتہ داروں سے پردہ کیا جائے جن سے اللہ نے پردہ کا حکم دیا ہے۔

حضرت عائشہؓ سے ان کی ایک باندی نے آکر کہا کہ میں نے بیت اللہ کا طواف کیا، اور حجرِ اسود کو تین مرتبہ بوسہ بھی دیا تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا: لا اٰجرك اللّٰـه ، لا اجرك اللّٰه اللہ تمہیں ثواب نہ دے، اللہ تمہیں اجر نہ دے، تم مردوں کے ساتھ دھکے دے رہی تھی، دور سے تکبیر کہہ کر نکل جاتی تدافعين الرجال ألّا كبّرت و مررت (۲)

حضرت سودہ بنتِ زمعہؓ فرماتی ہیں: اللہ نے ''وَ قَرۡنَ فِیۡ بُیُوۡتِکُنَّ'' میں ہمیں گھروں میں رہنے کیلئے کہا ہے اس کے بعد ان کا جنازہ کمرہ سے نکلنے تک وہ گھر سے باہر نہیں نکلیں، چونکہ وہ نفل حج وعمرہ کر چکی تھیں، اس لئے نفل حج عمرے کیلئے بھی نہیں نکلیں: فو اللّٰه ما خرجت من حجرتها حتى خرجت جنازتها (۳)

۶۔ گانا بجانا اور موسیقی

موجودہ زمانے کی شادیوں کی ایک خرابی گانا بجانا اور موسیقی ہے، بے حیائی اور بیہودگی پر مشتمل الفاظ واشعار یہ گانے باجے، سروں کے ساتھ مستی اور دھوم کے ساتھ گائے جاتے ہیں۔

لہو ولعب، گانے، بجانے اور اس کے ساز وسامان اور اس میں مصروف رہنے والوں کی مذمت کرتے ہوئے قران میں فرمایا: " وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّشۡتَرِیۡ لَهۡوَ الۡحَدِیۡثِ لِیُضِلَّ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ " (۴) اور بعض لوگ ایسے ہیں جو بے ہودہ باتوں کے خریدار

(۱) المنتظم فی تاریخ الأمم والملك: ۴۰۳/۱۲

(۲) مسند الشافعي : ومن كتاب المناسك : ۱۲۷/۱

(۳) المحرر الوجيز ، سورة الاحزاب : ۴۴۳/۴، دار الكتب العلمية ، اللبنان

(۱) لقمٰن : ۶

بنتے ہیں، جو غافل کرنے والی ہیں اللہ کی راہ سے) یہاں پر اللہ کے راہ سے غافل کرنے والی چیزیں یعنی گانا بجانا ہے۔

اور " وَاسۡتَفۡزِزۡ مَنِ اسۡتَطَعۡتَ مِنۡهُمۡ بِصَوۡتِكَ " (۱) ان میں جس چیز پر تیرا قابو چلے اپنی چیخ و پکار سے اس کا قدم اُکھاڑ دینا۔

اس آیت کی تشریح میں علماء نے لکھا ہے کہ یہاں آواز سے مراد موسیقی اور گانا ہے، مطلب یہ ہے کہ شیطان تو اس آواز کے ذریعہ جس کو چاہے دین وعبادت سے اس کے قدم پھسلا دے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "انّ الغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء البقل" (۲) گانا دل میں ایسے نفاق پیدا کرتا ہے جیسے پانی سبزہ اُگاتا ہے، پانی کنجال پیدا کرتا ہے ایسے ہی موسیقی نفاق پیدا کرتی ہے۔

ان سب سے بڑی بات تو یہ محسوس ہوتی ہے کہ نبی رحمت، مشفقِ انسانیت ﷺ نے جس گانے بجانے کے بارے میں فرمایا ہے کہ "امر ربّی بمحق الغناء" میرے رب نے مجھے راگ، ساز بجانے کو مٹانے کا حکم دیا ہے، اسی کو ہم پیسے دے دے کر خریدیں اور برسرِ عام بڑی ڈھٹائی کے ساتھ حکمِ خداوندی کی دھجیاں بکھیرتے چلے جائیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ : "ایّاکم واستماع المعازف والغناء" تم گانے اور موسیقی سننے سے بچو۔ (۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں امت کے اس طبقے پر عذاب کے اندیشے کا اظہار کیا گیا ہے جو شراب پیتے ہوں، ریشم پہنتے ہوں اور دَف بجاتے ہوں، میری امت کے ایک گروہ کی صورتیں بندروں کی طرح ہو جائیں گی اور ایک گروہ کی خنزیر کی طرح، ایک گروہ کو دھنسا دیا جائے گا، ایک گروہ پر ہوا کا عذاب ہوگا؛ چونکہ ان لوگوں نے شراب پیا،

---

(۱) الاسراء : ٦٤

(۲) سنن کبریٰ للبیهقی: باب الرجل یغنی فیتخذوا الغناء: حدیث: ۲۰۷۹۷،
علامہ نووی نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے،

(۳) کنز العمال : باب الاکما ل من التغنی المحظور ، حدیث : ٧٠٦٦٧

ریشم کے کپڑے پہنے، گانے والیوں کو اپنے پاس رکھا، باجے بجائے " بأنّهم شربوا الخمور ، ولبسوا الحرير ، واتّخذوا القيان وضربوا بالدفوف "(۱)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے گانے بجانے کی آواز سنی تو اپنی انگلیاں کان میں کھ لیں، اور اپنے لڑکے نافع سے کہا: کیا تمہیں آواز سنائی پڑتی ہے، انہوں نے کہا: نہیں، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا تو آپ نے بھی یوں ہی فرمایا تھا۔(۲)

ان احادیث سے گانے بجانے اور موسیقی کے غیر مشروع ہونے اور خدا کے عذاب کو دعوت دینے والی ہونا بخوبی سمجھ میں آتا ہے۔

نوٹ: بعض لوگوں کو شادی کے موقع پر دف بجانے کی اجازت سے یہ وہم ہوا کہ وہ باجے بجانے کو بھی جائز جاننے اوران روایات سے اس کے جواز کو ثابت کرنے لگے ہیں؛ حالانکہ اس سے گانے بجانے کے جواز کو بالکل ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

اس حوالے سے روایات اس طرح ہیں:

حضرت ربیع بن معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کی شادی کے موقع سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اوران کے سامنے چند بچیاں دف بجا رہی تھیں اور غزوہ بدر میں میرے آباء واجداد کی بہادری کا ذکر کر رہی تھے۔(۳)

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کے موقع پر دف بجانے کا حکم دیا اور ایک انصاریہ کی شادی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ تم نے دلہن کے ساتھ کسی عورت کو کیوں نہیں بھیجا کہ جو اس طرح گاتی " أتيناكم ، أتيناكم وحيّاكم "(۴) (ہم تمہارے پاس آئے، تمہارے پاس آئے، ہم کو اور تم کو مبارک ہو)۔

حضرت عامر بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں قرظہ بن کعب رضی اللہ عنہ

(۱) كنز العمال: كتاب الهو واللعب من قسم الأفعال، حديث: ٤٠٦٧٧

(۲) المعجم الاوسط : حديث : ١١٧٣، دار الحرمين القاهرة ، ١٤١٥ھ

(۳) بخاری : باب ضرب الدف فی النكاح والوليمة : حديث : ٤٨٥٢

(۴) ابن ماجه: باب الغناء والدف: حديث: ١٩٠٠، دار الفكر بيروت، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس کو احمد نے روایت کیا ہے، اس میں حسین بن عبداللہ بن ضمیرہ ہیں، اس کے باقی رجال ثقہ ہیں۔

اور ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شادی میں گیا، وہاں چند بچیاں گیت گا رہی تھیں، میں نے کہا: تم دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی اور بدری صحابی ہو اور تمہاری موجودگی میں یہ سب ہو رہا ہے تو انہوں نے کہا: چاہے تو تم بیٹھ جاؤں اور چاہو تو یہاں سے چلے جاؤ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی کے موقع سے اس طرح کی تفریح کی ہمیں اجازت دی ہے "اجلس ان شئت وان شئت اذهب، قد رخص لنا في اللهو عند العرس"(۱)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ اچھے اشعار پڑھنے کی اجازت ہے۔

اور فتاویٰ عالمگیری کی عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ شادی کے موقع پر اور عید کے دن دَف (ڈھولک) بجانے کی اجازت ہے۔(۲)

لیکن بے ہودہ، عشقیہ، گالیوں اور طعنوں پر مشتمل اشعار پڑھنا، بالغ یا مشتہاۃ بچیوں کا اجنبیوں تک اپنی آواز پہنچانا، دف کے علاوہ کسی اور چیز سے اپنی آواز ہم آہنگ کرنا جیسے ہارمونیم، طبلے، باجے وغیرہ، مطلقاً حرام، ناجائز اور شدید گناہ اور معصیت کے کام ہیں، اور ہمارے زمانے میں دَف کی اجازت سے قوی اندیشہ ہے کہ؛ بلکہ مشاہدہ ہے کہ ان ساری برائیوں کو راہ مل جاتی ہے؛ اس لئے ہمارے زمانے میں اس کی اجازت نہیں دینا چاہئے، اور اس سے بچنا چاہئے، یہی بات حضرت اشرف علی تھانویؒ نے کہی ہے۔(۳)

دعائیہ اور صالح و داعی اشعار پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

الغرض محقق علماء نے دف بجانے جائز کہا ہے اور جن کے مذہب و مسلک کے مطابق دَف بجانے کی اجازت ہے وہ ان شرائط کے ساتھ مشروط ہے :

۱- یہ دَف بجانا لہو ولعب کیلئے نہ ہونا چاہئے، بلکہ محض اعلان کیلئے ہونا چاہئے۔(۴)

۲- دَف میں گھونگرو اور جانجھ نہ ہونا چاہئے اگر اس میں گھونگرو لگے ہوں تو اس کا استعمال کسی وقت بھی جائز نہیں۔(۵)

---

(۱) نسائي: باب اللهو والغناء عند العرس، حديث: ۳۳۸۳، حافظ ابن حجر نے حاکم کے حوالے سے اس کو فتح الباری میں صحیح قرار دیا ہے: فتح الباری: ۹/۲۲۶

(۲) الفتاوى الهندية: الباب السابع لمشرفي الغناء واللهو: ۱/۳۵۱، دار الفكر، بيروت

(۳) امداد الفتاویٰ: ۲/۲۹۱ (۴) المغنی: ۶۳۷ (۵) البحر الرائق: ۳/۸۶

۳۔ دَف بجانے میں بالکل سادگی، موسیقی کے انداز پر نہ ہو اور عرب کے لوگ جس طرح سادگی سے بجاتے تھے، اسی طرح ہو۔(۱)

۴۔ اکثر حضرات نے لکھا ہے کہ دَف کا بجانا صرف عورتوں اور بچیوں کو جائز ہے، لیکن مردوں کو دَف بجانا جائز نہیں۔(۲)

۷۔ تصویر اور ویڈیو گرافی

موجودہ زمانے کی شادیوں میں ہونے والا ایک گناہ تصویر کشی اور ویڈیو گرافی بھی ہے، اس میں ابتلائے عام کا یہ حال ہے کہ ہر چھوٹا، بڑا، غریب، مالدار اپنی تقریب میں اس کا اہتمام کرتا نظر آتا ہے، اس کی ایک خرابی تو یہ ہوتی ہے کہ ایک نامحرم اجنبی شخص عورتوں کے مجمع میں آکر ان کے مختلف انداز سے فوٹو لیتا ہے، خاص طور سے دلہن کے مختلف انداز سے پوز لئے جاتے ہیں، اس نامحرم شخص کی ان عورتوں پر نظر پڑتی ہے جو ایک گناہ ہے، پھر اس کی کیسٹ اور سی ڈی تیار کر کے مختلف مواقع سے نامحرم لوگوں کے سامنے وہ کیسٹ اور سی ڈی دکھائی جاتی ہے، اس طرح بے حیائی اور بے غیرتی پر مشتمل فوٹو زدیکھ کر مرد و عورت کے دل میں کیا کیا خیالات ابھرتے ہوں گے اس کا اندازہ ہر شخص لگا سکتا ہے۔

تصویر کشی، فوٹو سازی کی ممانعت کے تعلق سے بے شمار احادیث وارد ہوئی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ: سب سے زیادہ عذاب اللہ کے نزدیک تصویر بنانے والے کو ہوگا

"انّ أشدّ النّاس عذابًا عند الله المصوّرون"(۳)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ: حضرت ابوزرعہؒ سے مروی ہے کہ وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ کے ایک گھر گئے، وہاں انہوں نے گھر کے بالائی حصے میں ایک تصویر ساز کو تصویر بناتے دیکھا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ

(۱) کف الرعاع لابن رجب : ۵۲/۱ (۲) دلیل الطالب : ۲۴۹/۱

(۳) بخاری: باب العذاب المصورین یوم القیامة ، حدیث: ۵۶۰۶، مع تحقیق : محمد مصطفی دیب البغا

اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو خدا کی طرح تخلیق کرنے لگے، وہ ایک دانہ اور ذرہ کی تخلیق کر کے ہی بتائے " فليخلقوا حبّة وليخلقوا ذرّة " (۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں: تصویر بنانے والوں کو قیامت کے دن سخت عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا: اپنی تخلیق کو زندہ کرو " أحيوا ما خلقتم" (۲)

حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں ہے " وكلّف يوم القيمة أن يُنفخ فيها الروح وليس بنافخ" اسے اس وقت عذاب دیا جائے جب تک کہ روح نہ پھونک دے اور وہ اس میں روح پھونک نہیں سکے گا۔(۳)

نبی کریم ﷺ کو حضرت فاطمہؓ سے کتنی محبت تھی، سفر میں تشریف لے جاتے تو سب سے اخیر میں حضرت فاطمہؓ سے ملتے اور واپسی پر سب سے پہلے حضرت فاطمہؓ ہی سے ملاقات کرتے؛ تاکہ جدائیگی کا وقفہ کم رہے، مگر ایک مرتبہ اپنے جگر گوشہ چہیتی بیٹی کے دروازہ پر آخرت سے غافل کرنے والے خوش نما نقش ونگار سے آراستہ پردہ دیکھا، یا بعض روایات کے مطابق جاندار کی تصاویر والا پردہ دیکھ کر گھر سے واپس ہو گئے، پھر بیٹی کے پوچھنے پر فرمایا: " أنّه ليس لي أو ليس لنبّي أن يدخل بيتًا مزوّقًا " (۴)

اور ایک انصاری کے گھر نہ آنے کی شکایت پر فرمایا: " انّ في داركم كلبًا "(۵) تمہارے گھر میں کتا ہوتا ہے۔

---

(۱) بخاري: باب عذاب المصورين يوم القيامة، حديث: ٥٦٠٩

(۲) بخاري: باب عذاب المصورين يوم القيامة،حديث: ٦٥٦٠٧

(۳) بخاري: باب من صوّر صورة كلّف يوم القيامة ،حديث : ٥٦١٨

(۴) ابن ماجه: باب اذا رأى الضيف منكرًا، حديث: ٣٣٦٠، حاکم نے اس روایت کو صحیح السند قرار دیا ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے: المستدرك: كتاب النكاح ، حديث :٢٧٥٨۔

(۵) علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس کو احمد نے راویت کیا ہے، اس میں عیسی بن المسیب ہیں، ان کی ابو حاتم نے توثیق کی ہے اور ان کے علاوہ دیگر لوگوں نے تضعیف کی ہے: مجمع الزوائد: باب ما جاء في الكلاب، حديث: ٦١١٢۔

۸۔ بے جا رُسوم و رِواج کا التزام

ہماری شادیوں اور روزمرہ کی زندگیوں میں بہت سے طور وطریقے اور بہت سے اپنی بنائی ہوئی رِواجی چیزیں ایسی داخل ہوگئیں ہیں، جن کا التزام نہایت ضروری سمجھا جاتا ہے؛ حالانکہ شریعت اور اسلام سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا، فرائض وواجبات اور نمازیں اور اللہ عزوجل کے دیگر احکام وغیرہ کیوں نہ چھوٹ جائیں؛ لیکن یہ رواجی طریقے ہرگز چھوٹنے نہ پائیں؛ ورنہ ساری عزت ملیامیٹ ہوجائیگی اور ساری تقریب نحوست کا شکار ہوجائیگی، اس طرح کی غیر ضروری چیزوں کا التزام بدعت ہے: نبی کریم ﷺ نے بدعت کی مذمت اور اس کی برائی اور اس کے انجام بد کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: بدترین چیز (دین میں) نئی چیزوں کا ایجاد کرنا ہے، ہرنئی ایجاد کردہ چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے، اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے " وشرّ الأمور محدثتها ، وكلّ محدثةٍ بدعة ، وكلّ بدعة ضلالة ، وكلّ ضلالة فی النّار" (۱)

رسوم وبدعات اور سنتوں میں ایک اہم فرق یہ ہوتا ہے کہ ہر علاقہ کی رسمیں الگ الگ ہوتی ہیں ؛ کیونکہ مزاج اور اس سے بننے والے رواج وسماج مختلف ہوتا ہے، قرآن وسنت ایک ہونے کی وجہ سے سنتیں سارے عالم کی ایک ہوتی ہے، بدعت کی خاصیت یہ ہوتی ہے کہ بدعت ورسم آکر اس عمل کی سنت کو مٹا کر رہتی ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد بھی ان غیر ضروری چیزوں کو اپنانے کی مذمت کرتا ہے "اپنی نماز میں شیطان کا حصہ نہ بناؤ کہ نماز پڑھ کر داہنی طرف پھرنے کو ضروی سمجھنے لگو، حالانکہ نماز پڑھ کر دونوں طرف، دائیں اور بائیں پھرنا جائز ہے" لا تجعل أحدكم نصيبًا للشيطن من صلاته ، الّا عن يمينه " (۲)

(۱) صحیح ابن حبان: باب الاعتصام بالسنة وما يتعلق، حديث: ۱۰، محقق شعیب الارنؤط نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) بخاری: باب الانفتال والانصراف عن اليمين والشمال: حديث: ۸۱٤

موجودہ دور کا سب سے بڑا جہاد یہ ہے کہ آدمی رسم ورواج کے بندھن اور خاندان وروایات کے خلاف کھڑے ہونے کی ٹھان لے، حدیث میں ہے " افضل الجهاد كلمة حقّ عند سلطا ن جائر" (۱)

سب سے افضل جہاد یہ ہے کہ ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہی جائے؛ ظالم بادشاہ فردِ واحد ہی نہیں ہوتا؛ بلکہ بے بنیاد خرافات و بدعات کی شکل میں بھی ہوتا ہے۔

۹۔ بدفالی اور نحوست کا تصور

شادی کی تاریخ کی تعیین کے سلسلے میں سعد ونحس (اچھے اور منحوس) ہونے کا اعتبار کیا جاتا ہے بعض مہینوں اور تاریخوں میں شادی کے منعقد کرنے کو اچھا اور بابرکت تصور کیا جاتا ہے، وہیں دوسری طرف بعض مہینوں اور دنوں میں شادی منعقد کرنے کو برا اور منحوس گردانا جاتا ہے، اسی طرح بعض رسموں کے پورا نہ کرنے پر بھی نحوست کے درآنے کا اعتقاد رکھا جاتا ہے، اس طرح کی بدفالی اور بدشگونی کا اعتقاد یا کسی بھی رسم بد کے پورا نہ کرنے کو منحوس سمجھنا یہ سب شرکیہ اور کفریہ اعمال ہیں جو خدا کے غضب اور ناراضگی کو دعوت دیتے ہیں۔

زمانے اور دنوں میں نحوست کے نہ ہونے کو بیان کرتے ہوئے حدیث قدسی ہے:

حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ رسول اللہ سے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اللہ عزوجل فرماتا ہے: ابن آدم مجھے تکلیف دیتا ہے، وہ زمانے کو گالیاں دیتا ہے اور زمانہ میں خود ہوں، میں زمانے کے رات ودن کو الٹتا پلٹتا ہوں " يؤذيني ابن اٰدم يسُبّ الدهر وأنا الدهر ، اقلّب ليله ونهاره " (۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

---

(۱) امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ: یہ حدیث حسن اور غریب ہے: ترمذی: افضل الجهاد كلمة حق عند سلطان جائر: حديث: ٢١٧٤

(۲) مسلم: باب النهى عن سبّ الدهر، حديث : ٢٢٤٦

بدفالی شرک ہے، بدفالی شرک ہے، ”الطّیرة شرك قاله ثلاثًا “ (۱)

اہلِ عرب شوال میں شادی نہیں کرتے تھے، زمانۂ قدیم میں اس مہینہ میں طاعون آیا تھا، اس لئے وہ لوگ اس مہینے میں شادی کرنے کو برا سمجھتے تھے حضرت عائشہؓ کی شادی اور رخصتی دونوں شوال میں ہوئیں۔ اور یہ شادی بڑی بابرکت اور مثالی ہوئی۔

۱۰- تحفے وتحائف کی حقیقت

تحفے وتحائف یہ طرفین کی جانب سے تعلقات کی گہرائی، ایک دوسرے سے محبت وعقیدت اور دلی وابستگی کے غماز ہوتے ہیں، اگر یہ تحفے واقعتاً خلوص ومحبت، رشتے وناتے کے احترام میں دیئے جاتے ہیں تو ٹھیک ہے، حضور ﷺ نے بھی آپس میں تحفے تحائف کے تبادلے کی ترغیب دی ہے، اور اسے تعلقات میں اضافہ کا سبب قرار دیا ہے ” تهادّوا تحابّوا “ ہدایا کا یہ تبادلہ یہ محبت کا باعث ہوتا ہے۔ (۲)

حضرت عائشہ ؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: آپس میں ہدیہ دیا کرو؛ کیونکہ ہدایا کا تبادلہ دلوں کے کینہ اور کپٹ کو دور کردیتا ہے ” فانّ الهدية تذهب الضغائن “ (۳)

اگر اس حدتک یہ تحائف آپس میں لئے دیئے جاتے ہیں تو ٹھیک ہے؛ لیکن اگر تحائف کے لین دین میں جبر واکراہ کا دخل ہو تو یہ چیز شرعاً درست نہیں، بایں طور جو شخص ہدیہ نہ دے سکے اس کو لعنت وملامت کی جائے، اُسے برا بھلا کہا جائے، اور تحائف کا یہ تبادلہ بھی یاد کر کے

(۱) ابوداؤد: باب في الطيرة، حديث: ۳۹۱۰، منذری کہتے ہیں کہ: اس کو ابوداؤد، ترمذی، ابن حبان نے روایت کیا ہے اور اس کو ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے: الترغيب والترهيب: الترهيب من الطيرة: حديث: ٤٦٨٤

(۲) الأدب المفرد: باب قبول الهدية، حديث: ٥٩٤، دار البشائر الاسلاميه، بيروت، علامہ ابن حجر عسقلانی نے اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے: بلوغ المرام: ١٩٤/١

(۳) التلخيص الحبير: ديث: ١٣١٤، دار الكتب العلمية، الطبعة الأولى، ابن الملقنؒ کہتے ہیں کہ: اس حدیث کو صاحب مشکوٰۃ نے ذکر کیا ہے اور حضرت عائشہ سے صحیح سند کے ساتھ مرفوعاً مروی ہے: البدر المنير: ١١٣/٧

اسی انداز اور اسی قیمت کی شکل میں ہو جس قیمت اور شئی کی شکل میں اولاً اس نے ہدیہ دیا تھا، یہ تمام چیزیں شرعاً ناجائز ہیں، تحفے اور ہدیے تو دلی خوشی و مسرت کے اظہار کے طور پر دیئے جاتے ہیں، اس میں زور زبردستی کا بالکل دخل نہیں ہوتا، لینے والا تو لیتا ہے؛ لیکن دینے والا دِل کی رضا سے نہیں دیتا؛ بلکہ سماج اور رواج کے دباؤ میں آ کر دیتا ہے، جس کیلئے اُسے کچھ نہ ہونے پر بھی بسا اوقات قرض وغیرہ لینا پڑتا ہے، حالانکہ حضورِ اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے " لا یحلّ مال امرأی الّا بطیب نفس منه" کسی مسلمان کا مال اس کی دلی رضا کے بغیر حلال نہیں ۔(۱)

ہدایا کے اس ناخوش دلی کے ساتھ تبادلہ پر حضور ﷺ نے بعض عرب سے جنہوں نے حضور ﷺ سے اپنے ہدیہ کے مثل کی طلب کی تمنا رکھنے اور اس کے نہ دیئے جانے پر ان کی ناراضگی اور ناخوشی کے اظہار پر بعض عرب سے آپ ﷺ ہدایا قبول کرنے سے ہی رک گئے تھے اور اس ہدیہ کے اسی کے مثل سے تبادلہ کے رواج پر اپنی ناراضگی کا اظہار فرمایا تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ بنو فزارہ کے ایک شخص نے حضورِ اکرم ﷺ کی خدمتِ مبارک میں ایک اونٹنی ہدیہ کی، حضورِ اکرم ﷺ نے اس کے عوض میں اس کو ہدیہ دیا جس سے وہ ناخوش ہوگیا، تو حضورِ اکرم ﷺ نے ممبر پر فرمایا: ایک شخص ہدیہ دیتا ہے، میں اپنی حیثیت کے مطابق اس کا عوض عطا کرتا ہوں تو اس کو برا لگتا ہے، اللہ کی قسم! اس سال کے بعد میں کسی عرب کا ہدیہ قبول نہیں کروں گا، مگر یہ کہ ہدیہ دینے والا قریشی ہو یا انصار میں سے یا ثقفی یا دوسی ہو تو اور بات ہے " وایم اللّٰه ! لا اقبل بعد عامی هذا من العرب هدية الّا من قريش او انصاریّ او ثقفی او دوسیّ" (۲)

---

(۱) السنن الکبری : باب من غضب لوحًا ، حدیث : ۱۱۳۲۵

(۲) ترمذی: باب انّ المسلم من سلم المسلمین : حدیث: ۲۶۲۷، اس روایت کو امام ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے۔

اگر معمولی سا معمولی تحفہ بھی خوش دلی کے ساتھ دیا جائے تو وہ قدر واحترام کے اور قبول کے لائق ہے، اصل دل کی رضا کا اظہار ہے، تحفے کا بڑا ہونا ضروری نہیں، حضور اکرم ﷺ نے معمولی ہدیہ کو حقیر جاننے کو منع کرتے ہوئے فرمایا: اے مسلمان عورتو! کوئی پڑوسن اپنے پڑوسن کے ہدیہ کو حقیر اور معمولی نہ جانے، گرچہ وہ بکری کے کھر ہی کیوں نہ ہو "ولوفرسن شاۃ" (۱)

(۱) بخاری : باب لا تحقرنّ جارة لجارتها : حديث : ٥٦٧١

گھریلو خواتین کی تربیت ضروری ہے

یہ حقیقت بہت صحیح اور مشہور ہے کہ مرد کی دینداری گھر کی چوکھٹ تک رہتی ہے اور عورت کی دینداری سارے خاندان میں تبدیلی پیدا کرتی ہے، تاریخ بھی بتاتی ہے کہ جس نبی کے گھرانے نے دینِ خداوندی کو تسلیم کیا اور مرد کیلئے مددگار بنیں تو ساری قوم بھی ایمان لے آئی ہے جیسے حضرتِ ابراہیم علیہ السلام اور خود ہمارے آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا نمونہ ہیں اور جس نبی کی بیوی نے دعوتِ ایمان کو قبول نہ کیا تو اس نبی کی قوم نے بھی قبول نہ کیا جیسے حضرت نوح اور حضرت لوط علیہما السلام کی قوم، اس لئے خاص طور پر عورتوں کی تربیت اور دینی ذہن سازی کا نہ ہونا نکاح کے موقع پر بہت زیادہ رُکاوٹ بنتا ہے، بہت سارے حرام رسم ورواج ان عورتوں کے دباؤ میں کرنے پڑتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''جب تمہارے لیڈر چنندہ لوگ ہوں اور تمہارے مالدار سخی ہوں اور تمہارے معاملے مشورہ سے طے ہوں تو زمین کے اوپر رہنا نیچے رہنے سے بہتر ہے اور جب تمہارے امیر تم میں کے شریر لوگ ہو جائیں اور تمہارے مالدار بخیل ہوں اور تمہارے فیصلے عورتوں کے حوالے ہو جائیں تو (ایسے اجتماعی بگاڑ کے وقت) زمین کے نیچے رہنا اوپر رہنے سے بہتر ہے'' وأمورکم الی نساء کم فبطن الارض خیر من ظھرھا'' اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ قیامت کے قریب ایک زمانہ آئے گا کہ لوگوں کی فکریں ان کے پیٹ کیلئے ہوں گی اور ان کی بدترین توانائیاں ان چیزوں پر لگے گی، اور ان کا قبلہ ان کی عورتیں بن جائیں گی، اور ان کا دین درہم و دینار بن جائیگا، یہ کائنات کی بدترین مخلوق ہوگی، آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہ ہوگا، ''وقبلتھم نساء کم و دینھم دراھمھم و دنانیرھم أولئك شر الخلق لاخلاق لھم عند اللّٰہ'' (۱)

تربیت یافتہ خواتین کے اعلیٰ کردار

جب انھیں خواتین کی صحیح نہج پر تربیت دی جاتی ہے، اللہ عزوجل سے سب کچھ ہونا، سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہی کامیابی کا ہونا، آخرت کی زندگی کو اصل مقصد بنانے کے جذبات

(۱) کنزالعمال: تتمة الفتن من الاکمال، حدیث:٣١١٨٦

اور ولولے ان میں پیدا کئے جاتے ہیں تو ان میں عجیب جفاکشی، خداترسی اور ہر قسم کی قربانی کے وہ نمونے سامنے آئے ہیں کہ انسانیت محوِ حیرت ہے، پروردگارِ عالم نے تو قرآنِ مجید میں ایمان والے مردوں کو زوجۂ فرعون کا نمونہ بتلایا ہے کہ انہوں نے اللہ رب العزت پر ایمان لانے کے بعد تمام شاہی اعزازات کو ٹھکرا دیا ہے خصوصًا جبکہ وہ لاولد بھی تھیں تو نہ جانے کتنی محبت شوہر و بیوی کے درمیان تھی ہوگی، اس کے باوجود ایمان لانے کی پاداش میں فرعون کی جانب سے بطورِ سزا کے ہاتھوں اور پیروں میں کیل ٹھونکے جارہے ہیں اور تمنا صرف یہ ہے کہ " رب ابن لی عندك بيتا فى الجنة " (۱) مجھے ان سب کے بدلہ میں جنت کا مکان چاہئے، اور فرعون کی خدا فراموشی اور بے دینی سے نجات، اب اس نمونہ کے بعد کوئی شوہر نہیں کہہ سکتا ہے کہ میری بیوی حق قبول نہیں کرتی جبکہ زوجۂ فرعون قبول کرچکی ہے اور کوئی بیوی کسی ظالم شوہر کا بہانا نہیں بنا سکتی ہے کہ فرعون سے بڑا ظالم، خدائیت کا دعویدار کون ہوسکتا ہے؟۔

ابوقدامہ شام کے رہنے والے تھے، وہ اپنے وقت کے عظیم مجاہد اور مسلمانوں کے لشکر کے سالار تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو بے شمار خوبیوں سے نوازا تھا، دل میں جذبۂ جہاد بیدار رہتا، مردِ میدان تھے، بے شمار لڑائیوں میں حصہ لیا اور ہمیشہ غازی بن کر واپس آئے، ایک دن مسجدِ نبوی میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص نے کہا'' ابوقدامہ! آپ نے نہ جانے کتنے معرکوں میں حصہ لیا ہے، ان جہاد کے مواقع سے بہت سارے واقعات آپ کی نگاہوں سے ایسے گذرتے ہوں گے جو جہاد کیلئے سبق آموز بھی ہوں گے اور جوشِ جہاد کو مہمیز دینے والی بھی۔

انہوں نے کہا: میں ایک ایسا واقعہ سناتا ہوں جس سے میں بہت زیادہ متعجب اور متاثر ہوا: صلیبی جنگیں اپنے عروج پر تھیں جب بھی عیسائیوں سے مقابلہ ہوتا تو ہمارے نوجوان اسلام کی عظمتِ رفتہ کو لوٹانے کیلئے سر پر کفن باندھے دشمن کے مقابلے میں فولاد بن جاتے۔

میں نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ''رقہ'' کا رُخ کیا، ''رقہ'' شام میں دریائے فرات کے کنارے ایک بڑا قصبہ ہے، میں نے وہاں سے ایک اونٹ خریدا اور اس پر سامانِ حرب رکھا،

(۱) التحریم: ۱۱

شام کے وقت قصبے کی مساجد میں گیا اور لوگوں کو جہاد کی ترغیب دی گئی نوجوان ہمارے ساتھ دشمن کے مقابلے کیلئے تیار ہو گئے، مجاہدین کیلئے لوگوں نے ساز و سامان کا ڈھیر لگا دیا۔

رات ہوئی تو میں نے ایک کمرہ کرائے پر لیا، اور جب رات کچھ حصہ گذرا تو کسی نے دروازے پر دستک دی، مجھے بڑا تعجب ہوا کہ اتنی رات گئے مجھ سے کون ملنے کیلئے آسکتا ہے؟ میں اس شہر میں بالکل اجنبی اور نو وارد ہوں، آخر یہ کون ہوسکتا ہے؟ اسی سوچ و بچار میں تھا کہ دروازے پر دوبارہ دستک ہوئی، جب میں نے دروازہ کھولا تو گلی میں ایک باپردہ اور باحیاء خاتون نظر آئی، اتنی رات دیر گئے ایک خاتون کو دیکھا تو ڈر گیا کہ الٰہی! یہ کیا ماجرا ہے؟ میں نے کہا: اللہ کی بندی تو یہاں کیا لینے آئی ہے؟ کہنے لگی: کہا تم ہی ابوقدامہ ہو؟ میں نے کہا: ہاں، میں ہی ابوقدامہ ہوں، کہنے لگی: آج تم ہی نے مساجد میں مجاہدین کیلئے ساز و سامان اکٹھا کیا ہے؟ میں نے اثبات میں جواب دیا تو وہ ایک چھوٹی سی پوٹلی میرے حوالے کر کے روتی ہوئی چل دی، مجھے اس کے رونے پر بڑا تعجب ہوا، پوٹلی ہاتھ میں لے کر میں نے قندیل روشن کی اور پوٹلی کو کھولا تو اس میں ایک خط اور بالوں سے بنی ہوئی رسی تھی، خط کا مضمون یہ تھا

''ابوقدامہ! آج تم نے لوگوں کو جہاد کی ترغیب دی اور اس میں مالی اشتراک کا مطالبہ کیا، میں ایک عورت ہوں، خاتونِ خانہ ہوں، میں جہاد نہیں کر سکتی، نہ میرے پاس مال و دولت ہے کہ میں مجاہدین کیلئے مال پیش کر سکوں، چنانچہ میرے پاس جو نہایت خوبصورت اور اہم چیز تھی وہ میں تمہارے پاس لے کر آئی ہوں، یہ میرے بالوں کی لٹ ہے، میں نے اس سے یہ رسی بنائی ہے، تم اس رسی سے کسی مجاہد کے گھوڑے کو باندھ لینا، ہوسکتا ہے کہ جب میرا رب مجاہد کے گھوڑے کو میرے بالوں سے بنی ہوئی رسی سے باندھا دیکھے تو اس کو میرا یہ عمل پسند آئے۔

ابوقدامہ کہنے لگے: مجھے اس خاتون پر بڑا تعجب ہوا، راہِ جہاد میں اس کی شرکت، اپنی مغفرت کی فکر اور جنت کا شوق، گرچہ عورت کے بال کاٹ کر اس کی رسی بنانا جائز نہیں، لیکن جہاد کی محبت اور جنت کے شوق نے اُسے یہ کام کرنے پر مجبور کر دیا، یہ وہ خاتون تھیں جنھوں نے اپنے بھائی، شوہر اور بیٹے کو راہِ حق میں شہید ہونے کو اپنے لئے قابلِ فخر سمجھا تھا۔ (۱)

(۱) سنہری کرنیں، عبدالمالک مجاہد، مطبوعہ دارالاسلام، ریاض، سعودیہ بحوالہ المشتاقون الی الجنۃ: ۳۴۵

زوجین (میاں بیوی)

کے فرائض و ذمہ داریاں

میاں بیوی کے آپسی حقوق اور اس کی اہمیت

مرد وعورت ہی دراصل انسانی معاشرت کے بنیاد ہیں، انہیں کے دَم قدم سے معاشرہ اور سماج وجود میں آتا ہے، ان کے آپسی تعلقات جس قدر مضبوط ہوتے ہیں، اسی قدر معاشرہ خوش حال اور خوش گوار ہوتا ہے؛ کیونکہ اگر میاں بیوی اپنے اپنے حقوق کی ادائیگی میں پوری دلچسپی کا مظاہر کرتے ہیں تو اس سے گھر کا نظام درست ہوتا ہے، گھر کا ماحول اور نظام کی درستگی سے اولاد درست ہوتی ہے، اولاد کے درست ہونے سے معاشرہ درست ہوتا ہے، اس طرح ساری دنیا خوش حالی اور فارغ البالی کا نمونہ بن جاتی ہے، اگر میاں بیوی کے تعلقات درست نہ ہوں اور وہ دونوں آپس کے حقوق کی ادائیگی میں کمی کوتاہی کریں، تو اس سے آپس کی رنجشیں پیدا ہوں گی، گھر کا نظام بگڑ جائے گا، اولاد ماں باپ کی لڑائی، دن رات کے جھگڑے، گالی گلوچ کا برا اثر لے کر پروان چڑھیں گے، اس کے نتیجے میں جو قوم اور معاشرہ وجود میں آئے گا، اس معاشرے کے کھوکھلے پن اور بگاڑ کا اندازہ بآسانی لگایا جاسکتا ہے۔

شوہر کے فرائض و ذمہ داریاں

کچھ حقوق تو شوہر سے متعلق ہیں، جس کا پاس ولحاظ کرنا اور زندگی کے ہر مرحلہ میں اس کی رعایت واہتمام کرنا اس کی ذمہ داری ہے۔

بیوی کے ساتھ حسنِ سلوک کیا جائے

حضور اکرم ﷺ نے شوہر کے ذمے بیوی کے جو حقوق رکھے ہیں، انہیں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید کی ہے، عورتوں کے ساتھ بہترین سلوک اور اچھے رویہ کی تاکید کرتے ہوئے ارشادِ باری عز وجل ہے :

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ، فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا فَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَيَجْعَلُ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا (۱) اور ان عورتوں کے ساتھ حسن وخوبی سے گزر بسر کرو اور اگر تم کو وہ ناپسند ہوں تو ممکن ہے کہ تم ایک چیز ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس کے اندر کوئی بڑی منفعت رکھ دے۔

خود نبی کریم ﷺ نے بھی عورتوں کے ساتھ نیکی، بھلائی، بہترین برتاؤ، اور اچھی معاشرت کی تاکید فرمائی ہے، حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سب سے بہترین وہ لوگ ہیں جو اپنی عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے ہیں، اور میں تم میں اپنی خواتین کے ساتھ بہترین برتاؤ کرنے والا ہوں "خیر کم خیر کم لأهله وأنا خیر کم لأهلی" (۲)

اور ایک روایت میں نبی کریم ﷺ نے عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "استوصوا بالنساء خیرا " میں تم کو عورتوں کے بارے میں بھلائی کی نصیحت کرتا ہوں۔ (۳)

اور ایک روایت میں نبی کریم ﷺ نے عورتوں کے ساتھ حسن سلوک اور بہترین برتاؤ کو کمالِ ایمان کی شرط قرار دیا ہے، حضرتِ عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمانوں میں اس آدمی کا ایمان زیادہ کامل ہے جس کا اخلاقی برتاؤ (سب کے ساتھ اور خاص طور سے) بیوی کے ساتھ لطف ومحبت کا ہو، " احسنهم خلقًا وألطفهم بأهله" (۴)

---

(۱) النساء : ۱۹

(۲) ترمذی : کتاب المناقب : باب فضل أزواج النبی ، حدیث : ۳۸۹۵، امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب صحیح کہا ہے۔

(۳) مسلم : کتاب الرضاع ، باب الوصیة بالنساء ، حدیث : ۱۴۶۸

(۴) المستدرك : کتاب الایمان : حدیث : ۱۷۳، حاکم نے کہا ہے کہ: اس روایت کے تمام روات شیخین کی شرط پر ثقہ ہیں اور شیخین نے اس کی تخریج نہیں کی ہے۔

بیویوں کے ساتھ آپ ﷺ کا دوستانہ برتاؤ

حضورِ اکرم ﷺ کے اپنی ازواج کے ساتھ کس طرح بے تکلف، پر لطف اور دوستانہ تعلقات تھے اس کا اندازہ مندرجۂ ذیل واقعات سے لگایا جا سکتا ہے۔

☆ ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ: جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو دونوں حالتوں کا علم مجھے ہو جاتا ہے، حضرت عائشہؓ نے پوچھا کہ: یا رسول اللہ! کس طرح علم ہو جاتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو تو "لا وربّ محمد" (محمد کے رب کی قسم) کے الفاظ سے قسم کھاتی ہو، اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو "لا ورب ابـراهيـم" (ابراہیم کے رب کی قسم) کے الفاظ سے قسم کھاتی ہو، اس وقت تم میرا نام نہیں لیتیں؛ بلکہ حضرت ابراہیم کا نام لیتی ہو، حضرت عائشہؓ نے فرمایا: "انّی لا اهجر الّا اسمك" (یا رسول اللہ! میں صرف آپ کا نام چھوڑتی ہوں) نام کے علاوہ کچھ نہیں چھوڑتی۔ (۱)

حضور اکرم ﷺ نے حضرت عائشہؓ کی ناراضگی کو اپنی قوامیت کے خلاف نہیں سمجھا؛ بلکہ اسے خوش طبعی سے برداشت کر لیا۔

☆ جب حضرت عائشہؓ پر سنگین تہمت لگائی گئی تو حضرت عائشہؓ پر اس تہمت کی وجہ سے قیامت گذر گئی، حضور ﷺ کو بھی اس بات کا قلق تھا کہ اس قسم کی باتیں پھیل گئی ہیں؛ لیکن ایک مرتبہ حضور ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا: اے عائشہ! دیکھو یہ بات ہے، تمہیں اتنا غم کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اگر تم بے خطا اور بے قصور ہو تو اللہ تعالیٰ تمہاری برأت ظاہر کر دیں گے، اور اگر خدانخواستہ تم سے کوئی قصور اور غلطی ہوئی ہے تو اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو، استغفار کرو، اللہ تعالیٰ معاف فرما دیں گے۔

حضور ﷺ کی اس توبہ واستغفار کی بات سے حضرت عائشہؓ کو بہت صدمہ ہوا، اسی صدمہ کی

(۱) بخاری: كتاب الأدب: با ب مايجوز من الهجران من عصى، حديث: ٦٠٧٨

حالت میں لیٹ گئیں، اسی حالت میں اللہ کی طرف سے برأت کی آیات نازل ہوئی، اس وقت گھر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے کہ سارا بہتان ختم ہوجائے گا، اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا: خوش خبری سن لو، اللہ نے تمہاری برأت نازل فرمادی، اب کھڑی ہوجاؤ اور آکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرو، اب حضرت عائشہؓ بستر پر لیٹی ہوئی ہیں اور برأت کی آیات سن لیں، اور لیٹے لیٹے فرمایا کہ: یہ تو اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اس نے میری برأت نازل فرمادی؛ لیکن میں اللہ کے سوا کسی کا شکرادا نہیں کرتی؛ کیونکہ آپ لوگوں نے تو اپنے دل میں یہ احتمال پیدا کرلیا تھا کہ شاید مجھ سے غلطی ہوگئی ہے۔(۱)

حضرت عائشہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہونے سے اعراض کیا، یہ ناز درحقیقت اسی دوستی کا تقاضا تھا؛ لہٰذا میاں بیوی کے درمیان صرف حاکمیت اور محکومیت کا رشتہ نہیں؛ بلکہ دوستی کا رشتہ بھی ہے، اور اسی دوستی کا حق یہ ہے کہ اس قسم کے ناز کو برداشت کیا جائے؛ البتہ جہاں بات بالکل غلط ہوگئی تو وہاں حضور اکرم رضی اللہ عنہ نے ناگواری کا اظہار فرمایا، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ: ساری عمر نہ صرف یہ کہ کسی خاتون پر ہاتھ اٹھایا؛ بلکہ جب کبھی گھر کے اندر داخل ہوتے تو چہرۂ مبارک پر تبسم ہوتا تھا۔(۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا جسے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے ''تمام مومنوں میں ایمان کے اعتبار سے سب سے زیادہ کامل وہ شخص ہے جو اخلاق کے اعتبار سے ان سب میں اچھا ہو اور تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جو اپنی بیویوں کیلئے بہتر ہوں

" احسنها خلقًا والطفهم لأهله " (۳)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرمِ محترم میں حضرتِ خدیجۃ الکبریٰؓ کے بعد کُل دس ازواج تھیں جو

(۱) بخاری : کتاب التفسیر : سورة النور (لولا اذسمعتموه) حدیث : ۷۵۰

(۲) مسلم : باب مباعدته ، حدیث : ۲۳۴۸

(۳) المستدرك: کتاب الایمان: حدیث:۱۷۳، حاکم نے کہا ہے کہ: اس روایت کے تمام روات شیخین کی شرط پر ثقہ ہیں اور شیخین نے اس کی تخریج نہیں کی ہے۔

مختلف قبائل سے تعلق رکھتیں تھیں، جن کا مزاج و مذاق اور رنگ و نسل سب کچھ مختلف تھا، اور ویسے بھی ایک شوہر کے نکاح میں جب ایک سے زائد بیویاں ہوتی ہیں تو ان میں باہم رشک اور منافست کا ہونا ایک فطری اور نسوانی کمزوری ہے؛ لیکن اخلاق کے پیکرِ مجسم جنابِ رسول اللہ ﷺ ایسے مواقع سے ان کی ان باہمی چپقلش کو بھی خوش اسلوبی کے ساتھ حل فرمالیتے اور ان کے ناز و انداز کو بھی تحمل فرماتے۔

☆ ایک دفعہ ازواجِ مطہرات جمع تھیں، حضرت زینبؓ نے زور و شور کے ساتھ یہ ثابت کیا کہ آپ ﷺ ہم سب پر حضرت عائشہؓ کو کیوں ترجیح دیتے ہیں، وہ اس کی مستحق نہیں ہیں، اس کے بعد حضرت عائشہؓ نے پرزور انداز میں اپنا مدعا پیش کیا جس سے حضرت زینبؓ لاجواب ہوگئیں، آپ ﷺ نے فرمایا: کیوں نہ ہو ابوبکر کی بیٹی ہیں "انھا ابنة أبی بکر" (۱)

☆ اُم المؤمنین حضرت صفیہؓ نہایت عمدہ پکوان کرنا جانتی تھیں اور عمدہ ولذیذ کھانا تیار کر کے کھلاتی تھیں؛ تاکہ حضور ﷺ کو صحت وقوت حاصل ہو اور آپ ﷺ ان سے خوش رہیں، اسی طرح ایک دفعہ حضرت صفیہؓ نے کھانا تیار کر کے آپ ﷺ کے پاس بھیجا، جب کہ آپ ﷺ حضرت عائشہ کے پاس تھے، انہوں نے خادم کے ہاتھ سے پیالہ چھین کر زمین پر پٹخ دیا تو وہ ریزہ ریزہ ہوگیا، آپ ﷺ نے اس کے ریزوں کو چُن کر یکجا کیا اور پھر دوسرا پیالہ منگوا کر انہیں واپس لوٹایا" اناء مثل اناء وطعام مثل طعام "(۲)

یہاں غور وفکر کا پہلو یہ ہے کہ کتنا بھی متحمل مزاج شوہر کیوں نہ ہو؛ لیکن عمداً بیوی کے پیالہ پٹخ دینے پر غصہ میں آہی جائے گا، اگر ہاتھ بھی نہ اٹھائے کچھ نہ کچھ ضرور کہہ دے گا، مگر قربان جائیے رسولِ اکرم ﷺ پر کہ آپ ﷺ نے نہ صرف حضرت عائشہؓ کو انگیز فرمالیا، بلکہ حضرت صفیہؓ کا بھی خیال فرمایا کہ وہ ناراض نہ ہوں، اس مقصد سے ایک پیالے جو گھر میں موجود تھا وہی دے دیا۔(۳)

(۱) مسلم : باب فی فضل عائشة ،حدیث : ۲۴۴۲
(۲) ابوداؤد : باب فیمن أفسد شیئاً یغرم مثله ،حدیث : ۳۵۶۸، خطابی نے کہا ہے اس کی سند میں کلام ہے:عمدة القاری : باب اذا کسر قصعة: ۳۶/۱۳، دار احیاء التراث العربی
(۳) عون المعبود: ۳۴۹/۹، دار الکتب العلمیة، بیروت

☆ یہی حضرت صدیقہؓ ہیں، ایک دفعہ کسی بات پر آپ ﷺ سے آواز سے بول رہی تھیں، اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آگئے، غصہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے تو اس طرح بلند آواز سے گفتگو کرتی ہے اور پھر مارنے کیلئے ہاتھ اٹھایا تھا کہ اتنے میں حضرت عائشہؓ حضور ﷺ کے آڑ میں آگئیں، آپ ﷺ کو دیکھ کر حضرت ابوبکر صدیق سرنگوں ہوگئے، اور ہاتھ بھی روک لیا، ان کے جانے کے حضرت سودہؓ کے گھر میں تشریف فرماتھے اوران کی باری کا دن تھا حضرت عائشہؓ نے حضورا کر بعد آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ دیکھا تم کو کس طرح بچالیا، حضرت عائشہؓ نے شرم سے سر نیچا کرلیا " كيف رأيتني أنقذتك من الرجل" (۱)

اس کا اثر حضرت عائشہؓ پر یہ ہوا کہ ان کی یہ حالت بدل گئی، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے اتفاق کو دیکھ کر فرمایا: مجھے صلح میں شریک کر لیجئے، جس طرح اس موقع پر میں نے جنگ میں شرکت کی تھی " اذخلاني في سلمكما كما ادخلتماني في حربكما " آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں اور ہاں۔(۲)

حضور اکرم ﷺ کے بیویوں کے ساتھ ناز اٹھانے اوران کے ساتھ حسن سلوک کا اندازہ اس واقعہ سے بھی لگایا جاسکتا ہے۔

☆ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے حضور ﷺ کیلئے ایک حلوہ پکایا اور حضرت سودہؓ کے گھر پر لائیں حضور ﷺ کے سامنے رکھ دیا، اور حضرت سودہؓ بھی سامنے بیٹھی ہوئی تھیں، ان سے کہا کہ تم بھی کھاؤ، حضرت سودہؓ کو یہ بات گراں لگی کہ حضور ﷺ کا جب میرے یہاں باری کا دن تھا تو پھر یہ حلوہ پکا کر کیوں لائیں؟ اس لئے انہوں نے کھانے سے انکار کردیا، حضرت عائشہؓ نے حضرت سودہؓ کے منہ پر حلوہ مل دیا، حضرت سودہؓ نے حضور ﷺ سے شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ: قرآن میں آیا ہے کہ "جزاء سيئة سيّئة مثلها" یعنی اگر تمہارے ساتھ کوئی برائی کرے تو تم بھی بدلے میں اسی کے بقدر برائی کرو؛ لہٰذا بدلہ میں تم بھی ان کے منہ پر

(۱-۲) ابوداؤد: باب ما جاء في المزاح، حديث: ۴۹۹۹

حلوہ مل دو؛ چنانچہ حضرت سودہؓ نے تھوڑا سا حلوہ اٹھا کر حضرت عائشہؓ کے چہرے پر مل دیا، اب دونوں کے چہرے پر حلوہ ملا ہوا ہے، یہ سب حضور ﷺ کے سامنے ہو رہا ہے، اس دوران حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آمد ہوئی تو حضور اکرم ﷺ نے ان دونوں کو منہ دھونے کو کہا۔(۱)

حضورِ اکرم ﷺ کو جو مقام اللہ کے یہاں حاصل ہے وہ کسی اور کو نہیں؛ لیکن اس کے باوجود ازواجِ مطہرات کے ساتھ یہ انداز اور دِل داری کا خیال۔

حضور اکرم ﷺ کا اپنی بیویوں کے ساتھ دلداری اور حسنِ سلوک کا یہ واقعہ بھی سنئے جو بیویوں کے ساتھ حسنِ معاشرت کی اعلیٰ مثال ہے۔

☆ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ میں ایک سفر میں حضور ﷺ کے ساتھ تھی تو ہمارے درمیان پیدل دوڑ میں مقابلہ ہوا تو میں جیت گئی اور آگے نکل گئی، اس کے کچھ عرصہ بعد جب (موٹاپے) سے میرا جسم بھاری ہوگیا تو (دوبارہ) ہمارا دوڑ میں مقابلہ ہوا تو آپ ﷺ جیت گئے، اس وقت آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تمہاری اس جیت کا جواب ہوگیا" قال: هذه بتلك السبقة " (۲)

بیویوں کے ساتھ دل داری اور دل دہی کا یہ واقعہ بھی ملاحظہ ہو۔

☆ حضرتِ عائشہؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ خدا کی قسم! میں نے یہ منظر دیکھا ہے کہ (ایک روز) حبشی نابالغ لڑکے مسجد میں نیزہ بازی کا کھیل کھیل رہے تھے، رسول اللہ ﷺ ان کا کھیل دکھانے کیلئے میرے لئے اپنی چادر کا پردہ کر کے میرے حجرے کے دروازے پر کھڑے ہوگئے، (جو مسجد میں کھلتا تھا) میں آپ ﷺ کے کاندھے کے درمیان سے ان کا

---

(۱) مسند ابی یعلی: مسند عائشه: حدیث: ٤٤٧٦، دار المأمون، دمشق، الطبعة الأولى ١٤٠٤ھ، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس کو ابو یعلی نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں سوائے محمد بن عمرو بن علقمہ کے، ان کی حدیث حسن ہے: مجمع الزوائد: باب عشرة النساء: حدیث: ٧٦٨٣

(۱) ابوداؤد: كتاب الجهاد، باب في السبق على الرجل، حديث: ٢٥٧٨، اس روایت کو عراقی نے احیاء العلوم کی تخریج میں صحیح قرار دیا ہے: احياء علوم الدين: ٢/٤٤، المكتبة التجارية

کھیل دیکھتی رہی ، آپ ﷺ میری وجہ سے بہت دیر تک کھڑے رہے ؛ یہاں تک کہ (میرا جی بھر گیا) اور میں خود ہی لوٹ آئی " ثم یقوم من اجلی حتی اکون انا التی انصرف" (۱)

☆ نبی کریم ﷺ کا اپنی بیویوں کے ساتھ ناز اٹھانے کا اندازہ اس ''ایلاء'' کے واقعہ سے بھی ہوتا ہے، ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کے ازواج نے جب مسلمانوں کی آسودگی اوران کی خوشحالی کو دیکھا تو انہوں نے بھی آپ سے نان ونفقہ میں زیادتی کا مطالبہ کیا، یہ بات حضور ﷺ کو شاق گزری، آپ ﷺ نے قسم کھائی کہ ایک مہینہ گھر تشریف نہ لے جائیں گے، مسجد کے قریب ایک بالا خانہ میں فروکش ہوگئے، آپ پورا مہینہ یا انتیس دن اپنی ازواج سے علیحدہ رہے، پھر یہ آیتِ تخییر اتری :

يَآ اَيُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلاً وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَالدَّارَ الاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا (۲-۳)

اے نبی کہہ دیجئے ! اپنی عورتوں سے اگر تم دنیا کی زندگانی اور اس کے سامان کی رونق چاہتی ہو تو آؤ کچھ فائدہ پہنچادوں تم کو اور بھلے طریقے سے تم کو رخصت کر دوں ، اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کے دن کی طلب گار ہو تو اللہ عز وجل نے تم میں سے نیکوکاروں کیلئے عظیم اجر تیار کر رکھا ہے، ازواجِ مطہرات کو مطلع کیا گیا کہ دو چیزیں تمہارے سامنے ہیں دنیا اور آخرت ، اگر تم دنیا چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو رخصتی کے جوڑے دے کر عزت واحترام کے ساتھ رخصت کر دوں اور اگر تم خدا اور رسول اور ابدی راحت کی طلب گار ہو تو خدا نے نیک لوگوں کیلئے بڑا اجر مہیا کیا ہے، سب نے خصوصا حضرت عائشہؓ نے جوان تمام معاملات میں آگے تھیں، جواب دیا: کیا میں اس بارے میں والدین سے مشورہ کروں؟،

(۱) مسلم: باب الرخصة فی اللعبة اللتی لا معصية فيه فی ايام العيد: حديث: ۸۹۲
(۲) الأحزاب: ۲۸-۲۹
(۳) مسلم: كتاب الطلاق، باب بيان انّ تخير امرته لا يكون طلاقًا، حديث: ۱۴۷۵

میں اللہ اور اس کے رسول اور آخرت چاہتی ہوں " أفي هذا استامر أبوي فاني اختار الله ورسوله والدار الآخرة "(۱)

آپ ﷺ اس واقعے کے بعد انتیسویں دن ہی اپنی ازواج کے یہاں تشریف لے گئے تھے تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا: یارسول اللہ ﷺ! آپ نے تو ایک مہینہ کیلئے جدائیگی کا عہد کیا تھا ابھی تو انتیس دن ہی ہوئے، ارشاد ہوا مہینہ کبھی انتیس کا ہوتا ہے "فقلتُ یا رسول الله! لم تکن حلفت لتهجرنا شهرًا، قال: الشهر هكذا وهكذا وهكذا وضرب بيده جميعًا، اخنس يقبض اصبعًا في الثالثة " (۲)

اس واقعہ سے آپ ﷺ کا اپنی بیویوں کے ساتھ قربت اور تعلق اور دوستانہ برتاؤ کا اندازہ اچھی طرح لگایا جاسکتا ہے۔

ایسے ہی آپ ﷺ کو اپنی ازواجِ مطہرات کے ساتھ جو تعلق اور رابطہ تھا اور آپ ﷺ ان کی دلداری اور دل جوئی کا جو لحاظ کرتے تھے، اس میں کبھی ہلکی سی چوک ہو جاتی، جس پر منجانب اللہ تنبیہ ہوتی، اسی قسم سے یہ واقعہ ہے :

☆ آپ ﷺ کا یہ معمول تھا کہ عصر کے بعد تمام ازواج کے یہاں تھوڑی دیر کیلئے تشریف لے جاتے، ایک روز حضرت زینبؓ کے یہاں کچھ دیر لگی، معلوم ہوا کہ انہوں نے آپ ﷺ کو شہد پیش کیا تھا، آپ ﷺ کے نوش فرمانے کے میں وقفہ ہوا، پھر کئی روز یہ معمول رہا، حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ نے ایسی تدبیر کی ٹھانی کہ آپ ﷺ کا ان کے یہاں شہد پینا چھوٹ جائے، چنانچہ ان دونوں نے یہ طے کیا کہ جب حضور ﷺ ان کے پاس آئیں تو آپ ﷺ سے یوں کہیں کہ آپ ﷺ کے پاس سے گوند کی بو آرہی ہے، کیا آپ ﷺ نے گوند نوش فرمایا ہے؟ چنانچہ جب آپ ﷺ ان میں سے ایک کے یہاں تشریف لے گئے تو انہوں نے یہ بات کہی تو آپ ﷺ نے فرمایا: بھائی کوئی بات نہیں ہوئی، میں نے زینب کے یہاں شہد پیا ہے، پھر دوبارہ شہد نہ پیوں گا، میں یہ قسم دے کر کہتا ہوں کہ

(۱) بخاری باب الغرفة والعلية: حديث: ۲۳۳۶

(۲) الدر المنثور : ۵۹۶/۶، دار الفكر بيروت

تم یہ بات کسی سے نہ کہنا، آپ ﷺ نے یہ بات بیویوں کی رضا اوران کی خوشنودی کو حاصل کرنے کیلئے کہی تھی۔(۱)

اسی واقعے کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: يَآ اَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتِ أَزْوَجِكَ ، وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَحِيْمٌ (۲) اے نبی! کیوں حرام کرتے ہیں جو حلال کیا اللہ نے آپ پر، کیا آپ اپنی بیویوں کی رضا چاہتے ہیں، اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔

اس سلسلے میں یہ واقعہ بھی ملاحظہ کیجئے :

☆ رسول اللہ ﷺ کی باندی ''رزینہ'' یہ واقعہ بیان کرتی ہیں حضرت سودہ یمانیہؓ حضرت عائشہؓ کے پاس ملاقات کیلئے آئیں، وہاں حضرت حفصہؓ پہلے سے موجود تھیں، حضرت سودہؓ نہایت بناؤ سنگھار کر کے، یمنی چادر اوڑھے ہوئے اور ڈوپٹہ ڈال کر آئیں تھیں، حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ سے کہا: ام المؤمنین! حضور اکرم ﷺ اس وقت آنے والے ہی ہیں، یہ زیادہ زرق و برق کے ساتھ نظر آرہی ہیں، عائشہؓ نے کہا: حفصہؓ! اللہ کا خوف کرو، حفصہؓ نے کہا: میں ان کا بناؤ سنگھار بگاڑ دوں گی، حضرت سودہؓ جو ثقل سماعت کی شکار تھیں کہا: تم آپس میں کیا کہہ رہی تھیں، حضرت حفصہؓ نے کہا: سودہ! دجال آچکا ہے، انہوں نے تعجب سے کہا: اچھا؟ ان کو بہت ڈر ہوا، وہ مارے ڈر کے کپکپانے لگیں، کہنے لگیں: میں کہاں چھپ جاؤں؟ حفصہ نے کہا: اس خیمہ میں، وہ وہاں جا کر چھپ گئیں، اس میں گندگی اور مکڑی کے جالے تھے، حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ ہنس رہی تھیں کہ اس دوران حضور ﷺ تشریف لائے، وہ اپنی بے انتہا ہنسی کی وجہ سے بات بھی نہیں کر پارہیں تھیں، حضور ﷺ نے تین مرتبہ کہا: تم دونوں کیوں ہنس رہی ہو؟ ان دونوں نے اشارے سے اس خیمہ کی جانب بتلایا، آپ ﷺ وہاں تشریف لے گئے، حضرت سودہؓ کپکپا رہی تھیں، آپ ﷺ نے فرمایا: سودہؓ یہ تمہیں کیا ہوگیا؟ انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کانا دجال آچکا ہے، فرمایا: ''ما خرج وليخرجنّ''

(۱) بخاری: باب لما تحرّم ما أحلّ اللّٰه لك، حديث: ٤٩٦٦

(۲) تحریم : ۱

وہ تو ابھی نہیں نکلا، ضرور بالضرور نکلے گا، آپ ﷺ نے حضرت سودہؓ کو باہر نکالا اور ان کے گرد وغبار اور مکڑی کے جالوں کو جھاڑنے لگے۔(۱)

یہ تھا آپ ﷺ کی ازواج کے مابین مزاح اور دل لگی کا ماحول اور حضور ﷺ کا اس حوالے سے ان کے ساتھ شرکت کرنا۔

☆ ایک دفعہ اللہ کے نبی ﷺ نے اپنی اہلیہ محترمہ سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ کو نو عورتوں کے واقعات سنائے، یہ حدیث ''حدیث اُمِّ زرع'' سے معروف ہے کہ نو عورتیں آپس میں مل کر بیٹھیں اور اپنے اپنے خاوندوں کے صفات بتانا شروع کیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ایک عورت نے اپنے خاوند کے بارے میں یہ کہا، دوسری نے یہ کہا، تیسری نے یہ کہا...... جب آپ ﷺ نے نو عورتوں کی باتیں بتادیں تو فرمایا کہ: جس عورت کا خاوند سب سے بہترین صفات کا حامل تھا میں تمہارے لئے اس سے بھی زیادہ اچھا ہوں، سوچنے کا موقع ہے کہ کیا ہم نے اپنی بیوی کا دل خوش کرنے کیلئے کبھی ان سے اس طرح باتیں کیں۔

☆ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس نکاح ورخصتی کے بعد جب آپ ﷺ کے پاس آئیں تو بھی گڑیوں سے کھیلا کرتی تھی اور میرے ساتھ کھیلنے والی میری سہلیاں تھیں، جب حضرت ﷺ گھر میں تشریف لاتے تو وہ (آپ ﷺ کے احترام میں کھیل چھوڑ کر) گھر کے اندر چھپتیں تو آپ ﷺ ان سہیلیوں کو میرے پاس بھجوا دیتے اور وہ میرے ساتھ کھیلنے لگتیں ''فیُسرِّبُھنّ الیّ فیلعبن معی'' (۲)

☆ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ جنت البقیع سے ایک جنازہ میں شرکت کے بعد تشریف لائے، مجھے سر میں درد محسوس ہورہا تھا اور میں کہہ رہی تھی: ہائے میرا سر!

---

(۱) المعجم الکبیر: حدیث: ۲۰۷۲۷، علامہ ہیثمی اس روایت کے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ: اس میں ایک ایسا روای ہے جس کو ہم نہیں جانتے: مجمع الزوائد: باب عشرۃ النساء: حدیث: ۷۶۸۴

(۲) بخاری: باب الانبساط الی النّاس، حدیث: ۵۷۷۹

آپ ﷺ نے فرمایا: بلکہ میرا سر، پھر فرمایا: تمہارا کیا نقصان ہوتا اگر تم مجھ سے پہلے فوت ہوجاتی تو میں تم کو غسل دیتا اور تم کو کفن پہناتا، پھر تمہاری نماز جنازہ پڑھتا اور پھر تم کو دفن کرتا، میں نے کہا: اگر اللہ عزوجل نے میرے ساتھ اس طرح کیا ہوتا تو آپ میرے گھر لوٹ جائیں گے اور اپنی کسی بیوی کے ساتھ تخلیہ کریں گے " لقد رجعت الی بیتی فاعرست فیه ببعض نسائك " کہتی ہیں کہ میری اس بات پر نبی کریم ﷺ ہنس پڑے۔(۱)

حضرت عائشہؓ نے یہ جو کہا: اگر اس طرح ہوجائے تو آپ ﷺ میرے گھر جاکر اپنی کسی بیوی سے تخلیہ کریں گے، یہ حضور ﷺ کے اپنے ازواج کے ساتھ دوستی اور بے تکلفی کی وجہ سے تھا کہ وہ اسی بے تکلفی کی وجہ سے حضور ﷺ کو اس طرح کی صاف صاف بات کہہ رہی ہیں۔

عورت کی رائے کا احترام کیا جائے

صلح حدیبیہ کا موقع ہے، سارے صحابہ تقریباً پندرہ سو کی تعداد میں ساتھ ہیں، کفار ومشرکین نے آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کو عمرہ کرنے سے روک دیا گیا، اور آپ ﷺ نے بڑی خدائی بصیرت، دوراندیشی سے بظاہر دب کر کفار سے صلح کر فرمالیا، سارے صحابہ طبعی طور پر غمزدہ تھے، صلح نامہ لکھے جانے کے بعد آپ ﷺ نے حکم دیا " قوموا فانحروا " کھڑے ہوجاؤ اور اپنے جانور ذبح کر کے واپس چلو؛ لیکن تین مرتبہ کہنے پر بھی نڈھال صحابہ کھڑے نہ ہوئے، رسول اللہ ﷺ نے امّ سلمہؓ کے پاس آکر صحابہ کی اس حرکت کا ذکر کیا تو حضرت ام سلمہؓ نے نہایت حسن ظن اور مزاج فہمی کے ساتھ یہ رائے دی کہ آپ ان سے کچھ نہ کہیئے، کھڑے ہوکر اپنا اونٹ ذبح کردیجئے اور حلق کرالیجئے، "اخرج ، ثم لا تكلّم احدًا منهم كلمة حتى تنحر بدنك وتدعوا حلّاقك فيحلقك" (۲)

---

(۱) مسند احمد: حدیث سيدة عائشة، حدیث: ۲۵۹۵۰، محقق شعیب الارنوط نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے، البانی کی بھی یہی رائے ہے، بیہقی نے ابن اسحاق کی وجہ سے اس روایت کو معلول کہا ہے، حافظ نے کہا کہ: یہ اس روایت میں منفرد نہیں ہے، بلکہ ان کی صالح بن کیسان نے احمد کے یہاں متابعت کی ہے: تلخیص الحبیر: كتاب الجنائز: ۱۰۷/۲

(۲) بخاری: باب الطيب للجمعة: حدیث: ۱۰۲، مع تحقیق محمد زهير بن ناصر

حضور ﷺ نے ان کی رائے قبول کی، چنانچہ ایسے ہی ہوا، آپ ﷺ امّ سلمہؓ کے کہنے کے مطابق باہر نکل آئے، اپنی قربانی کی اور احرام اتارنے کیلئے بال منڈھوائے، اب جب لوگوں کو یقین ہوگیا کہ اس فیصلہ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی تو سب نے قربانیاں کی اور احرام اتارا، ہجوم کا یہ عالم تھا کہ ایک دوسرے پرٹوٹا پڑتا تھا اور عجلت اس قدر تھی کہ ہر شخص حجامت بنانے کی خدمت انجام دے رہا تھا۔

قرآنِ کریم میں ہے کہ بلقیس جو سورج پرست تھیں اور قومِ سبا کی سربراہ تھیں، حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب ہدہد کے ذریعہ خط بھیج کر اسلام کی دعوت دی تو اس عورت نے سارے مردوزراء سے رائے لی "مَا کُنۡتُ قَاطِعَةً اَمۡراً حَتّٰی تَشۡهَدُوۡنَ (۱)

اس طرح سارے مرد اس کے حوالے ہوگئے کہ ہم تمہارے فیصلہ پر راضی ہیں، جب عورت مشورہ اور رائے لینے کے ذریعہ سے مردوں کو اپنے سے جوڑسکتی ہے تو مرد کو تو ضرور عائلی مسائل میں بیوی کی رائے لینا چاہئے، اس طرح جوڑ باقی رہتا ہے۔

صبروتحمل سے کام لیاجائے

میاں بیوی کا رشتہ جس قدر مضبوط ہوتا ہے اسی قدر نازک بھی ہوتا ہے، دن رات کے ساتھ رہنے والے (جبکہ ہر ایک کی طبیعت میں دوسرے سے کچھ اختلاف اور فرق ضرور ہوتا ہے) کچھ کمی کوتاہی اور اونچ نیچ کا ہوجانا یہ واقعی چیز ہے، اس کے علاوہ فطری اور طبعی طور پر عورت کے اندر کچھ جذباتیت، ناواقفیت اندیشی ضروری ہوتی ہے؛ اس لئے اسلام نے عورت کی اسی فطری کمزوری کو پیشِ نظر رکھ کر شوہر کو کچھ ہدایات دی ہیں کہ وہ جن کو سامنے رکھ کر اس رشتہ کو پائیداری اور دوام بخش سکتا ہے، اسی کو اللہ عزوجل نے یوں فرمایا : وَعَاشِرُوۡهُنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ، فَاِنۡ کَرِهۡتُمُوۡهُنَّ شَيۡئًا فَعَسٰی اَنۡ تَكۡرَهُوۡا شَيۡئًا وَّيَجۡعَلُ اللّٰهُ فِيۡهِ خَيۡرًا كَثِيۡرًا (۲) اور ان عورتوں کے ساتھ حسن وخوبی سے گزربسر کرو اور اگر تم کو وہ ناپسند ہوں تو ممکن ہے کہ تم ایک چیز ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس کے اندر کوئی بڑی منفعت رکھ دے۔

(۱) النمل:۳۲ (۲) النساء: ۱۹

اس ارشادِ خداوندی میں مرد کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ اگر بیوی میں تمہیں کوئی ناپسند یا ناگوار بات نظر آئے جو تمہاری طبیعت کے خلاف ہو تو اسے ایسے موقع سے جذبات کی رَو میں بہہ کر طلاق دینے پر اڑ نہیں جانا چاہیئے ؛ بلکہ اس جگہ عقل سے کام لے کہ گر چہ یہ چیز میری طبیعت کے خلاف ہے ؛ لیکن یہ ممکن کہ بیوی کے اندر ہماری طبیعت کے خلاف کوئی ناگوار چیز موجود ہو ؛ لیکن ہوسکتا ہے کہ اسی میں خیر اور بھلائی کا پہلو ہو جس کا علم محض اللہ عز جل ہو۔

اسی کو ایک روایت میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا : کوئی مسلمان مرد کسی مسلمان عورت کو اس لئے مبغوض نہ رکھے کہ اس کی کوئی عادت ناگوارِ خاطر ہے ؛ کیونکہ اگر ایک عادت ناپسند ہے تو ممکن ہے کوئی دوسری عادت پسند آجائے ”لا يفرك مؤمن مؤمنة وان كره منها خلقا رضى منها اخر (۱)

مطلب یہ ہے کہ جب دو انسان ایک ساتھ رہتے ہوں تو کوئی بات دوسرے کی اچھی لگتی ہے اور کوئی بری ، اگر کوئی بات بری لگ رہی ہے تو اس کی وجہ سے اس کو بالکل برا نہ سمجھو ؛ بلکہ اس کے اچھے اوصاف کا استحضار کرو ، اگر اچھائیوں کو تلاش کیا جائے تو پھر تو دل میں برائیوں کی اس قدر اہمیت نہیں رہتی۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ایک بزرگ کا واقعہ لکھا ہے کہ ان کی بیوی نہایت جھگڑالو تھی ، ہر وقت ان کے گھر آنے پر لعنت ملامت ، لڑائی ، جھگڑے کرتی ، کسی نے ان بزرگ سے کہا : دن رات کی لڑائی ، جھگڑا اسے بہتر یہ ہے کہ اس کو طلاق دے کر اس کا قصہ تمام کردیں ، بزرگ نے جواب دیا ، طلاق دینا تو آسان ہے جب چاہے دے دوں گا ، بات دراصل یہ ہے کہ عورت میں اور بھی بہت ساری برائیاں مجھے نظر آتی ہیں ؛ لیکن اس میں ایک وصف ایسا ہے جس کی وجہ سے میں اسے کبھی نہیں چھوڑوں گا ، اللہ نے اس کے اندر وفاداری کا ایسا وصف رکھا ہے کہ بالفرض میں گرفتار ہو جاؤں اور پچاس سال تک جیل میں بند رَہوں تو مجھے یقین ہے کہ میں اس کو اس کونے میں بٹھا جاؤں تو اسی کونے میں میرے انتظار میں بیٹھی رہے گی ، بہر حال ہماری نگاہیں عورت کی برائیوں پر ہوتی ہیں ، اچھائیوں پر نہیں۔

(۱) مسلم: باب الوصية بالنساء ، حديث : ١٤٦٩

عورت کی فطری کمزوری کو برداشت کیا جائے

عورت کی فطری کمزوریوں کی جانب نشاندہی کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
تم وصیت قبول کرو کہ عورتوں سے بھلائی کروگے؛ کیونکہ وہ پسلی سے پیدا کی گئی ہیں اور پسلی میں سب سے ٹیڑھا والا حصہ اوپر کا ہے؛ لہٰذا اگر تم اس کو سیدھا کرنا چاہوگے تو توڑ ڈالوگے اور اگر چھوڑ دوگے تو ہمیشہ ٹیڑھا پن رہ جائے گا "وان ترکتہ لم یزل اعوج"؛ اس لئے عورت کے متعلق میری نصیحت قبول کرو۔(۱)

اس حدیث میں یہ بتلایا گیا ہے کہ طبعی اور فطری طور پر عورت میں جذباتیت، عجلت بازی اور بلا سوچے سمجھے قدم اٹھانے کا مادہ رکھا گیا ہے، یہ چیزیں اس سے علاحدہ نہیں ہوسکتی ہے، صرف ضروری حد تک اس کی اصلاح اور درستگی ممکن ہے؛ لیکن پورے طریقہ سے اس کی اس ناہمواری کو ختم کیا جائے یہ بالکل ناممکن ہے، اس کی مکمل طرح سے اصلاح ہوجائے، عورت ہر چیز میں مرد کے موافق ہوجائے، اگر کسی نے غلط فہمی میں اس کے اس جذباتیت اور جلد بے قابو ہوجانے کے وصف کو مکمل طریقے سے دور کرنے کی کوشش کی تو بالکل سیدھی نہیں ہوسکتی، البتہ وہ ٹوٹ جائے گی، وہ مرد سے مقابلے کیلئے اتر آئے گی؛ اس لئے مرد کو چاہیئے کہ وہ عورت کی معمولی غلطی اور کمزوری کو نظر انداز کردے اور ان کے ساتھ بہتر سلوک اور دلداری کا معاملہ کرے، پھر حضور اکرم ﷺ حدیث کے آخری حصے میں فرما رہے ہیں: یہ میری خاص وصیت ہے اسے ہرگز نظر انداز نہ کرنا۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ کسی وجہ سے اپنی بیوی سے بڑے تنگ تھے؛ کیونکہ عورتیں عموماً زبان کی تیز ہوتی ہیں، وہ صحابی سوچنے لگے کہ کوئی ایسا طریقہ اپنایا جائے جس سے عورت کو سبق سکھایا جائے، انہوں نے چاہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو کہ جلالی طبیعت ہیں ان سے اصلاح کرواتے ہیں، چنانچہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، جب وہاں گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ ان سے پردے میں بات کررہی ہیں اور بات میں لب ولہجہ اونچا ہے، اور وہ تیزی سے

(۱) مسلم: باب الوصية بالنساء، حديث ١٤٦٨

بات کر رہی تھیں جب انہوں نے یہاں دیکھا کہ جس مسئلہ کے حل کیلئے وہ آئے تھے خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس مسئلہ سے دوچار ہیں تو الٹے پاؤں واپس ہونے لگے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: بھائی واپس کیوں جارہے ہو، انہوں نے کہا: حضرت جس کام کیلئے یہاں آیا تھا وہی میں نے یہاں دیکھا تو سوچا واپس چلا جاؤں، انہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: دیکھو یہ میری بیوی ہے، میری ہر جنسی ضرورت پورا کرتی ہے، میرے لئے سکون کا باعث ہے، میری باورچن بھی ہے، گھر میں سارا دن میرے لئے کھانے دانے میں لگی رہتی ہے، میرے گھر کی صفائی کرنے والی ہے، " وهي ام ولدي، وفراشي، وحافظة مالي، وطاهية طعامي، ومنظفة ثيابي " اتنی قربانیاں میرے لئے کر رہی ہے، کیا اس کی بات کو میں تحمل مزاجی سے نہیں سن سکتا، وہ صحابی کہنے لگے: آپ نے میرے دل کی گرہ کھول دی۔(۱)

شفقت ونرمی کا برتاؤ

جب احادیث کی روشنی میں یہ بتلایا گیا کہ عورت میں ناہمواری اور جلد بے قابو ہو جانے کا وصف طبعی طور پر ودیعت کیا ہوا ہے، اس کی اس ناہمواری کو مکمل طور پر درست نہیں کیا جاسکتا؛ البتہ بقدرِ ضرورت اس کی اصلاح اور درستگی ہوسکتی ہے، وہ بھی محبت ونرمی کے ذریعہ، الغرض عورت کے مزاج مذاق کا لحاظ کرتے ہوئے اس کی تنبیہ وسرزنش کی جانی چاہیئے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " المرأة كالضلع ان اقمتها كسرتها وان استمتعت بها وفيها عوج " (۲)

وضاحت: اس حدیث کے تعلق سے بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہے کہ عورت واقعتاً ٹیڑھی پسلی کی مخلوق ہے اور یہ اس کے حق میں مذمت وملامت کی چیز ہے؛ حالانکہ بات ایسی نہیں ہے؛ اس کا مطلب یہ ہے کہ عورت کی مثال پسلی کی سی ہے کہ جس طرح پسلی دیکھنے میں ٹیڑھی معلوم ہوتی ہے؛ لیکن پسلی کا حسن اور اس کی صحت اس کے ٹیڑھا ہونے میں ہے، اس کے

---

(۱) شرح الاربعين النووية : صور ونماذج من مزح الصحاب، من دروس الشيخ عطيه بن محمد سالم

(۲) مسلم: باب الوصية بالنساء، حديث:١٤٦٨

ٹیڑھا ہونے کے ساتھ ہی فائدہ اٹھایا جائے اسی طرح عورت کا بھولا پن اور اس کی سادہ لوحی اس کی خوبصورتی ہے۔

عورت کے جلد بے قابو ہو جانے، شوہروں کی ناشکر گذاری اور اس کی فطرت کے مختلف رنگ اس کی ضدی طبیعت اور بات پر اڑ جانے کی عادت کو بیان کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عورتیں شوہروں کی ناشکر گذار ہوتی ہیں اور ان کے احسان کی منکر، اگر تم ان کے ساتھ زندگی بھر احسان کرو، پھر اگر کوئی بات تمہاری طرف سے ان کی طبیعت کے خلاف ہو جائے تو بول اٹھیں گی کہ میں نے کبھی بھی تم سے کوئی بھلائی نہیں دیکھی'' ''ولو احسنت الٰی احداھنّ الدھر ثمّ رأت منك شیئا قالت: ما رأیت منك خیرًا قطّ''(۱)

اس لئے نبی کریم ﷺ فرما رہے ہیں کہ مرد میں عورت کے مقابل تحمل اور قوت برداشت زیادہ ہوتی ہے؛ اس لئے وہ اس کی ہر بات پر دارو گیر نہ کرے؛ بلکہ نرمی، ملاطفت، محبت، چاہت سے کام لے، عورت تو کمزور ہے؛ لیکن مرد صبر کے دامن کو ہرگز ہاتھ سے جانے نہ دے، ورنہ پھر نباہ مشکل ہو جائے گا اور نوبت طلاق کی آجائے گی۔

ظلم وزیادتی نہ کرے

خلقۃ (پیدائشی طور پر) عورت کمزور پیدا کی گئی ہے اور مرد قوی اور طاقتور، کہیں ایسا نہ ہو کہ مرد اپنی برتری، قوت وطاقت کا مظاہرہ یوں کرنے لگے کہ اس کو بے جا مار پیٹ کرنے لگے یا باتوں کے ذریعہ یا اس پر طعن کر کے کسی بھی طرح اس پر ظلم کرے اس کی ممانعت کی گئی ہے، ارشادِ خداوندی ہے'' وَلَا تُمۡسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعۡتَدُوا وَمَنۡ يَّفۡعَلۡ ذٰلِكَ فَقَدۡ ظَلَمَ نَفۡسَهٗ وَلَا تَتَّخِذُوۡا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا '' (۲) اور ان کو تکلیف پہنچانے کی غرض سے مت روکو، اس ارادہ سے کہ ان پر ظلم کرو گے، جو شخص ایسا کرے گا، سو وہ اپنا ہی نقصان کرے گا، اللہ کے احکام کو کھلواڑ مت سمجھو۔

(۱) بخاری: کتاب الایمان: باب کفران العشیر وکفر بعد کفر، حدیث: ۲۹
(۲) البقرۃ: ۲۳۱

گرچہ یہ آیت طلاق کے بارے میں ظلم وزیادتی کو منع کرنے کے حوالے سے نازل ہوئی ہے، مگراس کے پیرائیہ بیان میں بڑی وسعت اور کشادگی ہے کہ کسی بھی طرح کی ظلم وزیادتی نہ ہونے پائے۔

نبی کریم ﷺ نے مرد کے بیوی کے ساتھ دوہرے معیار کو یوں بیان کیا ہے: تم میں سے کوئی اپنی بیوی کو اس طرح نہ پیٹنے لگے جس طرح غلام کو پیٹا جاتا ہے اور پھر دوسرے دن جنسی میلان کی تکمیل کیلئے اس کے پاس پہنچ جائے "لا يجلد أحدكم امرأته جلد العبد، ثم يُجامعها في اليوم الآخر"(۱)

حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ اپنے غلام کو مار رہے تھے کہ پیچھے سے آواز سنی، جان لے ابومسعود! کہ اللہ کو تجھ پر اس سے زیادہ قدرت اور قابو حاصل ہے جتنا تجھے اس بے چارے غلام پر ہے، میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ فرمانے والے رسول اللہ ﷺ تھے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! (میں نے اس کو آزاد کردیا) اب (یہ میری طرف سے) آزاد ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اگر تم یہ نہ کرتے تو "لَلَفَحَتْكَ النَّارُ" جہنم کی آگ تمہیں جلادیتی۔ (۲)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ: اپنی باندی کو برتن توڑنے پر سزا نہ دیا کرو؛ اس لئے کہ برتنوں کی بھی عمر ہوتی ہے تمہاری عمروں کی طرح "لا تضربوا اماء كم على كسر اناء كم فانّ لها اٰجالا كاٰجالكم". (۳)

غور کرنے کی بات ہے کہ یہ معاملہ جب نوکروں اور باندیوں کے ساتھ ہے تو پھر بیویوں کے ساتھ کیسا ہونا چاہئے۔

---

(۱) بخاری: كتاب النكاح، باب ما يكره من ضرب النساء، حديث:۲۹۰۸

(۲) مسلم: باب صحبة المماليك وكفارة من لطم عبده، حديث: ۱۶۵۹، سخاوی نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے: المقاصد الحسنة: ۱/۷۲۱

(۳) کنزالعمال : الاكمال من الصحبة مع المملوك : حديث:۲۵۰۸۱

مار پیٹ نہ کرے

نبی کریم ﷺ نے عورت کو بے جا بغیر کسی نافرمانی اور سرکشی کے مار پیٹ کرنے سے سختی سے منع فرمایا ہے: اپنی شریک حیات کو لونڈی کی طرح ہرگز نہ پیٹو " ولا تضربنّ ظغينك ضرب أمتك" (۱)۔

حکیم بن معاویہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ: عورتوں کے ہم پر کیا حقوق ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم کھاؤ تو اس کو کھلاؤ اور جب تم پہنو تو اس کو پہناؤ، اس کے چہرے پر نہ مارو اور نہ برا بھلا کہو اور نہ جدائی اختیار کرو اس کا موقع آ بھی جائے یہ گھر میں ہی ہو " ولا تضرب الوجه ، ولا تقبح ، ولا تهجر الّا فی البيت" (۲)

سرزنش کی اجازت اور اس کے حدود

شریعت نے عورت کو جسمانی اذیت اور تکلیف دینے کی اجازت بالکل آخری مراحل میں دی ہے، اور اس کے مختلف درجات بیان کئے ہیں، اگر عورت نہایت ہی ضد اور ہٹ دھرمی پر اتر آئے، نافرمانی اور حکم عدولی کرنے لگے، تو پہلا درجہ یہ ہے کہ مرد عورت کے ساتھ سونا چھوڑ دے اور اگر یہ شکل بھی کارگر نہ ہو تو پھر مارے؛ لیکن مارنے کے بارے میں حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشادِ گرامی ملحوظ رکھے "واضربوهنّ ضربًا غير مبرّحٍ" ان عورتوں کو اس طرح نہ مارو کہ جلد کھلے۔(۳)

---

(۱) مصنف ابن ابی شیبه فی الرجل یؤدب امرأته، حدیث: ۲۵۶۰، حاکم نے اس کو صحیح السند کہا ہے، علامہ ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے: مستدرك: كتاب الأدب: حدیث: ۷۰۹۴

(۲) ابوداؤد: كتاب النكاح، باب فی حق المرأة على زوجها، حدیث: ۲۱۴۳، حافظ ابن حجر نے "بلوغ المرام میں اس روایت کے بارے میں کہا ہے: اس کو ابن حبان اور حاکم نے صحیح کہا ہے: ۱/۱۹۸

(۳) ترمذی: الرضاع، حق المرأة على زوجها، حدیث: ۱۱۶۳، امام ترمذی نے اس روایت کو حسن، صحیح کہا ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے : وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِیْ الْمَضَاجِعِ، وَاضْرِبُوْهُنَّ، فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا "(۱)
ایسی عورتیں جن کی بدماغی کا تم کو احتمال ہو، ان کو زبانی نصیحت کرو، اوران کو ان کے لیٹنے کی جگہ میں تنہا چھوڑ دو، اوران کے مارو، پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کردیں تو ان پر بہانہ مت تلاش کرو۔

"ضرب غیر مبرحٍ" کے معنی ایسے مار کے ہیں جو تکلیف دہ نہ ہو، علامہ شامیؒ فرماتے ہیں "لیس لہ أن یضرب بها فی التادیب ضربًا فاحشًا، وهو الذی یکسر العظم ویخرق الجلد او یُسوّده" (۲) شوہر کیلئے ازراہِ تادیب نازیبا حد تک مار پیٹ جائز نہیں ہے، ایسی سرزنش کہ ہڈی ٹوٹ جائے، چمڑا پھٹ جائے یا سیاہ پڑ جائے۔

بعض حضرات نے صرف مسواک سے مارنے کی اجازت دی ہے، چہرہ اور جسم کے نازک حصوں پر مارنا یا اس طرح مارنا کے جسم پر ورم آجائے قطعاً جائز نہیں۔(۳)

گو آپ ﷺ نے ازراہِ اصلاح سرزنش کی اجازت دی ہے؛ لیکن ارشاد فرمایا کہ: تم میں بہتر لوگ اپنی بیویوں پر ہاتھ نہیں اٹھائیں گے "ولن یضرب- احسبه قال- خیارکم" (۴)

دوسری یہ بات بھی پیشِ نظر رہے کہ کوئی بھی بات جو شوہر کی طبیعت کے خلاف ہو اس کیلئے عورت پر ہاتھ اٹھانا جائز نہیں، عام طور پر فقہاء نے چار وجوہ سے سرزنش کی شوہر کو اجازت دی ہے، شوہر کیلئے زینت نہ کرے، کسی شرعی یا طبعی عذر کے بغیر ہم بستری کیلئے آمادہ نہ ہو، کسی حق شرعی کے بغیر بلا اجازت شوہر کے گھر سے نکل جائے، ان تین صورتوں کے متعلق فقہاء کا اتفاق ہے، چوتھی صورت نماز نہ ادا کرنے کی ہے، بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہ شوہر کا حق نہیں ہے، یہ اللہ کا حق ہے، اس لئے شوہر کو اس پر تادیب کا حق نہیں۔

---

(۱) النساء : ۳۳ (۲) رد المحتار : ۱۹۰/۳

(۳) المغنی : باب اداب الجماع : ۲۴۲/۷

(۴) مجمع الزوائد: باب ضرب النساء، حدیث: ۷۷۴۶، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس کو بزار نے روایت کیا ہے، اس میں علی بن فضیل متروک ہیں۔

تاہم یہ حقیقت ہے کہ حق تادیب ان ہی چار صورتوں میں محدود نہیں؛ بلکہ ان کے مماثل عورت کی طرف سے ہونے والی دوسری زیادتیوں میں بھی تادیب کی جاسکتی ہے، جیسے شوہر کو بدتمیزی کے ساتھ مخاطب کرنا، گالی دینا، غیر محرم کے سامنے ہوجانا، عام رواج وعادت سے بڑھ کر شوہر کا کوئی سامان کسی کو دے دینا یا بچوں کو مار پیٹ کرنا۔

ان سب کی اجازت دینے کے باوجود بھی رسول اللہ ﷺ کی چاہت یہ تھی کہ فہمائش سمجھانے کے ذریعہ ہو، ارشاد ہے، اپنی بیویوں کو مارنے والے اچھے لوگ نہیں ہیں، " لا تجدون اولٰئك خيارهم" (۱)

اور خود نبی کریم ﷺ نے اپنی بیویوں میں سے کسی پر کبھی ہاتھ نہیں اٹھایا "ما ضرب رسول اللّٰه شيئا قط بيده ولا امرأة ولا خادما " (۲)

بیوی کے حقِ زوجیت کی اہمیت

عبادت یہ نہایت ہی اونچے درجے کی چیز ہے؛ لیکن اسلام نے اس کی اجازت نہیں دی ہے کہ عورتوں کی حق تلفی کرکے اپنے آپ کو عبادات میں مصروف رکھا جائے، دن رات عورت سے علیحدہ رہ کر نماز، روزوں میں لگے رہیں، اس طرح کے کئی ایک واقعات حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے کتابوں میں مذکور ہیں کہ وہ پوری رات عبادت میں گذار دیتے تھے، حقِ زوجیت کی ادائیگی کی ان کے پاس کوئی اہمیت نہیں تھی، ایسے ہی لوگوں کو مخاطب کرکے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: " فلا تفعل، صم، وافطر ونم، فانّ لجسدك عليك حقّا، وانّ لعينك عليك حقًّا، وانّ لزوجك عليك حقًّا "(۳) اس طرح نہ کرو، بلکہ روزہ بھی رکھو، افطار بھی کرو، عبادت بھی کرو، سو بھی جاؤ؛ چونکہ تم پر تمہارے جسم کا بھی حق ہے، تمہاری آنکھ کا بھی حق ہے اور تم پر تمہاری بیوی کا بھی حق ہے۔

---

(۱) ابن حبان : باب معاشرة الزوجين ، حديث: ۱۴۸۹

(۲) مسلم : باب مباعدته، حديث: ۲۳۴۸

(۳) بخاری : باب لزوجك عليك حق، حديث: ۴۹۰۳

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے درمیان مواخاۃ (بھائی چارہ) کا رشتہ قائم فرمایا، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے ملاقات کیلئے تشریف لائے، انہوں نے ام درداء رضی اللہ عنہا کو پراگندہ حال دیکھا تو ان سے فرمایا: تم نے یہ کیا حالت بنا رکھی ہے؟ انہوں نے کہا: تمہارے بھائی ابوالدرداء کو دنیا سے کوئی تعلق ہی نہیں، اسی دوران ابودرداء رضی اللہ عنہ تشریف لائے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کیلئے کھانا بنایا، پھر کہا: کھاؤ، ابودرداء رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں روزہ سے ہوں، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا میں تمہارے بغیر نہیں کھانے کا، چنانچہ انہوں نے بھی کھایا، جب رات ہوئی تو ابودرداء رضی اللہ عنہ عبادت کیلئے کھڑے ہوگئے، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: سوجاؤ، تو وہ سوگئے، پھر اٹھ کھڑے ہوگئے، پھر کہا: سوجاؤ، پھر رات کے آخری پہر میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: اب کھڑے ہوجاؤ، پھر ان دونوں نے نماز پڑھی، ان سے سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: تم پر تمہارے رب کا بھی حق ہے، تم پر تمہاری ذات کا بھی حق ہے، تم پر تمہارے اہل کا بھی حق ہے ہر شخص کو اس کا حق دو، پھر وہ حضور ﷺ کے پاس تشریف لائے اور آپ ﷺ سے اس کا ذکر فرمایا: تو آپ ﷺ نے فرمایا: سلمان نے سچ کہا۔(۱)

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی اہلیہ ازواجِ مطہرات کے پاس آئیں، وہ نہایت ہی پراگندہ حال اور بوسیدہ کپڑوں میں ملبوس تھیں، ازواجِ مطہرات نے ان سے کہا: تمہاری یہ کیا حالت ہوگئی ہے؟ تو انہوں نے کہا: وہ تو رات کے شب بیدار اور دن کے روزہ دار ہیں "واماّ الليل فقائم واماّ النهار فصائم" حضور اکرم ﷺ کو ان کی اس بات کی اطلاع دی گئی، آپ ﷺ نے حضرت عثمان سے ملاقات کر کے ان کو تنبیہ کی اور فرمایا: "مالك بی اسوة" (کیا میرے اندر تمہارے لئے نمونہ نہیں ہے) انہوں نے کہا: کیوں نہیں! میری جان آپ پر قربان، وہ اس کے بعد اچھی اور بہترین حالت میں آئیں، وہ اپنے شوہر کے وفات کے بعد یہ اشعار پڑھا کرتیں تھیں:

(۱) بخاری: کتاب الصوم، با من اقسم علی اخیه لیفطر، حدیث: ۱۸٦٧

يا عين جودى بدمع غير ممنون
على رزّية عثمان بن مظعون

اے آنکھ تو عثمان بن مظعون کی موت پر مسلسل آنسو بہاتے رہ۔

على امرءٍ بات فى رضوان خالقه
طوبىٰ لـه من فقيد الشخص مدفون

ایسے شخص پر جس نے اپنے خالق کی خوشنودی میں راتیں گذاریں، اس مدفون اور غیر موجود شخص کا بہترین ٹھکانہ ہو۔

طاب البقيع له سكنى وغرقده
واشرقت ارضه من بعد تفتين

بقیعِ غرقد ان کا بہترین ٹھکانہ ہو، ان کی زمین فتنوں کے بعد روشن ہوگئی۔

واورثت القلب حزنًا لا انقطاع له
حتى الممات ، فما ترقىٰ له شئونى

اس نے دل پر ایسا غم ڈھایا ہے کہ موت تک ختم ہونے والا نہیں، ان کیلئے مسلسل آنسو بہتے رہیں گے۔(ا)

ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک عورت ان کے پاس آئی، کعب بن سور رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما تھے، کہنے لگی: امیر المومنین! میرا شوہر بڑا نیک ہے، سارا دن روزہ رکھتا ہے، ساری رات عبادت کرتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا میں اُسے دن کے روزے اور رات کی عبادت سے روک دوں، کہا: وہ وہاں سے چل دی پھر واپس آ کر دوبارہ وہی بات کہنے لگی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے پہلے کی طرح جواب دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کی بات کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکے، کعب بن سور رضی اللہ عنہ نے کہا: امیر المؤمنین! اس نے بڑے پیارے انداز میں آپ کے سامنے اپنے شوہر کی ایک کمزوری بیان کی ہے،

(ا) حلية الأولياء: مصعب بن عمير الدارى: ۱۰٦/۱، دار الكتاب العربى، بيروت، الطبعة الأولى ۱٤۰۵ھ

حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا کمزوری؟ اس کا خاوند تو نیک نظر آتا ہے، انہوں نے کہا کہ یہی تو وہ کہنا چاہتی ہے کہ سارا کا سارا دن روزہ رکھتا ہے اور پوری رات عبادت میں گذار دیتا ہے؛ لیکن بیوی کے پاس وقت گذارنے کیلئے اس کے پاس فرصت نہیں ہے، تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ سوچنے لگے کہ کتنے پیارے انداز میں بیوی نے اپنے شوہر کی شکایت کی چنانچہ آپ نے اس کے خاوند کو بلایا، وہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ تھے، بڑے نیک تھے، وہ جب آئے تو انہوں نے کہا: جی ہاں، میں اللہ کے قرآن میں اتنا مزہ پاتا ہوں کہ میری بیوی کی طرف اتنی توجہ نہیں ہوتی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کعب بن سور رضی اللہ عنہ سے کہا: جب آپ نے مسئلہ کو سمجھا ہے، اب مسئلہ کا حل بھی آپ ہی سمجھا دیجئے، چنانچہ کعب بن سور رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: دیکھو! شریعت نے حکم دیا ہے، اس لئے تمہیں اپنی بیوی کو وقت دینا ہوگا، تمہیں چاہئے کہ اگر تم تین دن روزہ رکھنا چاہتے ہو تو رکھو، مگر چوتھے دن افطار کرو، اور وہ دن اپنی بیوی کے ساتھ گذارو، تین رات تو شب بیداری کرو اور ایک رات اپنی اس بیوی کے ساتھ گذارو، چونکہ قرآنِ مجید نے ایک مرد کو زیادہ سے زیادہ چار عورتوں سے شادی کرنے کی اجازت دی ہے "فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ" (۱) بالفرض اگر کوئی بغیر اجازت چار شادیاں کرے تو ہر عورت کو تین دنوں کے بعد چوتھی رات مل جائے گی۔

چار مہینے سے زیادہ بغیر اجازت علاحدہ نہ رہے

شوہر کو چاہئے کہ وہ بیوی سے چار مہینے سے زیادہ علاحدہ نہ رہے، چار مہینے سے زیادہ دُور رہنے پر جو نقصانات ہو سکتے ہیں اس کا اندازہ ان احادیث اور واقعات سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ کو دورانِ گشت کسی عورت کی آواز سنائی دی جو اس طرح کہہ رہی تھی: "رات کافی لمبی ہو چکی ہے، اس کے دونوں اُفق بالکل سیاہ ہو گئے اور اس نے مجھے بیدار کر دیا ہے، میرا کوئی محبوب نہیں ہے کہ جس سے میں دِل لگی کروں، اگر اللہ تعالیٰ کا خوف دامن گیر نہ ہوتا، اور تقویٰ جیسی کوئی طاقتور چیز ہے بھی نہیں تو بدکاری سے اس تخت کے چاروں سمت ہل جاتے"۔

(۱) الطبقات الكبرىٰ لابن سعد: ابومريم الحنفی، ۹۲/۷، دار صادر، بيروت، الطبعة الأولى: ۱۹۶۸ھ

حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ نے اُس سے کہا: تمہیں کیا ہو گیا؟ اس نے کہا: میرا شوہر کئی مہینوں سے میرے پاس موجود نہیں ہے، مجھے اس کی چاہ ہو رہی ہے، حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تم نے بدکاری کا ارادہ کیا ہے؟ اس نے کہا: اللہ کی پناہ! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اپنے اوپر قابو رکھو، ڈاک جانے ہی والی ہے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی صاحبزادی ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور اُن سے کہنے لگے: میں تم سے اپنے ایک اہم معاملے میں کچھ پوچھنا چاہتا ہوں، تم اُس کے بارے میں مجھے بتانا، وہ یہ کہ کتنی مدت میں عورت کو شوہر کی خواہش ہوتی ہے؟ انہوں نے اپنا سر نیچے کر لیا اور شرما گئیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ عزّ وجل حق بات کہنے سے نہیں حیاء کرتا، انہوں نے ہاتھ کے اشارے سے تین مہینے یا چار مہینے بتلایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ تحریر روانہ کی کہ فوجیوں کو چار مہینے سے زیادہ روکے نہ رکھا جائے "ان لا تحبس الجیوش فوق أربعة أشهر" (۱)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لا تلجّوا علی المغیبات فانّ الشیطن یجری من أحدکم مجری الدم" (۲) ان عورتوں کے پاس نہ جاؤ جن کے شوہر موجود نہ ہوں؛ چونکہ شیطان تم میں سے ہر ایک کے اندر ایسے دوڑتا ہے جیسے جسم میں خون دوڑتا ہے، ہم نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رہا میرا سوال تو اللہ نے مجھے اس پر غلبہ دیا تو وہ مسلمان ہو گیا۔

ابو صالح سے روایت ہے کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے گھر میں آنے کی اجازت چاہی تو انہوں نے ان کو اجازت مرحمت کر دی تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ موجود ہیں، تو کہا کہ: نہیں ہیں، تو وہ لوٹ گئے، پھر دوسری مرتبہ اجازت چاہی، تو فرمایا: کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں؟ تو کہا کہ: ہاں موجود ہیں تو اندر آئے، ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: تم میری عدم موجودگی میں اندر کیوں نہیں آئے، تو انہوں نے کہا:

---

(۱) کنز العمّال: حقوق متفرقہ: حدیث: ۴۵۹۲۴

(۲) ترمذی: باب من مّا جاء فی کراهیة الدخول علی المغیبات: حدیث: ۱۷۲
حافظ ابن حجر نے اس روایت کے رجال کو ثقہ قرار دیا ہے سوائے مجالد بن سعید کے یہ مختلف فیہ ہیں: فتح الباری: ۳۳۱/۹

" انّ رسول اللّٰہ نہانا ان ندخل علی المغیبات " (۱) نبی کریم ﷺ نے ہمیں ان عورتوں کے پاس جن کے شوہر نہ ہوں جانے سے منع کیا ہے۔

اس بارے میں فقہاء کی یہ تصریحات بھی ملحوظ رہیں :

"یسقط حقھا بمرّۃ ویجب دیانۃ ولا یبلغ مدۃ الایلاء" عورت کا حق ایک مرتبہ جماع سے ساقط ہوجاتا ہے، اور واجب ہے دیانۃ اور ایلاء کی مدت (چار مہینے) کو نہیں پہنچنا چاہئے۔

اس کے تحت علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ

"ویجب أن لا یبلغ بہ مدۃ الایلاء الاّ برضاھا وطیب نفسھا بہ" اور یہ ضروری ہے کہ ایلاء کی مدت کو یعنی چار مہینہ نہ پہنچ جائے مگر یہ کہ اس کی خوشی اور دل کی رضا سے ہو۔(۱)

ان فقہی عبارات کے تحت علامہ تقی عثمانی مدظلہ فرماتے ہیں کہ

لیکن یہ مسئلہ حقِ جماع سے متعلق ہے اور اس میں تصریح ہے کہ عورت اپنی رضامندی سے اپنا حق ترک کرسکتی ہے؛ لیکن یہ درست ہے کہ مطلق سفر کے بارے میں فقہاء کرام کی کوئی تصریح احقر کی نظر سے نہیں گذری، لیکن فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے واقعہ علی اختلاف الروایات چار مہینے یا پانچ مہینے یا چھ مہینے تک سفر پر رہنے کی اجازت معلوم ہوتی ہے؛ لیکن ظاہر ہے کہ یہ عورت کے حق کی وجہ سے ہے اور یہ جب عورت کا حق ہے تو وہ اس سے دست بردار بھی ہوسکتی ہے، رہا یہ معاملہ کہ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ کیوں نہیں فرمایا کہ بیوی کی اجازت سے سپاہیوں کو چار مہینے سے زیادہ سفر پر بھیجا جاسکتا ہے، تو اس بارے میں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو اپنے لشکر کے سپاہیوں کیلئے ایک ضابطہ طئے کرنا تھا کہ ان کو

(۱) مسند احمد: حدیث: ۱۷۸۵۷ ، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس کو احمد نے روایت کیا ہے، اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں، سوائے ابوصالح کے انہوں نے فاطمہ سے نہیں سنا ہے؛ بلکہ انہوں نے عمرو سے سنا ہے : مجمع الزوائد: باب الدخول علی النساء: حدیث: ۱۲۸۲۶

(۲) الرد المحتار علی الدر المختار: ۴/۳۷۸-۳۷۹، دار عالم الکتب، الریاض

کتنی مدت کے بعد واپس بلایا جائے، اس کیلئے انہوں نے چار ماہ کی مدت علی الاطلاق مقرر فرمادی، اس کی تدقیق کی ضرورت محسوس نہیں کی کہ کس کی بیوی اس سے زائد کیلئے راضی ہے اور کس کی بیوی راضی نہیں۔

البتہ یہ ساری تفصیل اس وقت ہے جب کہ گھر سے باہر رہنے میں کسی فتنے کا اندیشہ نہ ہو، جہاں فتنے کا اندیشہ ہو، وہاں اس طرز عمل کی ہرگز حوصلہ افزائی نہیں ہونی چاہئے، آپ رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا بھی بجا اور درست ہے کہ احیاناً ضرورت کے مواقع پر طویل سفر اختیار کرنا اور بات ہے اور عمل کو معمول بنالینا دوسری بات ہے اور چونکہ ایسی صورت میں فتنے کے امکانات بہت قوی ہوجاتے ہیں، اس لئے اس سے احتراز ہی کرنا چاہئے، خلاصہ یہ کہ جہاں فتنے کا ظنِ غالب ہو وہاں تو بیوی کی اجازت کے ساتھ بھی سفر اختیار کرنا جائز نہیں اور اس میں مدت کی کوئی قید نہیں اور جہاں ظن غالب نہ ہو؛ لیکن معتد بہ احتمال ہو وہاں بھی حتی الامکان اس سے احتراز ہی لازم ہے۔(۱)

مرد کی نظر جب کسی عورت پر پڑے تو اپنے اہل کے پاس آئے

مرد کی نگاہ کسی عورت پر پڑے اور اس کی جانب اس کا طبعی میلان اور رجحان ہوجائے تو اسے چاہئے کہ وہ اپنے اہل کے پاس آئے اور اپنی ضرورت اور حاجت کو پورا کرے اور یہ سوچے کہ جو اس عورت کے پاس ہے وہی میری بیوی کے پاس ہے۔

ایک روایت میں اسی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا: "امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلّ من وقع بصره علی امراة فتاقت نفسه الیها أن یجامع أھلھا" (۲) جس کسی کی نگاہ کسی عورت پر پڑے اور اس کا میلان اور رجحان اس عورت کی طرف ہوجائے تو وہ اپنے اہل کے پاس آئے اور اپنی ضرورت پوری کرے۔

---

(۱) فتاویٰ عثمانی: کتاب النکاح: ۳۱۱/۲، کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

(۲) احیاء العلوم: کتاب آداب النکاح: ۲۹/۲، دار المعرفہ بیروت، علامہ عراقی کے احیاء کی تخریج میں اس حدیث کی سند کو جید کہا ہے۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کی نگاہ کسی عورت پر پڑی تو آپ ﷺ اپنی اہلیہ حضرت زینب ؓ کے پاس آئے اور ان سے اپنی ضرورت پوری کی اور باہر نکل آئے اور فرمایا: جب عورت آتی ہے تو شیطان کی صورت میں آتی ہے، جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کو دیکھے اور وہ اسے بھا جائے تو اپنی بیوی کے پاس آئے؛ چونکہ اس کے پاس بھی وہی ہے جو اپنی بیوی کے پاس ہے" فانّ معها مثل الذی معها " (۱)

تنہائی کے راز افشاء نہ کریں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھانے کے بعد تمام لوگوں سے پوچھا: کیا تم میں ایسا مرد یا عورت ہے جو اپنی بیوی سے تنہائی کرے، دروازہ بند کر لے، پردہ ڈال دے، پھر لوگوں کے سامنے بولتا پھرے؟ اس کے بارے میں آپ ﷺ نے خود ارشاد فرمایا: ایسی حرکت کرنے والا اور کرنے والی اُس شیطان اور شیطانہ کی طرح ہے جو سڑک پر مباشرت کریں، جبکہ لوگ دیکھ رہے ہوں " انّ مثل من فعل ذلك مثل شیطن وشیطنة لقی أحدهما صاحبه بالسكّة فقضی حاجته منها والنّاس ینظرون الیه" (۲)

شوہر بیوی کیلئے صفائی وستھرائی کا اہتمام کرے

اپنے آپ کو بیوی کیلئے اچھا اور بہتر ثابت کرنے کی جہاں بہت ساری صورتیں ہیں، وہیں اس حوالے سے ایک صورت بیوی کی دل داری ودل جوئی کی یہ بھی ہے کہ شوہر بیوی کیلئے نظافت ونفاست اور صفائی وستھرائی، لباس، تراش خراش ہر چیز میں خوشنمائی اور خوبصورتی کا اہتمام کرے، کیونکہ بیوی بھی اپنے شوہر کو اچھی اور بہتر حالت میں دیکھنا پسند کرتی ہے؛ یہی وجہ ہے کہ

(۱) ترمذی: الرجل یری المرأة تعجبه: حدیث: ۱۵۸، امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو صحیح حسن غریب کہا ہے

(۲) مسند احمد: مسند ابی هریرة، حدیث: ۱۰۹۹۰، ۲/ ۵۴۰، محقق شعیب الارنؤط نے کہا ہے: اس کی سند ضعیف ہے طوافی کی جہالت کی وجہ سے، اس کے بقیہ رجال شیخین کے رجال ہیں، اس حدیث کے بعض ٹکڑوں کی دوسری اسنادیں ہیں اور شواہد ہیں جو اس کو قوی کر دیتی ہیں۔

حضورِ اکرم ﷺ نے ساری زندگی نظافت ونفاست کا خوب اہتمام فرمایا: یہی وجہ تھی کہ سفر وحضر ہر موقع سے آئینہ، کنگھی اور سرمہ دانی اس قسم کے اصلاح ودرستگی کے سامان اپنے ساتھ لئے ہوئے ہوتے تھے، ویسے بھی رسول اللہ ﷺ نے آدمی کو پراگندہ، بری اور ابتر حالت میں رہنے سے منع فرمایا ہے :

عطا بن یسارؒ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا، جس کے سر اور داڑھی کے بال بکھرے ہوئے اور پریشان کن تھے، آپ ﷺ نے اشارے سے فرمایا: کہ بالوں کو درست کر لے، چنانچہ اس نے اشارۂ نبوی پا کر سر اور داڑھی کے بال درست کر لئے اور اس شخص کو پلٹتے وقت آپ ﷺ نے جب اُسے اچھی حالت میں دیکھا تو فرمایا کہ کیا یہ ہیئت پہلی ہیئت سے بہتر نہیں ہے؟ جو شیطان سی معلوم ہوتی ہے

" الیس هذا خیرًا من ان یاتی احدکم ثائر الرأس کأنّه شیطن" (۱)

صفائی وستھرائی، نظافت ونفاست کے اہتمام کے حوالے سے یہ روایت بھی نہایت ہی واضح اور ظاہر ہے۔

حضرت سعید بن مسیّبؒ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں: اللہ پاک ہے پاکی کو پسند کرتا ہے، اللہ پاکیزہ ہے، پاکیزگی کو پسند کرتا ہے، " انّ اللّٰـه طیّب یُحبّ الطیب، نظیف یُحبّ النظافة "(۲)

ابن عباس ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ میں یہ پسند کرتا ہوں کہ اپنی بیوی کو خوش کرنے کیلئے میں بھی اپنی زینت کروں جس طرح وہ مجھے خوش کرنے کیلئے اپنا بناؤ سنگھار کرتی ہے؛ چونکہ ارشادِ باری ہے: وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ(۳) اور عورتوں کا بھی حق ہے جیسا کہ مردوں کا حق ان پر ہے دستور کے مطابق۔'' میں یہ نہیں چاہتا کہ وہ تو میرے تمام حقوق کی

---

(۱) مؤطا مالك: باب اصلاح الشعر، حدیث: ۳۴۹۴، مؤسسة زاید بن سلطان اٰل نهیان، الطبعة الأولى، ۱۴۲۵ھ

(۲) ترمذی: کتاب الأدب، النظافة، حدیث: ۲۷۹۹، امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو خالد بن الیاس کی وجہ سے ضعیف کہا ہے۔

(۳) البقرة: ۲۲۸

ادائیگی کرے، اور میں نہ کروں؛ حالانکہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے کہ ”وَ لِلرِّجَالِ عَلَیۡهِنَّ دَرَجَةٌ“ اور مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے۔ یعنی جس طرح مرد کو ہر اعتبار سے عورت پر فضیلت حاصل ہے، اسی طرح اسے اخلاق کے اعتبار سے بھی اس پر فضیلت ہونا چاہئے۔(۱)

امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ: جیسے مجھے یہ پسند ہے کہ میری بیوی میرے لئے زینت کرے، اسے بھی یہ اچھا لگتا ہے کہ میں اس کیلئے زینت کروں” کما یعجبنی أن تتزین لی زوجتی یعجبها أن اتزین لها “ (۲)

بیوی کے کپڑے اور دیگر ضروریات کا انتظام

شوہر کی ایک اہم ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ بیوی کو نفقہ اپنی حیثیت کے مطابق (کپڑا، کھانا اور گھر) دیا کرے، اور بیوی کو ان ضروریات سے بے نیاز کردے، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے ” لِیُنۡفِقۡ ذُوۡ سَعَةٍ مِّنۡ سَعَتِهٖ وَ مَنۡ قُدِرَ عَلَیۡهِ رِزۡقُهٗ فَلۡیُنۡفِقۡ مِمَّاۤ اٰتٰهُ اللّٰهُ لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَهَا “ (۳) جس کے پاس گنجائش ہو اس کو چاہئے کہ اپنی گنجائش سے خرچ کرے اور جس کی آمدنی نپی تلی ہو وہ جتنا اس کو خدا نے دیا ہے اسی کے موافق خرچ کرے، اللہ تعالیٰ کسی کو اُس کی طاقت سے زیادہ مکلّف نہیں بناتا۔

ایک روایت میں نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے :

حکیم بن معاویہ القشیریؒ سے روایت ہے وہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم میں سے ہر شخص کے بیوی کے متعلقہ حقوق کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تو کھائے تو اسے کھلائے، جب تو پہنے تو اسے پہنائے، ”ان تُطعمها اذا طعمت، وتکسوها اذا کسوت“ (۴)

---

(۱) السنن الکبریٰ للبیهقی: باب حق المرأة علی الزوج، حدیث: ۱۵۵۰۵

(۲) الفتاویٰ الهندیة : ۲۵۹/۵ (۳) الطلاق: ۷

(۴) ابودؤد: کتاب النکاح، باب فی حق المرأة علی زوجها، حدیث: ۲۱۴۲، ابن الملقن نے البدر المنیر میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے: ۲۹۰/۸، دار الهجرة للنشر والتوزیع، الریاض

اور ایک جگہ نبی کریم ﷺ نے مرد کی اس ذمہ داری کو بیان کرتے ہوئے یوں فرمایا: ”ان تُحسنوا الیھنّ فی کسوتھنّ وطعامھنّ“ (۱) کہ تم ان بیویوں کے ساتھ کپڑا اور کھانا دینے میں خوش اخلاقی کا برتاؤ کرو۔

ایسے ہی اس کیلئے دیگر طہارت و پاکیزگی کے سامان کا بھی نظم کرے؛ تاکہ وہ اپنے آپ کو صاف ستھرا رکھ سکے۔

شوہر پر واجب ہے کہ بیوی کیلئے ایسی چیزوں کا بھی سامان کردے جس سے وہ اپنے آپ کو صاف ستھری رکھ سکے، اور میل کچیل سے پاک رہے، جیسے کنگھی، تیل، بیری کی پتی، خطمی، اشنان اور صابون جہاں کا جورواج ہو اور جس سے بدبو دور کرسکے اتنی خوشبو کا بھی فراہم کرنا ضروری ہے، اسی طرح بغل کی بو کو دور کرنے کا سامان بھی مہیا کرے۔(۲) اتنا پانی فراہم کرنا کہ بھی شوہر پر ضروری ہے جس سے وہ اپنے کپڑے اور بدن کو دھو سکے۔(۳)

ارشادِ نبوی ہے ”کفی بالمرء اثما أن یضیّع من یقوت“ (۴) انسان کے گناہ گار ہونے کیلئے یہی بات کافی ہے کہ جن کے مصارف اس کے ذمہ ہیں ان کے حقوق ضائع کردے۔

بہتر یہ ہے کہ کھانے کپڑے وغیرہ کے انتظام کے ساتھ کچھ متعینہ رقم پیسے بیوی کو بطورِ جیب خرچ کے دیتا رہے اور اس کا حساب نہ مانگے، چاہے وہ اُسے اپنی ذات پر یا اپنے رشتہ داروں پر خرچ کرے یا اپنے زیور کی زکوٰۃ ادا کرلے۔

---

(۱) ترمذی: الرضاع، باب حق المرأة علی زوجھا، حدیث: ۱۱۶۳، امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔

(۲-۳) رد المحتار: مطلب لا تجب علی الاب نفقة زوجة ابنه الصغیر: ۲۹۱/۵، مکتبہ زکریا دیوبند

(۴) ابوداؤد: باب فی صلة الرحم، حدیث: ۱۶۹۲، منذری نے کہا ہے کہ: اس کو ابوداؤد، نسائی اور حاکم نے روایت کیا ہے اور اس کو صحیح السند کہا: الترغیب والترھیب: فصل وعن عبد اللّٰه بن عمر، حدیث: ۳۰۱۴

بیوی کے علاج کا خرچ شوہر کے ذمہ ہے

عورت کے علاج ومعالجہ کا خرچ بھی شوہر کے ذمہ ہے، اس بارے میں حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ فرماتے ہیں: مجھے اس بارے میں بہت ساری فقہی کتابوں کی مراجعت کا موقع ہوا، سب کے یہاں صورت حال یکساں نظر آئی، یعنی علاج کے خرچے کو نفقہ قرار نہیں دیا گیا ہے، لیکن تلاش کے باوجود قرآن وسنت کی کوئی ایسی نص نہیں ملی جس میں یہ صراحت ہو کہ علاج کا خرچہ شوہر پر واجب نہیں، اس لئے احقر کو کچھ خیال یہ ہوتا ہے کہ قرآنِ کریم میں نفقہ کے ساتھ ''بالمعروف'' کی قید لگائی ہے، جس کا حاصل یہ معلوم ہوتا ہے کہ نفقہ کا تعین عرف پر مبنی ہے، پچھلے دور میں چونکہ علاج کا خرچہ کچھ زیادہ لمبا چوڑا نہیں ہوتا تھا؛ اس لئے شاید عرف یہ تھا کہ وہ نفقہ میں شامل نہیں، اگر یہ درست ہو تو عرف کی تبدیلی سے حکم بدل جانا چاہئے، اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے دور میں عرفاً علاج، نفقہ کا حصہ ہے، یوں بھی عقلاً یہ بات سمجھ میں نہیں آتی ہے کہ اگر شوہر پر علاج کا خرچہ واجب نہ ہو تو بیماری کی صورت میں عورت کیا کرے؟ جبکہ موجودہ دور میں علاج کا خرچہ اتنا ہوتا ہے کہ ایک ایسی بیوی جس کا کوئی ذریعہ روزگار نہ ہو اس کا تحمل نہیں کرسکتی۔(۱)

کتنے دن میں ماں باپ سے ملوائے

شادی شدہ لڑکی کو والدین سے ملنے سے نہ روکا جائے، ہر ہفتہ میں ان کو ایک مرتبہ ملنے دیا جائے اور دیگر محارم کو ایک سال میں ایک مرتبہ سے زیادہ ملنے کی اجازت نہیں، اگر کسی قسم کے شر اور فتنے کا اندیشہ ہو تو شوہر کو والدین کے گھر پر آنے سے روکنے کی بھی اجازت ہے، لیکن دور سے دیکھنے اور بات کرنے سے منع نہیں کیا جائیگا، شامی میں ہے:''ولا يمنعهما من الدخول عليها فى كلّ جمعة وفى غيرهما من المحارم فى كلّ سنة لها الخروج ولهم الدخول''(۲) اور نہ روکے والدین کو ہر ہفتہ اس کے پاس آنے سے

(۱) فتاویٰ عثمانی: ۲/۴۹۱، کتب خانہ نعیمیہ، دیوبند

(۲) رد المحتار على الدر المختار: ۵/۳۷۸-۳۷۹

اور دیگر محارم اس کے پاس کے ملاقات کیلئے سال میں ایک دفعہ آسکتے ہیں اور وہ ان سے ملاقات کیلئے سال میں ایک دفعہ جاسکتی ہے، اور ہدایہ میں ہے" لا یمنعهم من النظر اليها و كلامهما فی ایّ وقت اختار لما فيه من قطيعة الرحم وليس فی ذلك ضرر" (۱) شوہر بیوی کے والدین کو اپنی بیٹی کو دیکھنے اور اس سے بات چیت کرنے سے نہ روکے جب ماں باپ چاہیں، چونکہ اس میں بالکل روکنے میں قطع رحمی لازم آتی ہے۔

خود لڑکی کے ماں باپ کے پاس جانے کے سلسلے میں یہ تفصیل ہے کہ

جس جوان عورت کے ماں باپ اس کے پاس خود آسکتے ہوں شوہر اس کو بالکل جانے نہ دے تو ماں باپ کو کچھ اختیار نہیں؛ بلکہ خود آکر مل جایا کریں اور اگر نہ آسکتے ہوں تو موافق عرف اور رواج کے مطابق کبھی کبھی اس عورت کو جائز ہے کہ ماں باپ کے گھر چلی جاوے اور بار بار جانا اور زیادہ رہنا جائز نہیں، شامی میں ہے: " ولا يمنعها من الخروج الیٰ الوالدين فی كلّ جمعة ان لم يقدرا على اتيانها على مااختاره فی الاختيار فان قدر ان لا تذهب وهو حسن......ينبغی أن يأذن لها فی زيارتهما فی الحين بعد الحين على قدر متعارف ، أمّا فی كلّ جمعة فهو بون بعيد فانّ فی كثرة الخروج فتح باب الفتنة خصوصاً ان كانت شابة "(۲) شوہر بیوی کو ہر جمعہ والدین کے پاس جانے سے نہیں روکے گا جبکہ وہ اس کے پاس نہ آسکتے ہوں اور اگر وہ اس کے پاس آسکتے ہوں تو اس کا نہ جانا ہی بہتر ہے......مناسب تو یہی ہے کہ رِواج کے مطابق کبھی کبھار بیوی کو والدین سے ملاقات کی اجازت دی جائے ، ہر جمعہ کو اجازت دینا تو یہ بہت دور کی بات ہوئی، چونکہ زیادہ آنے جانے میں فتنہ کا اندیشہ ہے، خاص طور سے جبکہ عورت نوجوان ہو، یہ بات قانون کی ہے ورنہ بیوی شوہر کو چاہئے کہ ایک دوسرے کے خاندانی حالات، ملازمت وتجارت کے تقاضے بچوں کی تعلیم وتربیت کے مسائل کو سامنے رکھ کر حسبِ سہولت بیوی کے والدین وغیرہ سے ملاقات کریں یا کروائیں۔

---

(۱) الهداية: ۴۲/۲، المكتبة الاسلامية

(۲) رد المحتار على الدر المختار: ۳۷۸/۵-۳۷۹

بیوی اور اولاد پر خرچ کرنے کی فضلیت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقہ دینے کا حکم دیا، ایک شخص نے کہا: میرے پاس ایک دینار ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی ذات پر خرچ کرو، اس شخص نے کہا کہ میرے پاس ایک اور ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: یہ اپنی بیوی پر خرچ کرو، اس نے کہا: میرے پاس ایک اور ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے خادم پر خرچ کرو، اور اس کے بعد تم خود دِیدہ وَر رہو (یعنی اب جہاں ضرورت ہو وہاں خرچ کرو" ثمّ انت ابصر "(۱)

الغرض حضور ﷺ نے اس حدیث میں یہ رہنمائی اور ہدایت فرمائی ہے کہ اولاً اپنے اہل وعیال کی ضروریات کا خیال کیا جائے، پھر اس کے بعد صدقہ وغیرہ کیا جائے، اپنی ذات پر یا اہل وعیال پر ضرورت کی حد تک نہ کہ اِسراف کی حد تک خرچ کرنا بھی دوہرے ثواب کا ذریعہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ایک دینار وہ ہے جس کو تو نے اللہ کے راستے میں خرچ کیا، اور ایک دینار وہ جس سے تو نے غلام آزاد کیا، اور ایک دینار وہ ہے جس کو تو نے غریب پر خرچ کیا، اور ایک دینار وہ ہے جس کو تو اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہے" اعظمها اجرًا انفقته علی اهلك "(۲) اس میں سب سے بڑا اَجر والا وہ دینار ہے جس کو تو نے اہل وعیال پر خرچ کیا۔

ہندہ بنت عتبہ، ابوسفیان کی بیوی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی، اور کہا: اے اللہ کے رسول! ابوسفیان کنجوس اور بخیل آدمی ہیں، وہ مجھے اتنا نہیں دیتے جو میرے اور میرے بچوں کیلئے کافی ہو، ہاں جو مال میں ان کے علم کے بغیر لیتی ہوں، کیا اس میں کوئی میرے لئے کوئی حرج ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان کے مال سے اس قدر لو جو تمہیں اور تمہاری اولاد کیلئے کافی ہو "خذی من ماله بالمعروف ما یکفیك ویکفی بنیك" (۳)

---

(۱) الأدب المفرد: باب نفقة الرجل علی عبده وخادمه، حدیث: ۱۹۷، اس کو مولانا الیاس بارہ بنکوی نے حسن کہا ہے۔

(۲) مسلم: باب فضل النفقه علی العیال، حدیث: ۹۹۵

(۳) مسلم: باب قضیة هند، حدیث: ۱۷۱٤

بیوی سے ملازمت کروانا

جس خوددار شوہر کو یہ معلوم ہے کہ فطرتِ انسانی کے پیدا کرنے والے اللہ نے مرد وعورت کو الگ الگ صلاحیتوں کا مالک بنایا ہے اور اسی اعتبار سے دونوں پر علیحدہ ذمہ داریاں ڈالی ہیں، شوہر کی خدمت، اولاد کی دیکھ بھال، گھریلو کام انجام دینا، یہ ساری ذمہ داریاں ہی اس کیلئے کافی ہیں، بے چاری کا دن ختم ہو جاتا ہے، مگر کام پورا نہیں ہوتا، عورت کا خرچ ہر حال میں مرد کے ذمہ ہے، اگر بیٹی ہے تو باپ کے ذمہ، بہن ہے تو بھائی کے ذمہ، بیوی ہے تو شوہر کے ذمہ اور اگر ماں ہے تو بیٹا اس کا ذمہ دار ہے " عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ "(۱) خوش حال پر اس کی حیثیت کے مطابق اور تنگ دست پر اس کی حیثیت کے مطابق ہے دستور کے موافق دینا۔

اسی طرح اسے یہ بھی معلوم ہے کہ معاش اور روزگار ضروریاتِ زندگی ہیں، مقصدِ زندگی نہیں، خواہشات کی کوئی حد نہیں، معیارِ زندگی بنانے اور بچانے کا جذبہ سوائے ناختم ہونے والی حرص کو بھڑکانے کے سوا کچھ نہیں، رزق محنت سے نہیں خلّاقِ عالم کی تقسیم سے ملتا ہے، ان تمام حیثیتوں کا جاننے والا شوہر اپنی بیوی سے ملازمت نہیں کروا سکتا ہے، پھر آئے دن کا تجربہ ہے کہ عورت کے معاشی خودکفیل ہو جانے کے بعد شوہر کے تقدس واحترام کا رشتہ کمزور پڑ جاتا ہے، پھر کبھی حیاء وعفت داغدار ہو جاتی ہے، اولاد کی تعلیم وتربیت سے لاپرواہی ہو جاتی ہے، دن بھر کی ملازمتی سرگرمیوں کے بعد پھر گھریلو کام کاج، عورت کی طبیعت کو چڑچڑا کر دیتے ہیں؛ اس لئے اگر پردہ کی پابندی اور نامحرم مردوں سے اختلاط نہ بھی ہو تو تب بھی مناسب نہیں ہے، بہت بے غیرتی کی بات ہے، اگر بے پردہ ماحول اور نامحرموں کے ساتھ تنہا کام کرنے کی نوبت آتی ہو تو ملازمت کرنا اور کروانا حرام ہے۔

ہاں اگر ضروریاتِ زندگی کا پورا کرنا دشوار ہو رہا ہو تو گھر بیٹھے حدودِ شریعت میں رہ کر کمپیوٹر کے ذریعہ پڑھانے لکھانے، کپڑے سینے وغیرہ کے کام کرنا جائز ہے، چنانچہ صحابیات بھی اسی قسم کے کاموں کے ذریعہ سے شوہروں کا تعاون کرنا ثابت ہے۔

(۱) البقرة : ٢٣٦

بیوی سے اظہارِ محبت وملاطفت کرے

شوہر کو چاہئے کہ بیوی سے محبت واُلفت کا اظہار بھی کرتا رہے، کوئی ایسا قول یا عمل جس سے بیوی کی محبت کا اظہار ہوتا ہو کہے، اس سے آپس کے تعلقات پر بہت اچھا اثر پڑتا ہے، نبی کریم ﷺ کو اپنی ازواج سے بے انتہا محبت تھی۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ پیالہ سے اس جگہ سے پانی پیتے جہاں سے میں نے پانی پیا ہوتا، "ویضع فمه حیث وضعت فمی فی القدح"(۱)

سنن ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ "کنتُ اتعرّق العظم وانا حائض فیأخذ رسول اللّٰہ فیضع فمه حیث کان فمی" میں حالتِ حیض میں ہڈی کو چوستی تو آپ جہاں سے میں نے اس ہڈی چوسا ہوتا تھا وہاں منہ رکھ کر ہڈی کو چوستے۔ (۲)

یہ آپ ﷺ کا اپنی بیویوں کے ساتھ محبت کا اظہار تھا؛ بلکہ بعض روایات میں آتا ہے کہ حضور ﷺ ایک دن گھر تشریف لائے، آپ ﷺ نے دیکھا کہ سیدہ عائشہؓ پیالے میں پانی پی رہی ہیں، اللہ کے محبوب ﷺ نے دور سے دیکھ کر فرمایا: اے حمیرا! جو پانی تم پی رہی ہو اس میں سے کچھ میرے لئے بچالینا، آپ ﷺ نے وہ پیالہ لیا، چاہتے تھے کہ اسے پی لیں؛ لیکن رُک گئے، فرمایا: حمیرا! کیا تم مجھے بتاسکتی ہو کہ تم نے کس جگہ منہ لگا کر پانی پیا تھا؟ حضرت عائشہؓ کی نشاندہی کرنے پر آپ ﷺ نے وہاں منہ لگا کر پانی پیا۔

یہ اظہارِ محبت ولطافت کے علاوہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے اپنی ازواج کے ساتھ واقعتاً میاں بیوی کے درمیان درکار محبت کا حق ادا کر دیا، حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے اس حوالے سے واقعات ملاحظہ کیجئے۔

ایک بار حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی حضرت عائشہؓ بنت **الخلیفه الخثعمیه**ؓ کو

---

(۱) نسائی: کتاب الطهارة ، باب مؤاكلة الحائض والشراب من سؤرها، حدیث: ۲۷۹، اس روایت کو البانی نے صحیح السند قرار دیا ہے۔

(۲) ابن ماجه: کتاب الطهارة، باب ما جاء مؤاكلة الحائض وسؤرها، حدیث: ۶۴۳، محقق شعیب الارنؤط نے اس حدیث کی سند کو مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے۔

غصہ کی حالت میں طلاقِ بائن دے دی، بعد کو مہر کی رقم بھیجی تو وہ اس کو دیکھ کر رو پڑیں، اور کہا کہ جدا ہونے والے دوست کے مقابلے میں یہ نہایت حقیر چیز ہے، قاصد نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر دی تو وہ بھی بے اختیار رو پڑے اور فرمایا کہ اگر طلاقِ بائن دے چکا ہوتا تو رجعت کر لیتا۔(۱)

حضرت عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنی بی بی عاتکہ ؓ سے اس قدر محبت تھی کہ ان کے عشق میں جہاد کو تک ترک دیا تھا، اس خیال سے حضرت ابوبکر صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو طلاق دینے پر مجبور کیا، پہلے تو انہوں نے ٹال دیا؛ لیکن جب ان کی طرف سے سخت اصرار ہوا تو اطاعتِ والدین کے خیال سے طلاق دی اور یہ اشعار کہے :

اعاتك لا انساك ما ذرّ شارق
وما ناح قمری الحمام المطوق

اے عاتکہ! جب تک سورج چمکتا اور قمری بولتی رہے گی میں تجھے نہ بھولوں گا

اعاتك قلبی كلِ يومٍ وليلة
اليك لما تخفی النفوس معلق

اے عاتکہ! میرا دل ہر دن اور ہر رات بصد ہزار تمنا و شوق تجھ سے لگا ہوا ہے

ولم ار مثلی طلق اليوم مثلها
ولا مثلها فی غير حرم تطلق

مجھ جیسے شخص نے اس جیسی عورت کو کبھی طلاق نہ دے ہوگی اور نہ ایسی عورت کو بغیر گناہ کے طلاق دی ہوگی۔

حضرتِ ابوبکر رضی اللہ عنہ پر ان اشعار کا سخت اثر ہوا اور انہوں نے رجعت کرنے کی اجازت دے دی۔(۲)

---

(۱) المعجم الكبير: حسن بن علی بن ابی طالب، حديث: ۲۷۵۷، مكتبة العلوم والحكم الموصل الطبعة الثانية: ۱۴۰۴، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس تمام روایات کو طبرانی نے روایت کیا ہے، پہلے کی سند کے رجال صحیح کے رجال ہیں: مجمع الزوائد: باب تعليق الطلاق: حديث: ۷۷۹۰

(۲) الاستيعاب فی معرفة الأصحاب: ۱۰۷/۲

ہمیشہ مسکراتے ہوئے گھر میں آئیں

شادی کا مقصود دراصل پرسکون زندگی کا حصول ہے ارشادِ باری عزوجل ہے " وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ (۱) اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تم ہی میں سے تمہارے لئے جوڑا بنایا؛ تا کہ تم ان سے سکون حاصل کر سکو، اور تمہارے درمیان مودت ورحمت رکھ دی، وبے شک اس میں نشانیاں ہیں عقل والوں کیلئے۔

اس لئے زندگی کا یہ بھی اصول بنالیں کہ جب بھی گھر میں داخل ہوں مسکراتے ہوئے چہرے کے ساتھ داخل ہوں ، یہ حضور ﷺ کی مبارک سنت ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ جب بھی گھر میں داخل ہوتے تو مسکراتے چہرے کے ساتھ داخل ہوتے اور اہلِ خانہ کو سلام کرتے۔

اس حدیث کے پیش نظر ہر شخص کو چاہئے کہ گھر کے باہر کے جھگڑے وہیں دفن کردے اور جب گھر میں آئے تو چہرے پر مسکراہٹ اور خندہ پیشانی کے ساتھ اور سلام کرتے ہوئے آئیں۔

ایسے ہی جب گھر میں داخل ہوں تو گھر میں داخل ہونے کی دعا پڑھتے ہوئے، روایات میں آتا ہے کہ جب مرد گھر میں داخل ہوتا ہے تو شیطان اس کے ساتھ ہوتا ہے، اور زوجین کے مابین جھگڑے کا باعث بنتا ہے۔ اگر وہ مسنون دعا پڑھ کر گھر میں داخل ہوتا ہے تو شیطان پیچھے رہ جاتا ہے۔

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہو تو یہ دعا پڑھے، " اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَيْرَ الْمَوْلَجِ وَخَيْرَ الْمَخْرَجِ ، بِسْمِ اللّٰهِ وَلَجْنَا ، وَبِسْمِ اللّٰهِ خَرَجْنَا ، وَعَلَى اللّٰهِ رَبِّنَا تَوَكَّلْنَا " اے اللہ! میں آپ سے گھر میں داخل ہونے اور گھر سے نکلنے کی بھلائی مانگتا ہوں یعنی میرا گھر میں داخل ہونا اور باہر نکلنا میرے لئے بھلائی کا ذریعہ بنے، اللہ تعالیٰ کے ہی نام سے

(۱) الروم: ۲۱

ہم گھر میں داخل ہوئے اور اللہ تعالی کے ہی نام کے ساتھ گھر سے نکلے اور اللہ تعالی ہی پر جو ہمارے رب ہیں ہم نے بھروسہ کیا، پھر اپنے گھر والوں کو سلام کرے۔(۱)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہوتا ہے اور داخل ہونے اور کھانے کے وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان (اپنے ساتھیوں سے) کہتا ہے: یہاں تمہارے لئے نہ رات کو ٹھہرنے کی جگہ ہے اور نہ رات کا کھانا ہے اور جب گھر میں داخل ہوتا ہے اور داخل ہوتے وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتا تو شیطان (اپنے ساتھیوں سے) کہتا ہے کہ: یہاں تمہیں رات گذارنے کی جگہ مل گئی اور جب کھانے کے وقت بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتا تو شیطان (اپنے ساتھیوں سے) کہتا ہے کہ یہاں تمہیں رات رہنے کی جگہ کے ساتھ کھانا بھی مل گیا " قال: أدركتم المبيت والعشاء "(۲)

حضرت ام سلمہؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی میرے گھر سے نکلتے تو آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر یہ دعا پڑھتے "اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَضِلَّ اَوْ اُضِلَّ اَوْ اَزِلَّ اَوْ اُزِلَّ اَوْ اَظْلَمَ اَوْ اُظْلِمَ اَوْ اَجْهَلَ اَوْ اُجْهِلَ عَلَىَّ" (۳) اے اللہ! میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ میں گمراہ ہو جاؤں یا گمراہ کیا جاؤں، یا سیدھے راستے سے پھسل جاؤں، یا ظلم کروں یا مجھ پر ظلم کیا جائے یا جہالت کا برتاؤ کروں یا میرے ساتھ جہالت کا برتاؤ کیا جائے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی شخص

---

(۱) ابوداؤد: باب ما يقول الرجل اذا دخل بيته، حديث: ٥٠٩٠، امام نوویؒ نے الاذکار میں کہا ہے کہ اس کو ابوداؤد نے ضعیف نہیں کہا ہے، عبدالقادر الارنؤط کہتے ہیں، اس کی سند حسن درجے کی ہے: الاذکار: ١/١٩

(۲) مسلم: باب آداب الطعام والشرب، حديث: ٥٢٦٢

(۳) ابوداؤد: باب ما يقول اذا خرج من بيته، حديث: ٥٠٩٤، امام نووی نے الاذکار میں کہا ہے کہ ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے: الاذکار: ١/١٨ صاحب عون المعبود کہتے ہیں، منذری کہتے ہیں کہ: اس کو ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے: باب ما يقول اذا خرج من بيته: حديث: ٢٩٦/١٣

اپنے گھر سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھے "بِسْمِ اللّٰہِ تَوَکَّلتُ عَلَی اللّٰہِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ " (۱) میں اللہ کا نام لے کر نکل رہا ہوں، اللہ ہی پر میرا بھروسہ ہے، کسی خیر کے حاصل کرنے یا کسی شر سے بچنے میں کامیابی اللہ ہی کے حکم سے ہو سکتی ہے۔ اس وقت اس سے کہا جاتا ہے یعنی فرشتے کہتے ہیں: تمہارے کام بنا دئے گئے اور تمہاری ہر شر سے حفاظت کی گئی (شیطان نامراد ہو کر) اس سے دور ہو جاتا ہے۔

بیوی کے اچھے کاموں کی تعریف کی جائے

زوجین کے مابین خوشگوار زندگی کا ایک اصول یہ ملحوظ رہے کہ بیوی کے ہر اچھے کام کی تعریف کی جائے مثلاً: آپ نے کھانا بہت اچھا بنایا، اب یہ کھانے کی تعریف کرنا بھی سنت ہے حضور ﷺ کے سامنے جب کھانا آتا، اگر کھانا ناپسند ہوتا تو آپ ﷺ خاموش رہتے اور آپ کھانا تناول نہ فرماتے، مگر زبان سے کچھ نہ کہتے؛ لیکن اگر کھانا اچھا ہوتا تو آپ ﷺ فرماتے: کھانا اچھا ہے "ما عاب رسول اللّٰہ طعامًا قطّ ان اشتهاه أكله ان كرهه تركه " (۲)

اگر تنقید کرنی ہو تو اچھے کام کی تعریف بھی کی جائے، اگر تعریف کرتے ہوئے کبھی ایک دفعہ تنقید کی جائے تو وہ قابلِ اصلاح سمجھ کر اصلاح کر لے گی، نبی کریم ﷺ کا طریقہ کار بھی یہی تھا کہ ایک صحابی تھے، تہجد کی نماز میں ان کیلئے اٹھنا مشکل تھا، چنانچہ نبی ﷺ نے ان کو بلایا اور نام لے کر فرمایا کہ: یہ آدمی بڑا ہی اچھا ہے، اگر تہجد کا پابند ہوتا تو کیا بات تھی" نعم الرجل عبد اللّٰہ لو كان يقوم من الليل" (۳)

محدثین نے لکھا ہے کہ ان کو تہجد کے بارے میں کہنا تھا؛ لیکن سیدھا تہجد پڑھنے کا حکم نہیں دیا؛ بلکہ فرمایا: یہ نوجوان بہت اچھا ہے، کیا مزہ ہو کہ یہ تہجد کا بھی پابند ہو جائے۔

(۱) ترمذی: باب ما يقول الرجل اذا خرج من بيته: حديث:٣٤٢٦، امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن، صحیح اور غریب ہے، ہمیں صرف اسی ایک طریق سے معلوم ہے۔

(۲) بخاری: باب ماعاب النبی ﷺ طعامًا قط: حديث: ٥٠٩٣

(۳) بخاری: باب فضل قيام الليل: حديث: ١٠٧٠

شوہر بیوی کے کاموں میں دلچسپی لے

خوشگوار زندگی کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ شوہر بیوی کے کاموں میں توجہ اور دلچسپی لے، مطلب یہ ہے کہ گھریلو کاموں میں تھوڑا ہاتھ بٹائے یا کم از کم اپنی جانب سے گھریلو معاملات میں کچھ مشورہ دے، اس طرح بیوی کے دل کو جیتا جا سکتا ہے۔

حضرات انبیاء علیہم السلام اہل خانہ کی ضروریات کا خیال رکھتے تھے، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے پیغمبر ہیں، ان کی بیوی بیماری کی حالت میں ہیں، انہیں سردی لگی اور وقت کے پیغمبر آگ ڈھونڈنے کیلئے چل پڑے، پرودگار کو یہ عمل پسند آیا اور نبوت سے سرفراز فرمایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ یہ تھی کہ گھر کے دیگر ضروریات کو پورا فرماتے، حضرت عائشہؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں معمولات کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ: ”آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر سے جوئی نکالتے، اپنی بکری کا دودھ دوہتے، اپنے کپڑے سی لیتے، اپنی خدمت خود کر لیتے، اپنے جوتے سی لیتے اور وہ تمام کام انجام دیتے جو ایک مرد اپنے گھر میں انجام دیتا ہے، وہ اپنے گھر والوں کی خدمت میں لگے ہوتے یہاں تک کہ جب نماز کا وقت ہوتا تو چھوڑ کر چلے جاتے ”ویکون فی مھنة أھله ، اذا حضر ته الصلاۃ قام الی الصلوۃ “ (۱)

ایک روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے غلاموں کے کاموں میں مدد کرنے کا حکم کرتے ہوئے فرمایا: حضرت سلام بن عمرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں، ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ، ان سے اس کام میں مدد لو جو تم پر بھاری پڑے، اور ان کا تعاون کرو، اس کام کی ادائیگی میں جو ان پر بھاری پڑے، ”استعینوھم علی ما غلبکم وأعینوھم علی ما غلبوا“(۲)

(۱) ترمذی: باب مما فی صفة اوانی الحوض: حدیث: ۲۴۸۹، امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۲) الأدب المفرد: باب ھل یعین عبده، حدیث: ۱۹۰ ، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس روایت کو ابویعلی نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں: مجمع الزوائد :باب ما یکرہ من حبس الرقیق : ۷۲۱۴

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خادم کے کام میں مدد کرو؛ کیونکہ اللہ کا بندہ جو اس کے نزدیک عامل ہے (یعنی) خادم وہ محروم نہیں رہتا " أعينو العامل من عمله " (۱)

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خادم کے کاموں میں مدد اور تعاون کرنے کو فرمایا ہے تو بیوی کے کاموں میں مدد و تعاون کس اہمیت کا حامل ہوسکتا ہے اس کا خود ہی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

بیوی کو کبھی تحفہ اور ہدیہ دیا کریں

وقتاً فوقتاً بیوی کو ہدیہ، تحفہ دیا کریں، وہ جب لڑ جھگڑ کر شوہر سے کوئی چیز لے ہی لے گی تو بہتر ہے کہ اس سے پہلے ہدیہ اور تحفہ کی شکل میں معمولی چیز ہی سہی لا کر دے تو بیوی کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہے گی، ویسے بھی ہدیہ دینا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے " تهادّوا تحابّوا "(۲) تم آپس میں ہدیہ دیا کرو اس سے محبت بڑھے گی۔

گھر میں شریعت کی پابندی کروائیں

شوہر کو چاہئے کہ شریعت کی پابندی خود بھی کرے اور اپنی بیوی و اولاد سے بھی کروائے، شریعت کی پابندی نہ کرنے کا اثر سارے گھر پر پڑتا ہے، بیوی اور اولاد نافرمان ہو جاتی ہے؛ اس لئے سر کے بالوں سے لے کر پیر کے ناخن تک سنتوں کا اہتمام ہو، خصوصاً پردہ وغیرہ کا اہتمام کروایا جائے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب گھر میں تشریف لاتے تو کسی قدر آواز سے یہ الفاظ دُہراتے : لو كان لابن ادم واديامن من مال لا بتغٰى واديًا ثالثا ولا يملأ فمه الا التراب وما جعلنا المال الا لاقامة الصلوة وايتاء الزكوة و يتوب الله على من تاب.(۳)

---

(۱) الأدب المفرد : باب هل يعين عبده ، حديث : ۱۹۱، مولانا الیاس بارہ بنکوی کہتے ہیں اس کے رجال ثقہ ہیں، صحابی کی جہالت مضر نہیں ہوتی،

(۲) الأدب المفرد: باب قبول الهدية، حديث: ۵۹٤، مولانا الیاس بارہ بنکوی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے

(۳) مسند احمد : ٦/٥٥

آدم کے بیٹے کی ملکیت میں اگر دولت و مال سے بھرے ہوئے دو میدان ہوں تو وہ تیسرے کی حرص کرے گا، اس کی حرص کے منہ کو صرف مٹی ہی بھر سکتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے دولت تو اپنی یاد دِلانے اور مسکینوں کی مدد کرنے کیلئے پیدا کی ہے، جو اللہ کی طرف متوجہ ہو تو اللہ بھی اس کی طرف متوجہ ہوگا۔

ان الفاظ کی روزانہ تکرار سے مقصود یہ تھا کہ تمام اہلِ بیت کو دنیا کی بے ثباتی اور دولت کا ہیچ ہونا یاد رہے۔

حضرت فضیلؒ تابعین میں سے ایک بزرگ تھے، وہ فرماتے تھے کہ جب بھی اللہ تعالیٰ کا حکم ماننے میں مجھ سے کوتاہی ہوئی تو میں نے اس کا اثر اپنی بیوی میں یا اپنی باندی میں یا اپنی سواری کے جانور میں دیکھا، یعنی میں نے اللہ کے حکم کو ماننے میں سستی اور غفلت کی تو جو چیزیں میرے ماتحت تھیں انہوں نے میرے حکم کو ماننے میں کوتاہی کی "انی لأعصی اللّٰہ فأعرف ذلك فی خلق دابتی وزوجتی" (۱)

اہل وعیال کو اللہ سے ڈرائیں

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دس باتوں کی وصیت کی، ان میں ایک وصیت یہ فرمائی کہ "ولا ترفع عنهم عصاك " ان کو ادب سکھانے کے پیشِ نظر ان سے اپنی لاٹھی ہٹا کر مت رکھنا، مطلب یہ ہے کہ اپنے گھر والوں کو ادب و اخلاق کے سکھانے میں کمی کوتاہی نہ کرے اور لاٹھی اٹھا کر مت رکھ دینا کہ وہ مطمئن ہوکر احکامِ خداوندی کو فراموش کر دیں، مقصد یہ ہے کہ اپنے گھر والوں کو اللہ تعالیٰ کے احکام پر لگانے کی ہر وقت فکر رکھو، دین کے بارے میں ان کا خیال رکھنا خواہ ان کو گوار گذرے یا ناگوار، نمازیں پابندی سے پڑھاؤ، رمضان کے روزے رکھواؤ، حرام کاموں سے روکو، گناہوں سے پرہیز کرواؤ، اخلاق وآداب سکھواؤ، خواہ اس کیلئے مار پیٹ کرنی پڑے، اور فرمایا:

(۱) حلیة الأولیاء: الفضیل بن عیاض، حدیث: ۱۱/۲۱

"واخفهم فی الله" (۱) اوران کو(اللہ کے احکام وقوانین) کے بارے میں ڈراتے رہنا، (مطلب یہ ہے کہ محض ڈنڈے ہی کے زور سے کام نہ چلاؤ،اس میں گھر والے صرف تم سے ڈریں گے، بلکہ یہ کوشش کرو کہ وہ خدا سے ڈریں، ان کے دل میں خدائے پاک کا خوف بٹھانے کی کوشش کرو، اگر خدا کا خوف بیوی بچوں کے دل میں بٹھا دیا تو فرائض کی ادائیگی اور گناہ چھوڑنے میں اورنوافل اوراذکار میں لگنے میں انہیں تکلیف محسوس نہ ہوگی۔

اور ایک جگہ میاں بیوی کے آپس میں ایک دوسرے کوخیر کی ترغیب دینے کی صورت کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس مرد پر اللہ رحم فرمائے جو رات کو اٹھے اورنوافل ادا کرے، اپنی بیوی کو جگائے اور وہ بھی نوافل ادا کرے اوراگر بیوی اٹھنے میں سستی کرے تو اس کے چہرے پر پانی چھڑک کر اسے جگائے۔"رحم الله رجلاً قام من اللّيل فصلىّ وأيقظ امرأته فصلّت ، فان أبت رشّ فى وجهها الماء" اللہ رحم فرمائے اس عورت پر جو رات کے وقت اٹھے اورنفل پڑھے اوراپنے شوہر کوبھی جگائے اوروہ بھی نفل پڑھے اوراگر شوہر اٹھنے میں دیر کرے تو اس کے چہرے پر پانی چھڑک کر اسے جگائے۔(۲)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ: جب کوئی مرد اپنی بیوی کو جگاتا ہے اوروہ دونوں مل کر دو رکعت نماز پڑھتے ہیں تو شوہر کا نام ذکر کرنے والوں میں اور بیوی کا نام ذکر کرنے والوں میں لکھ دیا جاتا ہے۔

خلیفۂ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ شب میں خدا کے حضور کھڑے ہوئے عبادت کرتے رہتے، پھر جب سحر کا وقت آتا تو اپنی رفیقۂ حیات کو جگاتے اور کہتے: اٹھو اٹھو نماز پڑھو، اور پھر یہ آیت پڑھتے "وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا" (۳)

---

(۱) المستدرك: ذكر أميمة مولاة رسول الله،حديث: ٦٨٣٠، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے، اس میں عمرو بن واقد ہیں، ان کو بخاری اور ایک جماعت نے ضعیف قرار دیا ہے، اور بوصری کہتے ہیں: وہ صدوق تھے: مجمع الزوائد: باب الكبائر : حديث:٣٩٦

(۲) ابوداؤد: باب قيام الليل،حديث:١٣٠٨

(۳) كنز العمال: فضائل الفاروق : حديث : ٣٥٧٥٨

جس کے سامنے قبر کے حالات بیان ہوتے رہتے ہوں، میدانِ حشر کا عالم بیان کیا جاتا ہو، دوزخ کے سخت عذاب کی کیفیت بیان کی جاتی ہو وہ شخص گناہوں کی جرأت کیسے کرے گا اور کیونکر خدائے پاک کی رضا اور ہمیشہ کے آرام وراحت کی جگہ یعنی جنت کا طالب نہیں ہوگا۔

شوہر اپنی نگاہ پاک رکھے

اگر شوہر یہ چاہتا ہے کہ اس کے اہل وعیال پاکیزہ خیال، خداترس ہوں بدنگاہی، بدتمیزی، خرافات وخرابات سے محفوظ ومامون ہوں تو خود شوہر کو چاہیئے کہ اپنے افکاروخیالات اور اپنی نگاہوں کو پاک صاف رکھے، اس طرح اس کے اہل وعیال بھی عفیف اور پاکیزہ رہیں گے، حضور ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے "عفّوا تعفّوا نساء کم، برّوا یبرّکم ابناء کم" (۱) تم عفیف اور پاکیزہ رہو تو تمہاری عورتیں بھی عفیف اور پاکیزہ رہیں گی، تم اگر اپنے آباء واجداد کے ساتھ نیک سلوک اور اچھا برتاؤ کرو تو تمہاری اولاد تمہارے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے والی ہوگی۔

مردوں کو سورۂ مائدہ اور عورتوں کو سورۂ نور بھی سکھاؤ

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے مردوں کو سورۂ مائدہ اور اپنی عورتوں کو سورۂ نور سکھاؤ "علّموا رجالکم سورة المائدة وعلّموا نساء کم سورة النّور" (۲)

اس حدیث میں مردوں کو سورۂ مائدہ اور عورتوں کو سورۂ نور کی تعلیم دینے کا حکم دیا گیا ہے، ان دونوں میں بہت سے احکام ہیں، سورۂ مائدہ میں حج کا احرام باندھنے والوں کو ہدایت دی گئی ہے اور جن جانوروں کا گوشت کھانا حرام ہے ان کی کچھ تفصیل بتائی گئی ہے، نیز غسل، وضو، تیمّم کے احکام بھی بتائے ہیں اور ڈاکوؤں کو جو سزا دی جائے اس کی تفصیل بتائی ہے،

(۱) تنزیہ الشریعة المرفوعة: ۲/۲۲۷، دار الکتب العلمیة، بیروت.

(۲) شعب الایمان: ذکر السبع الطوال، حدیث: ۲۴۲۸، علامہ مناوی کہتے ہیں کہ: یہ روایت مرسل ہونے کے ساتھ ساتھ ضعیف بھی ہے، چونکہ اس کے راوی خصیف اور عثمان بن بشیر ضعیف ہیں: التیسیر بشرح جامع الصغیر: ۲/۲۶۶۔

یہ بھی مذکور ہے کہ کوئی کسی کو قتل کردے یا کسی کا ہاتھ پاؤں یا ناک کان کاٹ دے یا آنکھ پھوڑ دے تو اس کا قصاص کیا ہے، اس کے علاوہ اور بھی بہت سی ہدایات اور عبرت کی باتوں اور موعظت کے قصوں پر سورۂ مائدہ مشتمل ہے اور سورۂ نور میں زانی اور زانیہ اور تہمت لگانے والوں کی سزا بیان کی گئی ہے، نیز گھر میں جاتے ہوئے اجازت لینے کا حکم دیا ہے، مردوں اور عورتوں کو نظریں نیچے رکھنے کی تعلیم دی گئی ہے اور پردے کے احکام تفصیل سے بتائے گئے ہیں؛ چونکہ اس میں عورتوں سے متعلق احکام خصوصیت سے ذکر کئے گئے ہیں، اس لئے حکم ہوا کہ یہ سورۃ عورتوں کو سکھائی جائے۔

میاں بیوی ایک وقت میں غصہ میں نہ آئیں

غصہ بڑی خطرناک چیز ہے یہ سارے بنے بنائے کاموں کو بگاڑ دیتا ہے؛ اس لئے غصہ کو پی جانے کی بے انتہا فضیلت آئی ہے، "ما من جرعة أعظم من جرعة غيظ كظمها عند ابتغاء وجه الله" (۱) اللہ کے یہاں غصہ کے گھونٹ کو پی جانے سے زیادہ کوئی گھونٹ زیادہ اجر و ثواب کا باعث نہیں، جو اللہ کے خوشنودی کیلئے پیا گیا ہو۔

اس لئے میاں بیوی کو چاہئے کہ دونوں ایک ساتھ غصہ میں نہ آئیں، کوئی ایک اپنے اوپر قابو کرلے، اگر دھاگہ دونوں نے پکڑا ہو اور دونوں مل کر کھینچیں پھر تو دھاگہ ٹوٹ ہی جائیگا، اگر ایک کھینچے اور دوسرا ڈھیلا چھوڑ دے تو پھر دھاگہ کبھی نہیں ٹوٹ سکتا، اگر خاوند غصہ میں ہو تو بیوی دھاگے کو کھلا چھوڑ دے، تھوڑی دیر کے بعد شوہر خود نارمل ہو جائیگا، بیوی غصہ میں آگئی تو خاوند تھوڑی دیر کیلئے خاموش ہو جائے اور اس وقت غصہ نہ میں آئے تو بیوی کا غصہ دور ہو جائیگا، اس طرح رشتہ قائم رہے گا۔

اس حوالہ سے حضور اکرم ﷺ کی سنت ملاحظ کیجئے :

ایک مرتبہ کوئی بات ہوگئی جس پر حضرت عائشہ ؓ کو غصہ آگیا نبی کریم ﷺ نے ان کی

(۱) الأدب المفرد: باب الغضب، حديث: ۱۳۱۸ منذری کہتے ہیں کہ: اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام رواۃ قابل حجت ہیں: الترغيب والترهيب: كتاب الادب وغيره، حديث: ٤١٦٧

ناک کو ہاتھ لگا کر تھوڑا سا مسلا یعنی اس کو ہاتھوں کی انگلیوں میں لیا اور دبایا اور پیار سے فرمایا: اے منی عائشہ! کیونکہ وہ عمر میں آپ سے چھوٹی تھیں، حالانکہ وہ اس وقت غصہ میں ہیں، نبی کریم ﷺ نے ان کے ناک کو اپنی انگلیوں میں پکڑ کے دبایا، یہ تھی محبت، یہ تھا پیار۔ پھر فرمایا: "یا عویش! قولی: اللّٰھم ربّ محمّد اغفرلی واذھب غیظ قلبی" (۱) اے چھوٹی عائشہ! تو اپنے رب سے استغفار کر اور یہ دعا کر: اے اللہ! میرے غصہ کو دور کردے، اس طرح کا ان کا غصہ جاتا رہا۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے کہا: "اذا رأیتنی غضبتُ فرضّنی وذا رأیتك غضبك رضّیتكِ والّا لم نصطحب" (۲) اگر تو مجھے غصہ ہوتا ہوئے دیکھے تو مجھے راضی کر لینا اور جب میں تم کو غصہ میں دیکھو تو میں تم کو راضی کروں گا، ورنہ تو ہم ایک ساتھ نہیں رہ سکتے۔

غصہ قابو میں کرنے کے طریقے

احادیث میں یہ بتلایا گیا ہے کہ غصہ شیطان کے اثر سے ہوتا ہے، شیطان یہ چاہتا ہی ہے کہ میاں بیوی دونوں کو آپس میں غصہ دلا کر تعلقات کو خراب کردے، نبی کریم ﷺ نے احادیث میں کچھ نسخے ایسے بتائے ہیں جو غصہ کے ختم کرنے میں معاون ہوتے ہیں۔

حضرت عطیہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: غصہ شیطان کے (اثر سے) ہوتا ہے، شیطان کی پیدائش آگ سے ہوئی ہے اور آگ پانی سے بجھائی جاتی ہے؛ لہٰذا جب تم میں سے کسی کو غصہ آجائے تو اس کو چاہیے کہ وضو کرے "فاذا غضب أحدکم فلیتوضّا" (۳)

(۱) کنز العمال: الغضب، حدیث: ۱۸۴۰۹، شیخ ابو اسحٰق الحوینی نے اس کی سند کو قوی کہا ہے: الفتاویٰ الحدیثیة: ۲۴۷/۱

(۲) فقه السنّة: وصایا الزواج: ۲۳۳/۲، دار الکتاب العربی، بیروت

(۳) ابوداؤد: باب ما یقال عند الغضب، حدیث: ۴۷۸۴، ابن ساعاتی نے "فتح الربانی میں کہا ہے: اس روایت پر ابوداؤد اور منذری نے سکوت اختیار کیا ہے اور حافظ سیوطی نے اس کو حسن قرار دیا ہے: الفتح الربانی کتاب الاخلاق الحسنة، باب ما وصفه النبی للاذھاب الغضب: ۱۷/۱۹

اس روایت میں غصہ کوختم کرنے کا ایک طریقہ یہ بتایا گیا ہے کہ آدمی اس حالت میں وضو کرلے، اور ایک روایت میں غصہ آنے پر کھڑا ہو تو بیٹھ جانے اور بیٹھا ہو تو لیٹ جانے کو کہا گیا ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے اور وہ کھڑا ہو تو اس کو چاہئے کہ بیٹھ جائے، اگر بیٹھنے سے غصہ چلا جائے (تو ٹھیک ہے) ورنہ اس کو چاہئے کہ لیٹ جائے "اذا غضب احدکم وھو قائم فلیجلس، فان ذھب عنه الغضب والّا فلیضطجع" (۱)

حدیثِ شریف کا مطلب یہ ہے کہ جس حالت کی تبدیلی سے ذہن کو سکون ملے، اس حالت کو اختیار کرنا چاہئے؛ تاکہ غصہ کا نقصان کم سے کم ہو، بیٹھنے کی حالت میں کھڑے ہونے سے کم اور لیٹنے میں بیٹھنے سے کم نقصان کی امید ہے۔

طریقہ یہ ہے کہ آدمی نتیجہ کو سامنے رکھے جیسے ایک مرتبہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو ایک شخص نے گالیاں دیں تو آپؓ نے فرمایا: "ان خفت موازینی فانا شرمما تقول، وان ثقلت موازینی لم یضرنی ما تقول" اگر میری نیکیوں کا پلڑا ہلکا ہو گیا تو میں اس سے بھی بدتر ہوں جتنا مجھے تم نے کہا، اور اگر میری نیکیوں کا پلڑا بھاری رہ گیا تو تیری باتوں سے مجھے کوئی نقصان نہ ہوگا۔

ایک طریقہ یہ ہے کہ آدمی کی نگاہیں اپنے عیوب پر ہوں تو اس کا غصہ بے قابو نہیں ہوگا، کیونکہ غصہ کی ایک وجہ کبر اور عجب بھی ہے جیسا کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ایک شخص نے برا بھلا کہا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ما ستر اللّٰه عنك اکثر یہ تو وہ عیوب ہیں جو تم جانتے ہو لیکن میرے وہ عیب جس پر اللہ نے پردہ ڈال رکھا ہے اس سے بھی زائد ہیں۔

حضرت مالکؒ بن دینار کو ایک عورت نے کہا: او رِیا کار! حضرت مالک بن دینارؒ نے فرمایا:

---

(۱) ابوداؤد: باب مایقال عند الغضب، حدیث: ۴۷۸۲، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس کو احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں: مجمع الزوائد: باب ما جاء فی الغضب، حدیث: ۱۲۹۹۵

"ما عرفنی غیرك" تم نے ہی صحیح مجھے پہچانا۔(۱)

آدمی اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائے کہ میرا اللہ مجھ سے زیادہ طاقت رکھتا ہے، جتنی طاقت میں اس انسان پر نہیں رکھتا، اگر میں اس شخص پر غصہ نکال لیتا ہوں تو قیامت کے دن میں اللہ تعالیٰ کے غضب سے بچ نہیں سکتا۔

اللہ تعالیٰ کا علم اور محبت اور ان کی حکمت کامل ہے، میرے علم وفہم کی اس کے سامنے کوئی حیثیت نہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ کی مراد میری مراد سے زیادہ بہتر ہے، لہٰذا مجھے اپنی بات کے پورے نہ ہونے اور اللہ کی منشاء کے پورے ہونے پر مجھے ناراض نہیں ہونا چاہئے۔

آدمی اس بات کو یاد کرے کہ وہ غصہ کی حالت میں شیطان کا کھلونا بن جاتا ہے اور اس کی شکل حیوانوں، درندوں کی سی ہو جاتی ہے اور آدمی لوگوں کی نگاہوں میں ہلکا ہو جاتا ہے۔

خوب جان لینا چاہئے کہ غصہ کا آنا برا نہیں، بلکہ غصہ کے تقاضے کو پورا کرنا برا ہے اور حضور ﷺ نے اس شخص کو بہترین قرار دیا ہے جس کو دیر سے غصہ آتا ہو اور جلدی چلا جاتا ہو، اور بدترین اس کو قرار دیا ہے جس کو جلدی غصہ آتا ہو اور دیر سے جاتا ہو: الا وان خیرھم البطئ الغضب السریع الفئی.(۲)

ناراضگی کی حالت میں ہرگز نہ سوجائیں

خوشگوار زندگی کا یہ بھی اصول ملحوظ رکھیں کہ اگر کسی وجہ سے آپس میں بحث ہو جائے یا کوئی بات ہو جائے تو ناراضگی کی حالت میں نہ سوجائیں، یہ گھر کے بگڑنے کی ابتداء ہوتی ہے۔ اس لئے کہ حدیث میں آیا ہے کہ جب کوئی بیوی اس حالت میں سوتی ہے کہ اس کا خاوند اس سے ناراض ہو، اللہ کے فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں "فبات غضبان علیھا لعنتھا الملائکة حتی یصبح" (۳)

(۱) احیاء علوم الدین: ۳/ ۲۳۰

(۲) الترغیب والترھیب: کتاب الأدب وغیرہ، حدیث: ۴۱۶۳، منذری کہتے ہیں کہ: اس کو ترمذی نے حسن کہا ہے۔

(۳) مسلم: باب تحریم امتناعھا من فراش زوجھا: حدیث: ۱۴۳۶

بیوی کو چاہئے کہ شوہر کو منالے، اگر بیوی ناراض ہو تو شوہر سوچے کہ میری بیوی میری خادمہ ہے، میں نے کیسے اس کے دل کو تکلیف پہنچادی، اس لئے وہ دل دکھی ہے، کہیں ایسا نہ ہو، اس کے خوش نہ کرنے میں اللہ مجھ سے ناراض ہو جائے۔

شیطان میاں بیوی کو لڑاتا ہے

شیطان کی ہر وقت یہ کوشش ہوتی ہے کہ میاں بیوی کے درمیان بناؤ اور رکھاؤ کی شکل ہرگز نہ رہے، ان کے درمیان کسی نہ کسی طرح لڑائی اور جھگڑا ہو جائے، اور وہ ہر وقت ایک دوسرے سے برسرِ پیکار رہیں، وہ اس کیلئے اپنی مختلف تدبیریں کرتا ہے، اس لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر شیطان اپنی تدبیر سے تم دونوں کے درمیان جھگڑا کر بیٹھے تو اس کے بہکاوے میں آکر ایک دوسرے سے لڑ جھگڑ نہ بیٹھنا۔

حضرت ازہر بن سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ شیطان تم میں سے کسی کے بستر کے پاس آتا ہے جبکہ اس کے گھر والے بستر بچھا دیتے ہیں، وہ ان پر کوڑا کرکٹ ڈال دیتا ہے، اور ایسی چیز جو صاحبِ بستر کو جھنجلاہٹ میں مبتلا کرے؛ لہٰذا اگر کوئی اگر کوئی ایسا کچھ دیکھے تو اپنے گھر والوں کو برا نہ کہے؛ کیونکہ یہ شیطانی کام ہے "لأنّه من عمل الشيطن" (۱)

بے جا شک نہ کرے

شوہر بیوی پر بے جا شک نہ کرے، شوہر میں غیرت اور حیاء تو ہونی چاہئے کہ وہ اپنی بیوی کے کسی کے ساتھ دوستانہ تعلقات یا میل جول یا ہنسی مذاق ہرگز برداشت نہ کرے؛ لیکن بغیر کسی یقینی اور حقیقی بات کے محض اپنے شک وگمان کی بناء پر بیوی پر الزام تراشی، روزانہ کی تو تو میں میں، لڑائی جھگڑا اور بات کا بتنگڑ ابنانا اور ہر وقت بے جا شک کی سوئی بیوی کی جانب کر کے اس کو لعن طعن اور ملامت کا نشانہ بنانا، اسے ہر وقت کڑوی اور کسیلی سناتے رہنا یہ کسی بھی طرح درست نہیں، اسی کو حدیث میں یوں فرمایا:

---

(۱) الادب المفرد: باب الشيطن يجيء بالعود والشيء، حدیث: ۱۱۹۱، اس کو مولانا الیاس بارہ بنکوی نے حسن الاسناد کہا ہے

حضرت جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک غیرت وہ ہے جو اللہ کو محبوب اور پسندیدہ ہے اور ایک غیرت وہ ہے جو اللہ کو ناپسند ہے، جو غیرت اللہ کو پسند ہے یہ وہ غیرت ہے جو شک کی جگہ میں اور تہمت کی جگہ میں ہو (مثلاً: شوہر یہ دیکھے کہ کوئی اجنبی شخص اس کی بیوی کے پاس آمد ورفت رکھتا ہے یا وہ کسی اجنبی مرد کے پاس آتی جاتی ہے اور دونوں کے درمیان مزاح و مذاق کا تبادلہ ہوتا ہے، اگر شوہر اس پر بیوی سے دارو گیر کرے یہ غیرت اللہ کو پسند ہے اور اگر اس طرح کی کوئی شک وشبہ والی بات نہ ہو، بس یوں ہی بغیر کچھ دیکھے اور سمجھے محض شک کی بنیاد پر الزام تراشی ایسی غیرت اللہ کو ناپسند ہے یہ محض بدگمانی کی قبیل سے ہے) اور ایک غیرت جو اللہ کو مبغوض اور ناپسندیدہ ہے وہ ہے، جو بغیر کسی شک کی جگہ کے ہو ”وامّا الّتی یحبّها الله فالغیرة فی الریبة وامّا الّتی یبغضها اللّٰه فالغیرة فی غیر ریبة“ (۱)

بعض مرتبہ شیطان بے جا غیرت پیدا کرنے بیوی شوہر میں دراڑیں پیدا کرتا ہے، چنانچہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے ایک رات نکلے تو مجھے غیرت آئی (کہ شاید کسی اور بیوی کے پاس گئے ہوں) تو میں آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے نکلی، انہوں نے مجھ سے فرمایا! تمہیں کیا ہو گیا عائشہ! غیرت آئی؟ مالك یا عائشة أغرت میں نے جواب دیا: میری جیسی عورت (جسے سوکہن ہوں) آپ جیسے (صاحبِ کمالات) پر کیوں غیرت نہ کھائے گی، تو نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہارا شیطان تمہارے پاس آیا، أقد جاء الشیطن میں نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میرے ساتھ شیطان ہے؟ فرمایا: ہاں میں نے کہا یہ انسان کے ساتھ، فرمایا: ہاں، میں نے کہا: کیا آپ کے ساتھ بھی؟ فرمایا: ہاں لیکن میرے رب نے اس کے خلاف میری مدد کی، اس لیے میں محفوظ رہتا ہوں نعم ولكن ربی اعاننی علیه حتی اسلم (۲)

---

(۱) نسائی: الاختیال فی الصدقة: حدیث: ۲۵۵۸، حاکم نے اس حدیث کو صحیح السند کہا ہے: المستدرك: كتاب الزكاة، حدیث: ۱۵۲۵

(۲) مسلم، باب تحریش الشیطن وبعثه سرایاه : ۲۸۱۵

حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی غیرت

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اگر کسی مرد کو اپنی بیوی کے ساتھ دیکھ لوں تو میں اس کو بلا جھجک تلوار سے ختم کر دوں گا، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " اتعجبون من غيرة سعد لأنا أغير منه والله اغير منی" (۲) کیا تم سعد کی غیرت اور حمیت سے تعجب کرتے ہو، اللہ کی قسم! میں ان سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ عزوجل مجھ سے زیادہ غیرت رکھتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے معراج کی رات ایک سفید محل دیکھا، جس کے صحن میں ایک لڑکی تھی، میں نے کہا: یہ محل کس کا ہے؟ تو بتلایا گیا کہ: عمر کا، میں نے اس میں داخل ہو کر اس کو دیکھنے کا ارادہ کیا، معاً مجھے تمہاری غیرت یاد آ گئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں آپ پر غیرت کر سکتا ہوں "بأبی أنت وأمی یا رسول الله أو علیك أغار"(۱)

مطلب یہ ہے کہ موقع اور محل کے لحاظ سے غیرت مطلوب اور محمود ہے، اس کو یہاں مقامِ مدح میں ذکر کیا گیا ہے۔

بیوی کو بے عزت نہ کرے

عام طور پر یوں ہوتا ہے کہ شوہر بیوی کی کسی غلطی پر سرِ عام روک ٹوک کرتے ہیں، ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہیں، اس کی عزتِ نفس کو مجروح کرتے ہیں، یہ اصول یاد رکھیں کہ اگر بیوی کو نصیحت کرنی ہو تو تنہائی میں اور اگر تعریف کرنی ہے تو لوگوں کے سامنے، اگر تنہائی میں بیوی کو کچھ بھی جلی کٹی سنا دی جائے تو بیچاری برداشت کر لے گی، مگر لوگوں کے سامنے وہ اپنی ذلت کو برداشت نہیں کرے گی۔

---

(۲) بخاری: باب من رأی مع امرأته رجلاً ، حدیث : ٦٤٥٤

(۱) مسند احمد: مسند جابر بن عبد اللہ، حدیث: ١٥٠٤٤، شعیب الارنؤوط نے اسے شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ بچہ جب تنہائی میں گرتا ہے اس کو زیادہ چوٹ بھی لگتی ہے تو وہ نہیں روتا اور اٹھ کر کھڑا ہو جاتا ہے؛ لیکن اگر لوگوں کے سامنے گر جائے تو اس سے تھوڑی بھی چوٹ لگے تو رونا شروع کر دیتا ہے؛ اس لئے کہ لوگوں کے سامنے اس کی عزتِ نفس مجروح ہوئی۔

بیوی کے ساتھ وقت گذاری کرے

خوشگوار زندگی کیلئے یہ اصول بھی ملحوظ رہے کہ بیوی کے ساتھ وقت گذاری کریں، یوں نہیں کہ دفتر کی مصروفیات کے بعد دیر رات تک دوستوں کے ساتھ خوش گپیوں میں گذار دیں، اور جب آنکھیں نیند سے بوجھل ہو جائیں تو بستر پر آ کر دھڑام سے لیٹ جائیں، بیوی سے بات نہ کریں، خیر و خیریت دریافت نہ کریں، صحیح یہی ہے کہ رات کے اوقات اپنے اہل کے ساتھ گھروں میں گذاریں، اسی میں سکون و عافیت ہے۔

قرآن مجید میں تین چیزیں باعثِ سکون بتلائی گئی ہیں :

۱۔ ایک بیوی جو اپنے شوہر کیلئے سکون کا باعث ہوتی ہے: چنانچہ قرآنِ مجید فرمایا: " اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْا اِلَيْهَا " (۱) تم میں سے تمہارے لئے جوڑا اس لئے بنایا کہ تم سکون حاصل کرو۔

۲۔ گھر انسان کیلئے سکون کا باعث ہوتا ہے، اس لئے اس کو مسکن کہتے ہیں "وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا "(۲) اور اللہ نے تمہارے گھروں میں سکون رکھا۔

۳۔ " هُوَالَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا " (۳) اللہ کی وہ ذات جس نے تمہارے لئے رات بنائی کہ تم سکون حاصل کرو۔

بیوی کے اقارب سے بے اعتنائی نہ برتے

خوشگوار ازدواجی زندگی کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ بیوی کے ساتھ ساتھ ان کے اہل خانہ سے بھی محبت رکھے، یہ نہ کہے کہ: تم سے تو مجھے پیار ہے مگر تمہارے ابو، یا تمہاری امی، یا

(۱) الروم : ۲۱ (۲) النحل : ۸۰ (۳) یونس : ٦٨

تمہارے بھائی مجھے اچھے نہیں لگتے، ہر شخص کو اپنے والدین، بھائیوں اور بہنوں کے ساتھ جذباتی لگاؤ ہوتا ہے؛ اس لئے کوئی بھی برداشت نہیں کرتا کہ کوئی ان کے والدین، بھائی، یا بہنوں کو برا بھلا کہے، جس طرح شوہر اپنے والدین اور بھائی بہنوں کے حوالے سے کوئی کچھ کہہ دے تو برداشت نہیں کرتا، یہی حال بیوی کا ہوتا ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مجھے حضرت خدیجہؓ پر غیرت آتی تھی حالانکہ میں نے انھیں دیکھا بھی نہیں تھا، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ ان کا کثرت سے ذکر کیا کرتے تھے، کبھی بکری ذبح فرماتے تو اس کا گوشت حضرت خدیجہؓ کی سہیلیوں میں بھیجا کرتے تھے بعض مرتبہ میں کہتی ''كأنه لم يكن في الدنيا امرأة الا خديجة'' کیا دنیا میں خدیجہ جیسی کوئی دوسری عورت نہیں ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ فرماتے، انها كانت و كان له منها ولد ان کا مقام اونچا ہے اور ان سے اللہ تعالیٰ نے مجھے اولاد عطا فرمائی۔(۱)

یہاں نبھاؤ اور بناؤ کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ میاں بیوی یہ سوچ لیں کہ شادی سے پہلے ان کا ایک باپ اور ایک ماں تھی، اب شادی کے بعد دو باپ اور دو مائیں ہیں؛ کیونکہ شریعت نے ساس اور سسر کو ماں اور باپ کا درجہ دیا تو جب بیوی ساس اور سسر کو ماں اور باپ کی نظر سے دیکھے گی تو جھگڑا نہیں رہے گا، اس طرح شوہر بھی ساس اور سسر کو ماں اور باپ کی نظر سے دیکھے گا تو لڑائی کا کوئی مسئلہ نہیں رہے گا۔

بیوی کے ساتھ کھانا کھانا سنت ہے

میاں بیوی کو چاہئے کہ کھانا ایک ساتھ کھانے کی کوشش کریں، جہاں یہ چیز آپسی تعلقات کی پائیداری کا ذریعہ بنتی ہے وہیں یہ سنتِ نبوی بھی ہے۔

سالم بن سرجؒ حضرت ام صبیہ بنت قیسؓ (جو خارجہ بن حارث کی دادی ہیں) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: ہم اور رسول اللہ ﷺ ایک برتن میں کھایا کرتے تھے اور ہمارے اور آپ ﷺ کے ہاتھ (نوالہ نکالتے وقت) ایک دوسرے سے چھو جایا کرتے تھے

(۱) بخاری: باب تزويج النبي: حديث : ٣٦٠٧

" اختلفت یدی وید رسول اللّٰہ فی اناء واحد "(۱)

یہ واقعہ حجاب سے نزول سے پہلے کا ہے حجاب اور پردے کے احکام نازل ہونے کے بعد ایک برتن میں کھانے کا حکم محارم عورتوں کے ساتھ مخصوص ہو گیا۔

شادی کے بعد والدین کی خدمت

والدین کی خدمت ویسے بھی ضروری ہے، والدین کے اولاد پر بے شمار احسانات ہیں، جن کا شمار واحصاء ناممکن ہے، ارشادِ باری عزوجل ہے: "وَقَضٰی رَبُّكَ اَنْ لَا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِیَّاهُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِیْمًا ،وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّیَانِیْ صَغِیْرًا (۲)

اور تیرے رب نے حکم فرمایا دیا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ سے حسنِ سلوک کرو، اور ان میں سے ایک یا وہ دونوں تیرے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اُف (بھی) نہ کہو، اور انہیں نہ جھڑکو اور ان دونوں کے ساتھ ادب سے بات کہو (کرو) اور ان کیلئے عاجزی کے (ساتھ) بازو جھکا دو مہربانی سے اور کہو، اے میرے رب! ان دونوں پر رحم فرما جیسے انہوں نے بچپن میں میری پرورش کی۔

"اُف" کی تفسیر میں حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "لو علم اللّٰہ شیئًا من العقوق أدنی من أفّ لحرمه" اگر والدین کے حق میں اف سے کمتر بھی کوئی نافرمانی اور ان کی حکم عدولی کی ہوتی تو اللہ عزوجل اس کا ذکر ضرور فرماتے۔(۳)

والدین کے حق میں اولاد کو اف تک کہنے کی اجازت نہیں چہ جائیکہ وہ انہیں کسی طرح کی جسمانی یا ذہنی کوفت اور اذیت سے دوچار کریں۔

---

(۱) الأدب المفرد: باب أکل الرجل مع امرأته، حدیث: ۱۰۵۴، مولانا الیاس بارہ بنکوی نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔

(۲) الاسرائیل: ۲۳-۲۵

(۳) الدرّ المنثور: ۲۵۸/۵، دار الفکر، بیروت

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں مجاہدؒ کہتے ہیں: اگر وہ دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں اوران کا پیشاب اور پائخانہ نکلنے لگے تو ان کو برا نہ سمجھواوران کی اس گندگی کو دور کرتے رہوجیسا کہ وہ تمہارے گندگی کو بچپن میں دور کیا کرتے تھے "واماط عنہا الخراء والبول كما كانا يميطانه عنك صغيرًا " (۱)

ماں باپ کے حقوق اوراس کی اہمیت کو سمجھنے کیلئے اسلاف کے یہ واقعات بھی ہمارے لئے مشعلِ راہ ہیں:

محمد بن منکدرؒ کہتے ہیں کہ: میرے بھائی یعنی عمر نماز پڑھ رہے تھےاور میں والدہ کے پیر داب رہا تھا، وہ والدہ کی خدمت کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ "وما احبّ انّ ليلتی بليلتی " مجھے پسند نہیں ہے کہ میں اپنی رات ان کی رات کے بدلے ان کو دے دوں۔(۲)

جہاد کی فضیلت اپنی جگہ مسلم ہے؛ لیکن شریعت نے یہ اجازت نہیں دی ہے کہ ماں باپ کی رضامندی کے بغیر ان کو ناراض کر کے جہاد میں شرکت کی جائے۔

حضرت ابن عباسؓ سے ''اصحابِ اعراف'' جن کا ذکر قرآنِ کریم میں آیا ہے، کے متعلق پوچھا گیا کہ وہ کون لوگ ہیں؟ اور'' مقامِ اعراف'' سے کیا چیز ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ: ''اعراف'' تو یہ جنت اور جہنم کے درمیان ایک پہاڑ ہے، اس کو''اعراف'' اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ جنت اور جہنم کے قریب واقع ہے، وہاں پر بھی درخت، پھل، نہریں اور چشمے ہیں، جو لوگ اس جگہ رہیں گے یہ وہ لوگ ہوں گے جو والدین کی رضا اور خوشنودی کے بغیر جہاد میں چلے گئے ہوں اور وہ جہاد میں شہید ہو گئے، ان کا شہید ہونا ان کو جہنم میں داخل ہونے سے روکے گا اور والدین کی نافرمانی اور حکم عدولی ان کو جنت میں جانے سے روک دے گی وہ مقامِ ''اعراف'' پر ہی میں رہے گے؛ یہاں تک کہ ان کے متعلق اللہ عزجل کچھ فیصلہ کردیں "فمنعهم القتل فی سبيل الله عن دخول النّار ومنعهم عقوق الوالدين عن دخول الجنّة ، فهم على الأعراف حتّى يقضى الله بينهم" (۳)

---

(۱) الدرّ المنثور: ۲۵۸/۵، دار الفكر، بيروت

(۲) البرّ والصلة: ۷۹ (۳) الكبائر: ۴۱

حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں کہ: والدین کا رتبہ اس قدر بڑھا ہوا ہے کہ لڑکے کیلئے یہ مناسب نہیں کہ وہ اپنے والد کو مارنے سے روکے، جس نے والدین کو تیز نظر سے دیکھا تو اس نے ان سے بدسلوکی کی، "ومن شدّ النظر الی والدیه فلم یبرّهما" (۱)

جب حضرت ایاسؒ کی والدہ کا انتقال ہوگیا تو وہ رو پڑے، ان سے پوچھا گیا کہ: کیوں روتے ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ میرے جنت کے دو دروازے کھلے تھے، ان میں سے ایک دروزہ بند ہوگیا" کان لی بابان مفتوحان الی الجنّة وغلق احدهما" (۲)

ہشام بن حسّانؒ کہتے ہیں کہ: میں نے حسنؒ کہا: میں قرآن سیکھتا ہوں اور میری ماں میرا شام کے کھانے پر میرا انتظار کر رہی ہوتی ہے، حسنؒ نے کہا: تم اپنی والدہ کے ساتھ کھانا کھاؤ اور اس کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرو، یہ میرے نزدیک تمہارے نفل حج سے بڑھ کر ہے "أحبّ الیّ من حجّة تحجّها تطوعًّا" (۳)

مامونؒ کہتے ہیں کہ: میں نے فضل بن یحییٰؒ سے بڑھ کر اپنے والد کا مطیع اور فرمانبردار نہیں دیکھا ان کی اطاعت اور والد کی فرماں برداری کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت یحییٰ گرم پانی ہی سے وضو کرتے تھے، اور وہ دونوں جیل میں تھے، جیل والوں نے ٹھنڈی راتوں میں اندر لکڑی لانے سے منع کیا تھا، تو فضل اپنے والد کے سونے کے بعد اٹھ کھڑے ہوتے اور پانی گرم کرنے کے لوٹا لے کر اُسے چراغ کی روشنی کے قریب کیا، اسی طرح اس پانی کو چراغ کی روشنی پر لئے صبح تک کھڑے رہتے۔

مامونؒ کے علاوہ دیگر لوگوں نے بتلایا کہ جیل میں جیلروں کو پتہ چل گیا کہ چراغ کے ذریعہ پانی گرم کیا گیا تو انہوں نے رات میں چراغ جلانے سے بھی روک دیا، فضل اپنے والد کے پانی گرم کرنے کیلئے پانی کے بھرے ہوئے لوٹے کو اپنے بستر میں لے لیا اور اسے سینے سے لگائے رکھتے اس طرح پانی گرم کرتے۔(۴)

---

(۱) البرّ والصلة:۱۱۳ (۲) البرّ والصلة:۴۵
(۳) البرّ والصلة:۸۵ (۴) مصنف ابن ابی شیبة: حدیث:۳۵۱۷۱

یہ تھا ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک اور ان کے حقوق کی ادائیگی کا جذبہ کہ والد کی سہولت کیلئے پانی گرم کرنے کا کوئی انتظام نہ ہوسکا تو تو اخیر میں یہ کیا کہ اس پانی کو اپنے بستر میں لے کر اسے صبح تک سینے سے لگائے رکھا کہ وہ پانی گرم ہوجائے اور والد کے استعمال کے قابل ہوجائے۔

الغرض یہ والدین کے حق کی ادائیگی اور ان کی اطاعت بہرصورت ضروری ہے، شادی کے بعد اولاد کی طرف سے والدین کو وہ توجہ نہیں مل پاتی، جس کے وہ مستحق ہوتے ہیں، والدین کی اطاعت شادی کے بعد بھی ضروری اور لازمی ہے، بیوی کو مناتے ہوئے والدین کی اطاعت کے ساتھ زندگی گذارے۔

ماں کی خدمت کا حق تو حضرت اویس قرنیؒ نے سمجھا تھا کم از کم آٹھ سال انہوں نے حالتِ اسلام میں والدہ کی اجازت نہ ملنے کی وجہ سے رسولِ پاک ﷺ کی زیارت کی عزت کو قربان کیا جو ساری عزتوں سے برتر ہے۔

حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اسلام لانے کے بعد سے کبھی اپنی ماں کو احترام وعظمت کی وجہ سے نگاہ بھر کر بھی نہیں دیکھا۔

حضرت حارثہ بن نعمانؓ اپنی ماں کے سر میں کنگھی بھی کرتے تھے، اپنے ہاتھ سے کھلاتے تھے، اگر والدہ کی کوئی بات سمجھ میں نہ آتی تو وہ ماں کے رعب کی وجہ سے دوبارہ پوچھنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی۔

یہی وجہ ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ نے جنت میں ان کے قرآن پڑھنے کی آواز کو سنا ہے۔

حضرت محمد بن سیرینؒ کو اپنی والدہ کا اتنا خیال تھا کہ وہ نیچے ہوتیں تو یہ اوپر کی منزل میں جانے کو بے ادبی سمجھتے اور اتنی پست آواز میں بات کرتے جیسے وہ بیمار ہیں۔

کھمس بن حسنؒ کے کمرے میں بچھو نکل آیا پھر وہ بل میں گھس گیا تو انہوں نے اس سوراخ پر ہاتھ رکھ دیا، پوچھنے پر بتایا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ یہ بل سے نکلے اور کہیں میری ماں کی طرف جا کر انھیں ڈنک نہ ماردے۔

---

(۱) مسند احمد: مسند عبد اللّٰہ بن عمر، حدیث: ٤٧١١، حاکم نے اس روایت کو شیخین کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر تو سالہا سال بھی اپنی ماں کی خدمت کرے تب بھی ان کا حق ادا نہیں کرسکتا اس لئے کہ وہ تیری خدمت کرتی تھیں عمر درازی کی دُعا کے ساتھ اور تو ان کی خدمت کرتا ہے ان سے چھٹکارے کے جذبہ سے وكانت تصنع بك وهى تتمنى لقاءك وانت تصنعه وأنت تتمنى فراقها.(۱)

کسی بھی حال میں والدین سے قطعِ تعلق ناجائز ہے

عبداللہ ابن اُبی ابن سلول جیسے رئیس المنافقین نے جب رسولِ پاک ﷺ کی شان میں گستاخی کی تو اس کے بیٹے مخلص صحابی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کے قتل کرنے کی اجازت چاہی تو اس موقع پر حضور ﷺ نے فرمایا: لا ولكن برّ أباك واحسن صحبته نہیں اپنے باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور مناسب برتاؤ رکھو، تقریباً یہی بات حضور ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو ان کی والدہ کے بارے میں فرمایا تھا۔(۲)

قرآنِ کریم میں جہاں پر اللہ نے والدین کے حق کو بیان کیا ہے، وہیں بڑھاپے میں ان کے ساتھ حسنِ سلوک کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اس لئے کہ جب وہ بوڑھے ہوجاتے ہیں تو بیٹا باپ بن جاتا ہے تو پھر دیکھنا ہے کہ یہ اپنے باپ کے احسانات یاد کرے گا یا بھول جائے گا کہ اُسے بھی کسی نے جنا ہے، کسی نے اُسے جھیلا ہے۔ یہ تو حیوانوں کی زندگی ہے کہ جیسے پَر لگ جاتے ہیں تو وہ اُڑ جاتے ہیں، اسے نہ والد کے حق کا پتہ ہے نہ والدہ کا۔

والدین کا حق تو اس قدر تھا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے والدین کی نافرمانی نہ کرو، گرچہ وہ تمہیں اپنے اہل وعیال اور مال ودولت کو بھی چھوڑ دینے کیلئے کیوں نہ کہیں "لا تعقّ والديك وان أمراك أن تخرج عن أهلك ومالك" (۳)

---

(۱) یہ سارے واقعات ابن الجوزیؒ "برالوالدین" سے ماخوذ ہیں۔

(۲) مسند البزار: مسند أبی حمزه، حديث: ۷۹۷۸، علامہ ہیثمی کہتے ہیں کہ اس کو بزار نے روایت کیا ہے، اس کے رجال ثقہ ہیں۔

(۳) بخاری: باب من استاجر أجيرًا فترك، حديث: ۲۱۵۲

عبداللہ بن عمرؓ نقل کرتے ہیں، وہ فرماتے کہ: میری ایک بیوی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو وہ ناپسند تھی، انہوں نے کہا: اس کو طلاق دے دو، میں نے انکار کر دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے پاس آئے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے باپ کی اطاعت کرو "اطع أباك "(۱)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص ان کے پاس آیا اور کہنے لگا: میری ایک بیوی ہے، میری ماں اس کو طلاق دینے کو کہتی ہے، تو انہوں نے کہا: میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ: باپ جنت کے دروازوں میں سے بیچ کا دروازہ ہے، اگر چاہو تو اسے باقی رکھو، ورنہ ضائع کردو "فان شئت فاضع ذلك أو احفظه " (۲)

الغرض بیوی اور اولاد کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرتے ہوئے ماں باپ کی رائے کو اگر وہ زیادتی پر مبنی نہ ہو تو ترجیح دے۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا گیا کیا بیوی کو طلاق دینے میں ماں باپ کی اطاعت ضروری ہے تو انہوں نے فرمایا: اگر ان کی سمجھ حضرت عمر ﷺ کی سمجھ جیسی ہے تو ان کی اطاعت کرے۔(۳)

جیسا کہ غار والوں کے واقعہ میں ہے کہ: تین لوگ سفر کر رہے تھے، رات ہونے پر ایک غار میں پناہ گزیں ہو گئے، ایک چٹان نے غار کے منہ کو بند کر دیا، تو انہوں نے اپنے اعمال کے واسطے سے دعا کی تو وہ چٹان ہٹ گئی اور وہ وہاں سے بعافیت نکل گئے۔

ان میں سے ایک شخص نے کہا تھا کہ: اے اللہ! میرے بوڑھے ماں باپ تھے، میں بکریاں چرا کر شام کو گھر پہنچا اور میں اپنے اہل سے پہلے ان کو دودھ پلاتا، پھر اپنے اہل وعیال کو، ایک دفعہ بکریاں چراتے ہوئے دور نکل گیا، آنے میں دیر ہوگئی تو والدین اس وقت تک سو گئے تھے، میں نے والدین سے پہلے بچوں کو دودھ پلانا مناسب نہیں سمجھا اور ان کو بیدار کرنا بھی گوارا نہ کیا، "فكرهتِ أن أوقظهما وأن أغبق قبلهما أهلاً " ان کے

(۱) ترمذی: علامة حلول المسخ والخسف، حدیث: ۲۲۱۱، امام ترمذیؒ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔

(۲) ترمذی: من الفضل فی رضا الوالدین: حدیث: ۱۹۰۰، امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۳) بر الوالدین ابن الجوزی

سرہانے دودھ کا پیالہ لئے کھڑا رہا، بچے بھوک سے بلبلا رہے تھے، میں نے ان کی کوئی پرواہ نہیں کی، اوراسی طرح صبح ہوگئی۔(۱)

اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ والدین کا حق اہل اوراولاد سے بڑھ کر ہے، اگراس معاملہ میں بیوی شوہر کا ساتھ دیتی ہوتو بیوی کا احسان سمجھنا چاہئے کہ اس پر کوئی قانونی فرض تونہیں تھا مگر پھربھی اخلاقی فریضہ سمجھ کر میرے والدین کی خدمت کی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت پندرہ قسم کی برائیاں کرے گی تو اس پر بلائیں اور مصیبتیں آپڑیں گی، ان برائیوں میں سے حضور ﷺ نے ان لوگوں کا تذکرہ کیا، کہ مرد اپنی بیوی کی اطاعت کرنے لگے اوراپنی ماں کی نافرمانی کرنے لگے، اورآدمی اپنے دوست کے ساتھ نیک سلوک کرے اوراپنے باپ کے ساتھ سختی اور بداخلاقی سے پیش آئے " اطاع الرجل زوجته ، وعقّ امّه ، وادنى صديقه ، واقصى والده " (۲)

والدین کی اطاعت کس حد تک؟

اللہ عزوجل نے جہاں والدین کواُف کہنے سے منع کیا ہےاوران کے ساتھ احسان کا حکم کیا ہے، اس آیت کے اخیر میں الفاظ ہیں "اٰتِ ذَا لْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمَسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا " (۳) دے قرابت دار کواس کا حق اورمحتاج کواور مسافرکو، اور مال مت اُڑا بگاڑ کر۔

حق تعالیٰ نے حداعتدال کوقائم رکھتے ہوئے حقوقِ والدین کے ساتھ دیگر لوگوں کے حقوق ادا کرنے کی تعلیم دی؛ کیونکہ احتمال تھا کہ اس سختی اورشدت کے ساتھ والدین کی اطاعت کا حکم دیکھ کر کوئی شخص کسی دوسرے کے ادائے حقوق کومحض معمولی بات سمجھ کراس کے ادا کرنے میں

---

(۱) بخاری: باب من استاجر اجيرًا فترك، حديث: ۳۱۵۲

(۲) ترمذی: علامه حلول المسخ والخسف، حديث: ۲۲۱۱، امام ترمذی نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔

(۳) اسراء: ۲٦

کوتاہی کرے اور رضائے والدین کو مقدم کرے، مثلاً والدین کے کہتے کہ اپنے اہل وعیال کو ایذاء دے، خورد ونوش واجب میں کمی کرے تو کرنے لگتا، پس رحم وکریم نے بتلایا کہ ہر چیز کی حد ہے، والدین کی وجہ سے کسی دوسرے کی حق تلفی نہ کرو۔

کن چیزوں میں والدین کا حکم ماننا ضروری نہیں

۱۔ جو سفر (خواہ تجارت کا ہو خواہ حج وغیرہ کا بشرطیکہ وہ سفر فرض وواجب نہ ہو) ایسا ہو جس میں غالب ہلاکت کا اندیشہ نہ ہو، بغیر اجازتِ والدین درست ہے، اگر والدین اس سفر سے منع کریں تو ان کے کہنے سے سفر نہ کرنا ضروری نہیں، چنانچہ یہ مسئلہ درمختار اور عالمگیری میں موجود ہے: جو سفر فرض یا واجب ہو، اس میں تو بطریقِ اولیٰ یہ حکم ہوگا اور یہ سب اس صورت میں ہے جب والدین اپنی ضروری خدمت کے محتاج نہ ہوں خواہ ان کو حاجت ہی نہ ہو یا ہو لیکن دوسرا کوئی خدمت کرنے والا موجود ہو۔

۲۔ اگر والدین ضروری حاجت کیلئے (جس کو شریعت نے ضروری کہا ہے مثلاً طعام ولباس وغیرہ وادائے قرض) خرچ کی ضرورت نہ ہو اور اولاد کے پاس اپنی ضروری حاجت سے روپیہ یا دوسری قسم کا مال زائد ہو اور والدین اولاد سے طلب کریں تو اولاد کو دینا ضروری نہیں۔

۳۔ والدین بغیر احتیاجِ خدمت نوافل پڑھنے کو منع کریں یا کسی دوسرے غیر ضروری کام کرنے سے روکیں تو اس صورت میں ان کا کہنا ماننا ضروری نہیں، ہاں اگر وہ ضروری خدمت کے محتاج ہو اور نوافل وغیرہ میں مشغولی ان کو تکلیف دے اور کوئی دوسری خادم نہ ہو تو اولاد پر واجب ہے کہ نوافل وغیرہ چھوڑ کر ان کی خدمت کرے۔

۴۔ اگر والدین حقّہ نوش ہوں (بیڑی، سگریٹ، گٹکے اور دیگر تمبا کو والی چیزیں اس میں شامل ہیں) اور حقہ پینا بغیر مرض اور معذوری کے نہ ہو، اور اولاد سے حقہ تیار کرنے کی فرمائش کریں تو اولاد پر اس کہنے پر عمل کرنا ضروری نہیں؛ بلکہ اس میں فعلِ مکروہ کا ارتکاب کرنا ہے، جو شرعاً مذموم ہے۔

۵- اگر کسی کی بیوی سے کوئی (واقعی) تکلیف اور رنج اس شخص کے والدین کو نہ پہنچتا ہو خواہ مخواہ والدین اس شخص کو حکم کریں کہ تو اپنی عورت کو طلاق دیدے، اس کی تعمیل اس آدمی پر ضروری نہیں، بلکہ اس صورت میں طلاق دینا عورت پر ایک طرح کا ظلم کرنا ہے، طلاق اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی بری چیز ہے، فقط مجبوری میں جائز رکھی گئی ہے، خواہ مخواہ طلاق دینا ظلم اور مکروہِ تحریمی ہے، نکاح تو وصال کیلئے وضع کیا گیا ہے، یہ فراق بلا وجہ کیسے روا ہوسکتا ہے۔(۱)

حضرت سعید بن المسیبؒ (یہ بڑے درجے کے تابعی ہیں، علم میں کوئی تابعی ان کے درجہ کو نہیں پہنچ سکا، اور یہ بزرگ اور صاحبِ کرامت بھی تھے، اپنے باپ سے علاحدگی اختیار کی اور بالکل چھوڑ دیا " وسعيد بن المسيب هجر أباه حتى مات " دینی وجہ سے یہاں تک کہ ان کی وفات ہوگئی۔(۲)

۶- اگر والدین کسی گناہ کا حکم دیں کہ فلاں گناہ کرو مثلاً فرمائیں کہ اہلِ حق کی مدد نہ کرو یا زکوۃ نہ دو، دینی تعلیم حاصل نہ کرو، اور کوئی ایسی ہی بات کا حکم دیں تو اس صورت میں ان کا کہنا ماننا حرام ہے اور ان کی مخالفت فرض ہے جبکہ وہ کام ضروری ہو جس سے وہ رکتے ہیں، ہاں اگر ان کو کوئی (واقعی اور سخت) تکلیف ہو مثلاً وہ بیمار ہوں، اور کوئی خادم نہ ہو اور نماز کا وقت ہے، اگر ان کی خبر گیری نہ کی جائے تو سخت تکلیف کا اندیشہ ہے، پس اس صورت میں اگر وہ نماز قضا کرنے کو کہیں تو قضا کردے، پھر کسی وقت پڑھ لے، اور اگر کسی مستحب کام سے روکیں اور اپنی کسی ضروری حاجت (واقعی اور معتبر) کی وجہ سے روکیں تو ان کے حکم کی تعمیل واجب ہے اور خواہ مخواہ روکیں تو واجب نہیں ہے۔

ماں کا نفقہ کب واجب ہوتا ہے؟

بیوی کے نفقہ کے سوا اور اہلِ قرابت کا نفقہ مرد کے ذمہ اس وقت واجب ہوتا ہے جبکہ وہ اس قدر مال کا مالک ہو جس سے صدقۂ فطر واجب ہوتا ہے اور والدین بھی اس حکم میں داخل ہیں

(۱) فتح القدير : باب الايمان في الطلاق : ٤/ ١١٦، دار الفكر بيروت
(۲) المعارف لابن قتيبة : ١/ ٥٥

اور بیوی کا نفقہ ہر صورت میں فرض ہے خواہ شوہر فقیر ہو یا امیر ہو (حاشیہ شرح وقایہ) پس معلوم ہوا کہ جب تک ذکر کردہ مال کی مقدار مرد کے پاس نہ ہوتو والدین کا نفقہ (ضروری خرچ) واجب نہ ہوگا، اس تصریح سے یہ غرض نہیں کہ انسان والدین سے بے رُخی اوران کے ادائے حقوق میں کوتاہی اوران کی احسان فراموشی کرے، یہ بہت بری بات ہے، بلکہ غرض اس تقریر سے یہ ہے کہ مبالغہ دور کردینا ہے۔(۱)

حضرت عمرؓ اور حضرت ابوالدرداءؓ کے طلاق کا حکم دینے کی وجہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے واقعات پہلے بھی گذر چکے ہیں جس میں انہوں نے والدین کی اطاعت میں طلاق دینے کا حکم کیا ہے، پھران اصحاب نبی رضی اللہ عنہما کے طلاق دینے کا حکم کرنے کی کیا تاویل ہوسکتی ہے؟ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ: میری ایک بیوی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو وہ ناپسند تھی، انہوں نے کہا: اس کو طلاق دے دو، میں نے انکار کردیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے باپ کی اطاعت کرو "اطع أباك" (۲)

یہاں یہ مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ چاہتے ہیں کہ ان کے صاحبزادے اپنی بیوی کو طلاق دیں، صاحبزادے طلاق دینا نہیں چاہتے تھے تو انہوں نے جناب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ دریافت کیا آپ نے بھی طلاق دینے کو کہا، ظاہر ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے مقبول صحابی کسی پر ظلم کیسے کرسکتے ہیں؟ اگر بفرضِ محال وہ ایسا کرتے بھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو گوارا کیسے کرتے اور ظلم کی اعانت کیسے کرتے؟

ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص ان کے پاس آیا اور کہنے لگا: میری ایک بیوی ہے، میری ماں اس کو طلاق دینے کو کہتی ہے، تو انہوں نے کہا: میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے

---

(۱) رسالہ حقوق الوالدین، مؤلفہ حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

(۲) ترمذی: الرجل يسأل أبوه أن يطلق امراته، حديث: ۱۱۸۹، امام ترمذی نے اس کو حسن صحیح کہا ہے

سنا ہے کہ: باپ جنت کے دروازوں میں سے بیچ کا دروازہ ہے، اگر چاہو تو اسے باقی رکھو، ورنہ ضائع کردو " فان شئت فاضع ذلك أو احفظه " (۱)

ظاہر ہے کہ اس عورت سے اس مرد کی والدہ کو تکلیف واقعی پہنچی تھی، اس وجہ سے وہ اس کو طلاق دلانا چاہتی تھی، ورنہ خواہ مخواہ طلاق دینا ظلم ہے اور ظلم پر مدد کرنا ظلم ہے، اگر مذکورہ صورت میں طلاق ظلم ہوتا تو حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ اس کی کیسے اجازت دیتے۔

سوتیلی ماں کے حقوق

سوتیلی ماں چونکہ باپ کی قرین ہوتی ہے اور باپ کے دوست کے ساتھ احسان کرنے کا حکم آیا ہے، اس لئے سوتیلی ماں کے بھی کچھ حقوق ہیں مثل حقیقی ماں کے ہیں۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ دیگر ازواج نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف فرما تھے، تو اس کام متعلق گفتگو ہوئی، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: " یا بنیّة ! الستِ تحبّین ما أُحبّ، قالت: بلٰی، قال احبّی هذ ہ " یعنی اے میری بیٹی! جس کو میں محبوب رکھتا ہوں کیا تو اُسے محبوب نہیں رکھتی؟ تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: کیوں نہیں؟ میں محبوب رکھتی ہوں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ محبت رکھنا۔ (۲)

شوہر مالی اعتبار سے دوسرے پر بوجھ نہ بنے

حلال کمانا بھی نماز، روزہ کے بعد فرض ہے، رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عبادت کے دس جزء ہیں ان میں تو نو حلال کمانے میں ہیں، العبادة عشرة اجزاء تسعة منها فی طلب الحلال" (۳)

---

(۱) ترمذی: من الفضل فی رضا الوالدین، حدیث: ۱۹۰۰، امام ترمذی نے اس کو صحیح کہا ہے
(۲) مسلم: باب فضائل عائشة، حدیث: ۲۴۴۲
(۳) حلیة الاولیاء: وهیب ابن الورد: ۱۴۲۸

دوسری روایت میں ہے: جو شخص دنیا کو حلال طریقہ سے کماتا ہے کہ وہ دوسرے سے سوال نہ کرے وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوگا اور جو فقر وحرص کے ساتھ دنیا کمائے وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ اس پر ناراض ہوگا "من طلب الدنیا حلالاً متعففًا لقی اللّٰه یوم القیامة ووجهه کالقمر لیلة البدر، ومن طلبها مفاخرًا، مکاثرًا لقی اللّٰه وهو علیه غضبان (۱)

یہ حقیقت ہے کہ آدمی کے پاس مال نہ ہو تو وہ نماز کیلئے ستر کس کپڑے سے چھپائے گا؟ اور پاک زمین کیسے حاصل کرے گا؟ اور روزے میں افطار وسحری کا انتظام کیسے کرے گا؟ زکوٰۃ دینے کے بجائے لینے کا مستحق رہے گا، بیوی کا نفقہ اولاد کی تعلیم وتربیت، والدین کے اخراجات، رشتہ داروں سے صلہ رحمی، یہ سارے اعمال مال کے بغیر نہیں ہو سکتے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کمانے کے درجہ کو جہاد سے مقدم قرار دیا کرتے تھے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں تجارتی سفر کرنے والوں کا تذکرہ قتال کرنے والوں سے پہلے کیا ہے "واٰخرون یضربون فی الارض یبتغون من فضل اللّٰه واٰخرون یقاتلون فی سبیل اللّٰه" (۲)

اور کچھ دوسرے ایسے ہوں گے جو اللہ کا فضل تلاش کرنے کیلئے زمین میں سفر کر رہے ہوں گے اور کچھ ایسے جو اللہ کے راستے میں جنگ کر رہے ہوں گے۔

خود نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبہ ابن ابی معیط کی بکریاں چرائی ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی والدہ کے کاٹے ہوئے سوت کو فروخت کر کے گذارہ کرتے تھے، حضرت نوح علیہ السلام بڑھائی کا کام کیا کرتے تھے، حضرت ادریس علیہ السلام درزی کا پیشہ اختیار کئے ہوئے تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے آپ کو آٹھ یا دس برس تک حضرت شعیب علیہ السلام کا چرواہا بنایا جبکہ وہ ان کے خسر بھی ہیں۔

---

(۱) شعب الایمان: الحادی والسبعون من الشعب، حدیث: ۱۰۳۷٤

(۲) المزمل: ۲۰

ایک مرتبہ حضرت داؤد علیہ السلام رات میں گشت کرتے ہوئے لوگوں سے اپنے بارے میں تاثرات دریافت کررہے ہیں کہ اللہ نے ایک فرشتے کو بصورتِ انسانی نازل فرمایا، فرشتے سے حضرت داؤد علیہ السلام نے پوچھا: داؤد کیسا آدمی ہے؟ اس نے جواب دیا: اچھا آدمی ہے مگر وہ بیت المال سے کھاتا ہے انہ یأکل من بیت المال اور لوگوں میں بہترین وہ آدمی ہے جو اپنی کمائی سے کھائے، اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے محراب میں گڑگڑا کر خوب دُعائیں کیں تو اللہ عزوجل نے لوہے کو ان کیلئے موم بنادیا۔

معلوم ہونا چاہئے کہ بادشاہ کیلئے بیت المال سے تنخواہ لینا جائز ہے۔(۱)

حضرت معدام بن معدیکربؓ کی باندی بازار میں دودھ بیچتی تھی اور یہ قیمت وصول کیا کرتے تھے، ایک آدمی نے حیرت سے ان سے پوچھا: کیا آپ بھی تجارت کرتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا: لیأتین علی الناس لا ینفع فیه الا الدینار و الدرهم (۲)

آدمی کو یہ نہیں دیکھنا چاہئے کہ یہ ملازمت اور نوکری کیسی ہے، معاشرے میں معیاری سمجھی جاتی ہے یا گھٹیا، بڑی نوکریوں کی تلاش میں ترقی یافتہ ممالک کے ویزوں کے انتظار میں مہینوں، سالوں بیروزگاری میں گذارنے سے بہتر یہ ہے کہ آدمی، چھوٹی موٹی مزدوری کا کام کرے جو بہت زیادہ پاکیزہ اور حلال ہے۔

نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو ہاتھ کام کرتے ہوئے تھکا ہارا شام کردے اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کردیتے ہیں: من أمسى كالا من عمل يده، أمسى مغفورًا له.(۳)

(۱) مرقاۃ المفاتیح :شرح مشكوٰة المصابيح، باب الكسب:۱۸۸۹/۵، دارالفکر، بیروت

(۲) مجمع الزوائد: باب اتخاذ المال، حديث: ۶۲۴۳، اس کو احمد نے روایت کیا ہے

(۳) مجمع الزوائد: باب الكسو والتجارة ،حديث:۶۲۴۳، علامہ ہیثمی نے کہا ہے کہ اس کو میں نے ایک غیر معروف جماعت سے نقل کیا ہے۔

بیوی کو ماں باپ یا بھائی بہنوں کے ساتھ رکھنا ضروری نہیں

بے شک انسان سماجی زندگی کی ساری کڑیوں سے علیحدہ ہوکر رہ نہیں رہ سکتا، علیحدہ مکان اور اس کی وجہ سے آنے والا مالی بوجھ تحمل کرنے کی استعداد بھی جلدی پیدا نہیں ہوتی، خود بیویوں میں اولاد کی تربیت اور اُمور خانہ داری کی دیکھ بھال کے کافی تجربہ کے بعد پیدا ہوتے ہیں، تجربہ کار خواتین کا تعاون ضروری ہوتا ہے، ان سب کے باوجود اگر بیوی علیحدہ ہی رہنا چاہے اور اجتماعی چولہے سے اختلافات کے شعلے بھڑکنے لگ جائیں تو اس کے شرعی حق کے مطابق علیحدہ مکان میں رکھ دینا ہی بہتر ہے، ماں باپ کے ساتھ رہنے پر اصرار کہ طلاق کی نوبت آجائے اور بچوں کی تعلیم وتربیت، قیام ورہائش کے پیچیدہ مسائل پیدا ہوجائیں نہایت غیر شرعی حرکت ہے۔

---

(۱) رد المحتار علی الدر المختار ، کتاب الطلاق ، باب الفقه

بیوی کے فرائض و ذمہ داریاں

میاں بیوی کی حیثیت زندگی کے اس سفر میں گاڑی کے دو پہیوں کی سی ہے، وہ ایک دوسرے کے معاون ومددگار اور ایک دوسرے کی ضرورت کی تکمیل کے ذمہ دار اور ہر ایک کے دُکھ درد کے شریکِ کار ہیں، ان دونوں کو زندگی کی اس گاڑی کو ایک دوسرے کے حقوق کی رعایت اور ان کے کما حقہٗ ادائیگی کے ساتھ آگے بڑھائیں، جس طرح شوہر کے ذمہ کچھ حقوق وفرائض ہیں، ایسے ہی عورت سے متعلق کچھ حقوق ہیں، جن کی رعایت کرنا زندگی کے اس طویل سفر کو طے کرنے کیلئے نہایت ضروری ہیں۔

" وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ"(۱) عورتوں کا حق مردوں پر ایسے ہی ہے جیسا کہ دستور کے مطابق مردوں کا حق عورتوں پر ہے۔

مرد گھر کا ذمہ دار ہے

جب یہ معلوم ہو چکا کہ مرد وعورت زندگی کے سفر کی گاڑی کے دو پہیے ہیں، زندگی کا طویل سفر دونوں کو مل کر ایک ساتھ طئے کرنا ہے، اب زندگی کے طویل سفر میں انتظام کے خاطر یہ بات لازم ہے کہ دونوں میں سے کسی ایک شخص کو سربراہ اور ذمہ دار بنایا جائے، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ تین شخص سفر کر رہے ہوں تو ایک شخص کو امیر بنالو؛ تاکہ وہ سارے انتظامات میں اس کے ماتحت ہو" اذاخرج ثلاثة فی سفر فليؤمّر أحدهم" (۲)

لہٰذا جب ایک چھوٹے سے سفر میں امیر بنانے کی تاکید کی گئی ہے تو زندگی کا یہ طویل سفر جو ایک ساتھ گذارنا ہے، اس میں یہ کیسے ہوتا کہ یہ سفر بغیر کسی امیر اور سربراہ کے طے ہو جاتا،

(۱) البقرة : ۲۲

(۲) ابوداؤد: کتاب الجهاد، باب فی القوم يسافرون ويؤمّرون أحدهم، حديث: ۲۶۰۸، علامہ نووی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے اور یہ کہا کہ: ابوداؤد نے اس روایت کو سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے: المجموع: ۴/ ۳۳۰

زندگی کے اس سفر میں مرد کو سربراہ بنایا جائے یہ زیادہ قرینِ قیاس ہے، مرد خلقت، فطرت، قوت، صلاحیت ہر اعتبار سے عورت سے فائق اور برتر ہے، اس کے مقابل عورت پر زندگی کا ایک طویل وقفہ ایسا گذرتا ہے جس میں وہ بڑی حد تک بیکار ہو کر رہ جاتی ہے، دوسروں کی محتاج ہو جاتی ہے، یعنی حمل، رضاعت، بچوں کی تربیت، حیض ونفاس کا زمانہ، اسی کو فرمایا: اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَا اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ (۱) مرد عورتوں پر حاکم ہیں، اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے بعضوں کو بعضوں پر فضیلت دی ہے، اور اس سبب سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کئے ہیں۔

اسی کو شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں یوں فرمایا ہے :

''ضروری ہے کہ مرد کو اس کی بیوی کا قوام بنایا جائے، اور فطرت کا تقاضا بھی یہ ہے کہ مرد کو عورت پر غلبہ حاصل ہو؛ اس لئے کہ مرد عقل میں کامل، سیاست میں ماہر، حمایت میں مضبوط اور ننگ وعار کو دور کرنے کی صلاحیت کا مالک ہے، اور اس حیثیت سے بھی مرد کو عورت پر برتری حاصل ہے، مرد عورت کا کپڑا، روٹی اور گھر مہیا کرتا ہے۔'' (۲)

یہاں یہ بات سمجھ لیں کہ '' قوّام '' کا جو لفظ یہاں اللہ عزوجل نے استعمال کیا ہے ''امیر'' ''حاکم'' ''یا بادشاہ'' کا لفظ استعمال نہیں کیا ہے؛ چونکہ '' قوّام'' کے معنی ذمہ دار کے آتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ زندگی گذارنے کا طریقہ وہ طے کرے گا، اسی کے منصوبے کے مطابق زندگی گذاری جائے گی، اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ شوہر آقا ہے اور بیوی اس کی کنیز یا لونڈی، اسلام میں ''امیر'' یا ''حاکم'' کا یہ مطلب نہیں کہ وہ تخت پر بیٹھ کر حکم چلائے ؛ بلکہ حضور ﷺ نے فرمایا: قوم کا سردار قوم کا خادم ہوتا ہے۔ (۳)

---

(۱) النساء : ٣٤

(۲) حجة الله البالغة ، حقوق الزوجية: ١٣٦/٢

(۳) کنز العمال: اداب متفرّقة، حدیث: ١٧٥١٧، علی المتقی الھندی کہتے ہیں: اس روایت کو علجونی نے کشف الخفاء میں ذکر کیا ہے اور اس کے متعدد طرق کو بیان کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ: یہ حدیث ضعیف ہے اور کہا ہے کہ: یہ کہا جاتا ہے کہ یہ روایت تعدد طرق کی وجہ سے حسن درجہ کو پہنچ جاتی ہے۔

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ

مرد، عورت کیلئے ''قوام'' ہے؛ لیکن ساتھ میں دوستی کا تعلق بھی ہے، انتظامی طور پر ''قوام'' ہے؛ لیکن باہمی تعلق دوستی جیسا ہے، ایسا تعلق نہیں ہے جیسا آقا اور کنیز کے درمیان ہوتا ہے، اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے دو دوست کہیں سفر پر جا رہے ہوں، اور ایک دوست نے دوسرے دوست کو امیر بنالیا ہو؛ لہٰذا شوہر اس لحاظ سے تو امیر ہے کہ ساری زندگی کا فیصلہ کرنے کا وہ ذمہ دار ہے؛ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ اس کے ساتھ ایسا معاملہ کرے جیسے نوکروں، ملازموں کے ساتھ کیا جاتا ہے؛ بلکہ اس دوستی کے تعلق کے کچھ آداب اور تقاضے ہیں، ان آداب اور تقاضوں میں ناز کی باتیں بھی ہوتی ہیں، جن کو حاکم ہونے کے خلاف نہیں کہا جا سکتا ہے۔

ایک اور جگہ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ

''ہمارے یہاں بعض مرد حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ ہم حاکم ہیں؛ لہٰذا ہمارا اتنا رعب ہونا چاہئے کہ ہمارا نام سن کر بیوی کانپنے لگے، اور بے تکلفی کے ساتھ بات نہ کر سکے، میرے ایک ہم سبق دوست تھے، انہوں نے ایک مرتبہ بڑے فخر کے ساتھ مجھ سے یہ بات کہی کہ جب میں کئی مہینوں کے بعد اپنے گھر جاتا ہوں تو میرے بیوی بچوں کی جرأت نہیں ہوتی کہ وہ میرے پاس آجائیں، اور مجھ سے بات کریں، بڑے فخر کے ساتھ وہ یہ بات کہہ رہے تھے، میں نے پوچھا: آپ جب گھر جاتے ہیں تو کیا کوئی درندہ یا شیر یا چیتا بن جاتے ہیں، جس کی وجہ سے بیوی بچے آپ کے پاس آنے سے ڈرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ: یہ نہیں؛ بلکہ اس لئے کہ ہم ''قوّام'' ہیں، ہمارا رعب ہونا چاہئے، اچھی طرح سمجھ لیں کہ ''قوّام'' ہونے کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ بیوی بچے پاس آنے اور بات کرنے سے بھی ڈریں؛ بلکہ اس کے ساتھ دوستی کا تعلق بھی ہے اور دوستی کا تعلق کس طرح ہونا چاہئے اس کا نمونہ ہمیں حضور کی ﷺ زندگی میں ملتا ہے، جیسا کہ اس بارے میں حضور ﷺ کے بیویوں کے ساتھ سلوک کے واقعات پہلے گذر چکے۔

شوہر کی تعظیم وتکریم کرے

مرد کی عزت اور ایک درجہ اللہ عزوجل نے اسے جو فضیلت وشرافت سے نوازا ہے، اس کا لحاظ کرتے ہوئے بیوی کو شوہر کی تعظیم بجالانا چاہئے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میں کسی کو کسی مخلوق کیلئے سجدہ کا حکم کرتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ شوہر کو سجدہ کرے "لو كنتُ امرا أحدًا أن يسجد لأحدٍ لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها" (۱)

مسند احمد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کسی آدمی کیلئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے کو سجدہ کرے اور اگر یہ جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے؛ کیونکہ اس پر اسکے شوہر کا بڑا حق ہے "ولو صلح لبشرٍ لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها من عظم حقه عليها "(۲)

صرف رسمی تعظیم وتکریم پر ہی اکتفا نہ کرے؛ بلکہ دل وجان سے شوہر کی خوشنودی کے حصول کو اپنا مقصد سمجھے، ایسی عورت نہ صرف دنیوی زندگی میں کامیاب وکامراں ہوتی ہے؛ بلکہ وہ آخرت میں بھی جنت کی مستحق شمار ہوتی ہے۔

ارشادِ نبوی ﷺ ہے: "جو عورت مرجائے اور اس کا شوہر اس سے راضی ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگی "ايّما امرأة ماتت وزوجها عنها راض دخلت الجنّة "(۳)

---

(۱) ترمذی: الرضاع، حق الزوج على المرأة، حديث: ۱۱۵۹، امام ترمذی فرماتے ہیں کہ: یہ روایت حسن اور غریب ہے ، حاکم اور علامہ ذہبی نے اسے شیخین کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے : المستدرك: كتاب البر والصلة: حديث: ۷۳۲۵

(۲) مسند احمد: مسند انس بن مالك، حديث: ۱۲۶۳۵، ۳/۱۵۸، مؤسسة القرطبة، القاهرة منذری کہتے ہیں کہ: اس کو احمد اور نسائی نے سند جید کے ساتھ روایت کیا ہے، اس کے رواۃ ثقہ اور مشہور ہیں : الترغيب والترهيب: كتاب النكاح وما يتعلق......حديث: ۲۹۷۷

(۳) ترمذی: الرضاع، حق الزوج على المرأة، حديث: ۱۱۶۱، امام ترمذی نے اس روایت کو حسن غریب کہا ہے، حاکم اور علامہ ذہبی نے اس کو صحیح کہا ہے۔

عبداللہ وضاحی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میری ایک بیوی ہے جب میں اس کے پاس جاتا ہوں تو وہ مجھ سے کہتی ہے: میرے سرداراور میرے گھر کے سردار! تم کو خوش آمدید، "مرحبًا بسیدی وسیدی اهل بیتی" اور جب وہ مجھے غمزدہ دیکھتی ہے تو کہتی ہے: کیا تمہیں دنیا نے غم واندوہ میں مبتلا کررکھا ہے، آخرت کا معاملہ ہی تمہارے لئے بہت زیادہ بھاری ہے، "ما یحزنك الدینا، وقد کفیت أمر الاٰخرة" نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم اسے یہ بتلا دینا کہ وہ اللہ کیلئے کام کرنے والوں میں سے ایک ہے، اوراس کیلئے مجاہد کا آدھا ثواب ہے۔(۱)

اور ایک روایت میں ہے: اللہ عزوجل اس عورت کو پسند کرتا ہے جو باتوں سے شوہر کا دل لبھانی والی اور شوہر کے ساتھ خوش طبع اور ظریف ہوتی ہے اور اپنی عزت وآبرو کی دوسروں سے حفاظت کرتی ہے " انّ اللّٰه یحبّ المرأة الملقة البزعة مع زوجها الحصان مع غیره "(۲)

شوہر کی اطاعت اور فرماں برداری کرتی رہیں

عورت شوہر کی محبت اور خوشنودی کو شوہر کی اطاعت وفرماں برداری کے ذریعہ ہی حاصل کرسکتی ہے، مطلب یہ ہے کہ عورت شوہر کے حکم کو بجالائے اور جائز امور میں اس کی اطاعت کرے، بیوی کی ایک خوبی اوراس کا شوہر پرایک حق یہ بھی ہے کہ وہ شوہر کی مطیع ہو، حضور ﷺ کا ارشادگرامی ہے: "حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورت پنج وقتہ نماز پڑھے، رمضان کے مہینے کے روزے رکھے، اپنی عزت وآبرو کی حفاظت کرے

(۱) کنز العمال: الفصل الثانی فی ترغیبات تختص بالنساء، حدیث: ۴۵۵۱۵۰، علامہ سیوطیؒ نے جامع الکبیر میں فرمایا ہے کہ: اس روایت کو خرائطی نے مکارم الخلاق میں روایت کیا ہے، اوراس روایت کے ایک راوی زافر بن سلیمان کے بارے میں ابن عدی کہتے ہیں کہ: ان کی بیشتر روایتوں کے متابعات نہیں ہوتے اور حدیثوں کو اس کے ضعف کے باوجود نقل کرتے ہیں۔

(۲) کنز العمال: الفصل الثانی فی ترغیباتٍ تختص بالنساء، حدیث: ۴۵۱۳۰، یہ حدیث ضعیف ہے۔

اورشوہر کی فرمانبردار ہوتو وہ جنت کے دروازوں میں جس دروازے سے چاہے داخل ہوجائے
”المرأة اذا صلّت خمسها وصامت شهرها واحصنت فرجها واطاعت بعلها فلتدخل من أيّ أبواب الجنّة شاء ت“ (۱)

یہاں پر یہ بتایا گیاہے کہ عورت پر نماز، روزہ کی شکل میں جس طرح اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی ضروری ہے، اسی طرح شوہر کی اطاعت وفرماں برداری بھی ضروری ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا: کونسی عورت بہتر ہے، فرمایا: شوہر جب اسے دیکھے تو وہ اس کوخوش کردے اور جب کسی جائز کام کا حکم دے تو بجالائے اور اپنی جان اور مال میں ایسی مخالفت نہ کرے جو اسے ناپسند ہو۔
”الّتی تسرّه اذا نظر وتطیعه اذا أمر ولا تخالفه فی نفسها ومالها “(۲)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی عورت دنیا میں اپنے شوہر کوتکلیف نہ دے ورنہ اس کی حور بیوی اس سے یہ کہتی ہے: تو اسے تکلیف نہ دے، تجھے اللہ ہلاک کرے، وہ تیرے یہاں تھوڑی دیر کیلئے ہے، قریب ہی وہ تجھ سے جدا ہوجائے گا ”هو عندك دخيل يوشك أن يفارقك “(۳)

حضرت حصین بن محصن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کی ایک پھوپھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کسی ضرورت سے آئیں، وہ جب اپنی ضرورت سے فارغ ہوگئیں تو ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہارا شوہر ہے؟ تو انہوں نے کہا: ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا اس کے ساتھ

(۱) حلية الاولياء: لربيع بن صبيح، ۳۰۸/۶، دار الكتاب العربی بيروت، الطبعة الثانية، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس کو احمد اور طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور اس میں ابولہیعہ ہیں، ان کی حدیث حسن درجے کی ہے اور اس کے بقیہ رجال صحیح کے رجال ہیں: مجمع الزوائد: باب حقّ الزوج على المرأة، حديث: ۷٦۳۵

(۲) نسائی: کتاب النکاح، أی النساء خيرًا، حديث: ۳۲۳۱، محقق شعیب الارنؤط نے مسند احمد میں اس کی سند کو قوی کہا ہے۔

(۳) ترمذی: باب ممّا كراهية الدخول على المغيبات، حديث: ۱۱۸٤، امام ترمذیؒ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن اور غریب ہے۔

کیسا معاملہ ہے؟ انہوں نے کہا: میں اس کی خدمت کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھتی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: سوچ لو تم کتنا حق ادا کر رہی ہو؛ کیونکہ وہی تمہاری جنت اور دوزخ ہے " فانظری أین أنت منه ،فانّما هو جنّتك ونارك " (۱)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بیوی پر شوہر کا حق اتنا زیادہ ہے کہ اگر اسے کوئی زخم ہو جائے تو وہ اسے زبان سے چاٹ لے، یا اس کی ناک سے رینٹ نکلتا ہو یا اس کو خون نکلتا ہو بیوی اُسے نگل جائے تب بھی اس کا حق ادا نہیں کر سکتی " لو کانت له قرحة فلحستها أو انتشر منخراه صدیدًا ثم ابتلعه ما أدّت حقّه" (۲)

حضرت امامہ بنت حارثؓ نے اپنی لڑکی امّ ایاسؓ کی شادی کے وقت کہا: " کونی لـه امة یکن لك عبدًا " " کونی له أرضًا یکن لك سماءً " (۳) تو اپنے شوہر کیلئے باندی ہو جا، وہ تیرا غلام ہو جائیگا، تو اس کیلئے زمین ہو جا وہ تیرے لئے آسمان ہو جائیگا۔

اور ایک جگہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: مرد اگر اپنی بیوی کو حکم دے کہ اس سرخ پہاڑ سے پتھر لے جا کر اس کالے پہاڑ پر منتقل کرے اور کالے پہاڑ سے پتھر لے جا کر لال پہاڑ کے پتھروں میں رکھے، عورت کو چاہیئے کہ وہ اس حکم کو بجالائے " لو انّ رجلا أمر امـرأتـه أن تنتقل من جبل الأحمر الی جبل اسود ومن جبل اسود الیٰ جبل أحمر" (۴)

(۱) مسند احمد: حدیث حصین بن محصن، حدیث: ۱۹۰۲۵، محقق شعیب الارنؤط کہتے ہیں کہ اس روایت کے حسن ہونے کا احتمال ہے، حصین بن محصن مختلف فیہ ہیں۔

(۲) مجمع الزوائد: باب حق الزوج علی المرأة، حدیث: ۷۶۳۹، منذری کہتے ہیں کہ: اس کو بزار نے سندِ جید کے ساتھ روایت کیا ہے، اس کے رواۃ ثقہ اور مشہور ہیں: الترغیب والترهیب: کتاب النکاح وما یتعلق، حدیث: ۲۹۷۵۔

(۳) ازواج وزوجات فی قفص الاتهام: ۳/۱

(۴) ابن ماجه: باب حق الزوج علی المرأة، حدیث: ۱۸۵۲، علامہ منذریؒ کہتے ہیں: اس کو ابن ماجہ نے علی بن زید بن جدعان سے روایت کیا ہے اور اس کے بقیہ رواۃ قابل احتجاج ہیں: الترغیب: کتاب النکاح ومایتعلق به

قاضی شریحؒ نے اپنے ساتھی شعبیؒ سے کہا: میں نے اپنی اہلیہ کی جانب سے بیس سال کی مدت میں کوئی مبغضوض اور ناپسندیدہ چیز نہیں دیکھی، شعبیؒ نے تعجب سے کہا: یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے؟ قاضی شریحؒ نے کہا: میں پہلی رات جب اپنی بیوی کے پاس گیا، تو اس کے قریب گیا اور اس کی جانب اپنا ہاتھ بڑھایا، تو بیوی نے کہا: ابوامیہ! رُک جاؤ، پھر کہا: تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں اور درود وسلام اللہ کے رسول ﷺ پر...... میں ایک غریب اور اجنبی عورت ہوں اور مجھے تمہارے اخلاق کا کوئی علم نہیں، تم کو جو چیزیں محبوب ہیں اس کو بتلاؤ کہ میں اس کی پیروی کروں اور تمہاری ناپسندیدہ چیزیں بتاؤ کہ میں اس کو ترک کردوں "انّی امرأة غريبة لا علم لی باخلاق فبيّن لی ما تحبّ فاتبعه و ما تكره فاتركه" میں نے کہا: حمد وصلوٰۃ کے بعد! تم نے ایسی بات کہی کہ اگر تم اس پر ثابت قدم رہتی ہو تو اس میں تمہاری بھلائی ہے، اور اگر اُسے تم چھوڑ دوگی تو اس کا وبال بھی تم ہی پر ہوگا، مجھے فلاں فلاں چیزیں پسند اور فلاں فلاں چیزیں ناپسند ہیں" أحبّ كذا و كذا وأكره كذا و كذا " (۱)

شوہر کی خوشنودی کو حاصل کرنے کی کوشش کرے

بیوی کو چاہئے کہ جائز امور میں شوہر کی اطاعت وفرمانبرداری کے ذریعہ اس کی خوشنودی ورضا کو حاصل کرنے کی ہر ممکن کوشش کرے، اس حدیث سے اسلام میں اطاعت گذار، وفاشعار، فرمانبردار اور شوہر کی رضا وخوشنودی کی متلاشی بیوی کی اہمیت کو یوں بیان کیا گیا ہے: "تقویٰ کے بعد مسلمانوں کیلئے بہترین چیز جو اس کیلئے قابلِ استفادہ ہے، وہ نیک عورت ہے کہ اگر اسے شوہر حکم کرے تو بجالائے، اس کو دیکھے تو خوش کردے، اس کو قسم دے تو پورا کر دکھائے اور اگر شوہر موجود نہ ہو تو اپنی ذات اور شوہر کے مال میں خیر خواہ بن کر رہے، " ما استفاد المؤمن بعد تقوى اللّٰه خيرًا من زوجة صالحة ان امرها اطاعته وان

(۱) عشرة النساء للنسائی: ۱/ ۱۲۹

نظر الیھا سرّته وان اقسم علیھا ابرّته ، وان غاب عنھا حفظته فی نفسھا ومالھا " (۱)

اس حدیث میں تقویٰ کے بعد سب سے بہترین دولت نیک، اطاعت شعار اور شوہر کی رضا وخوشنودی کی متلاشی بیوی کو کہا گیا ہے۔

بیہقی کی روایت میں ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:" ایّما امرأة ماتت زوجھا عنھا راض دخلت الجنة " جو عورت اس حال میں مرے کہ اس کا خاوند اس سے راضی ہو تو وہ جنت میں داخل ہو جائے گی۔(۲)

حضراتِ صحابیاتؓ بھی اپنے شوہروں کی رضامندی اور خوشنودی کا نہایت خیال رکھتی تھیں حضرت حولاءؓ عطر فروش تھیں، ایک دفعہ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں آئیں اور کہا: میں ہر رات کو خوشبو لگاتی ہوں اور بناؤ سنگار کر کے دلہن بن جاتی ہوں اور خالصةً لوجہ اللہ اپنے شوہر کے پاس جا کر سوتی ہوں؛ لیکن پھر بھی وہ میری طرف متوجہ نہیں ہوتے اور منہ پھیر لیتے ہیں، پھر ان کو متوجہ کرتی ہوں اور پھر اعراض کر لیتے ہیں، رسول اللہ ﷺ آئے تو ان سے بھی اس کا ذکر کیا، آپ ﷺ نے فرمایا:''جاؤ اپنے شوہر کی اطاعت کرتی رہو "اذھبی أیّتھا المرأة فاسمعی واطیعی زوجك " (۳)

ایک روز آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ کے ہاتھ میں چاندی کے چھلے دیکھے فرمایا: عائشہ! یہ کیا ہے؟ بولیں، میں نے اس کو اس لئے بنایا ہے کہ آپ کیلئے بناؤ سنگار کروں "صنعتھنّ أتزیّن لك یارسول اللّٰه " (۴)

---

(۱) ابن ماجه: باب افضل النساء: حدیث:۱۸۵۷، علجونی کہتے ہیں کہ: اس کو ابن ماجہ اور طبرانی نے ابوامامہ سے سند ضعیف کے ساتھ نقل کیا ہے؛ لیکن اس کے شواہد موجود ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس کی بھی کوئی اصل ہے: کشف الخفاء : ۱۸۱/۲، دار احیاء الثراث العربی۔

(۲) ترمذی: حق الزوج علی المراة، حدیث:۱۶۶۱، امام ترمذی نے اس روایت کو حسن غریب کہا ہے۔

(۳) اسد الغابة: تذکرة حولاء العطارة: ۷۷/۷، دار الکتب العلمیة، بیروت۔

(۴) ابوداؤد: کتاب الزکوة ، باب الکنز ما ھو وزکوة الحلی، حدیث:۱۵٦۵، حاکم نے اس کو شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے: المستدرك: کتاب الزکاة، حدیث:۱٤۳۷۔

ایک صحابیہؓ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، ان کے ہاتھ میں سونے کے کنگن تھے آپ ﷺ نے ان کے پہننے سے منع فرمایا، بولیں "انّ المرأة اذا لم تزين لزوجها صفلت عنده" (۱) اگر عورت اپنے شوہر کیلئے زیب وزینت نہ کرے تو وہ اس کی نگاہوں سے گر جائے گی۔

شوہر کی جنسی خواہش کی تکمیل کی جائے

شوہر کی جنسی خواہش کی تکمیل یہ بھی عورت کا ایک اہم فریضہ ہے؛ اس لئے بیوی کو چاہئے کہ شوہر جب اس کو اپنی خواہش کی تکمیل کیلئے بلائے تو برضا ورغبت اس کیلئے تیار ہو جائے، اس حوالے سے شوہر کی اطاعت کس قدر ضروری ہے اس کا اندازہ اس حدیث سے لگایا جا سکتا ہے۔

حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شوہر جب اپنی بیوی کو اپنی ضرورت کیلئے بلائے تو وہ فوراً اس کیلئے حاضر ہو جائے گو وہ تنور پر بیٹھی (روٹی پکا رہی ہو) " اذا الرجل دعا زوجته لحاجته خلت له وان كانت على التنور" (۲)

بلکہ ایک روایت میں یوں فرمایا گیا ہے کہ "اگر اس کے حکم کو وہ بجا نہ لائے تو گنہ گار ہو گی" حضور اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ "شوہر جب اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ آنے سے انکار کر دے تو فرشتے اس پر صبح تک لعنت کرتے رہتے ہیں" اذا دعا الرجل امرأته الى فراشه فأبت أن تجئ لعنها الملائكة حتى تصبح ".(۳)

اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: عورت اللہ عزوجل کا حق اس وقت تک ادا نہیں کر سکتی جب تک کہ وہ اپنے شوہر کا حق ادا نہ کرے، اگر وہ اس وقت اونٹ کے پالان پر ہو، اور وہ

---

(۱) نسائی: كتاب الزينة، حديث: ۵۱۴۲، محقق شعیب الاونؤط کہتے ہیں کہ: اس روایت کی سند ضعیف ہے اس کے ایک راوی ابی زید کی وجہ سے جو ابو ہریرہ کے صاحب ہیں، البانی نے اس کی سند کو جید کہا ہے۔

(۲) ترمذی: حق الزوج على المرأة، حديث: ۱۱۶۰، امام ترمذی نے اس روایت کو حسن صحیح کہا ہے۔

(۳) بخاری، كتاب النكاح، اذا باتت المرأة مهاجرة فراش زوجها، حديث: ۸۴۹۷

اس سے اس کے نفس کا سوال کرے تو اسے اس کے حق سے نہ روکے یعنی سفر کیلئے بیوی مکمل تیار ہو چکی ہو، پھر شوہر تقاضہ کرے تب بھی تقاضہ پورا کرنے سے انکار نہیں کرنا چاہئے " المرأة لا تؤدی حق اللہ حتی تؤدی حق زوجها كله ولو سألها وهو علٰی ظهر قتبٍ لم تمنعه حقه " (۱)

گھر کی نگرانی وحفاظت کرے

عورت کا ایک فرض یہ بھی ہے کہ وہ شوہر کے گھر کی نگرانی اور حفاظت کرے، اس کی حفاظت اور نگرانی میں بچوں کی تربیت، شوہر کے مال وجائیداد کی حفاظت اور خود اپنی عفت وعصمت کا تحفظ، یہ تمام باتیں داخل ہیں، اسی کی جانب اللہ عزوجل کے اس ارشاد میں اشارہ ہے " حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ " (۲)

ان پوشیدہ امور کی حفاظت کرے، جن کی حفاظت اللہ نے کر رکھی ہے، آپ ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ "كلّكم راع وكلكم مسئول عن رعيته "(تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور ہر شخص سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں سوال ہوگا، اور پھر آگے فرمایا:" والمرأة راعية علی بيت زوجها وولده" اور عورت اپنے شوہر اور اس کے گھر پر نگہبان ہے۔(۳)

شوہر کے مال واسباب اور گھر کی حفاظت میں دلچسپی وغیرہ کا ازدواجی زندگی پر بہت اثر پڑتا ہے کہ بیوی نہایت دیانت کے ساتھ شوہر کے مال واسباب کی حفاظت کرے، یہ نہیں کہ اپنے بھائی بہنوں پر شوہر کے مال سے بے دردی کے ساتھ بے تکا خرچ کرتی جائے، حضراتِ صحابیاتؓ کے اندر دورِ رسالت میں شوہر کے مال میں سے دیانت اور اس کے مال واسباب کی

---

(۱) ابن ماجه: باب حق الزوج على المرأة، حديث: ۱۸۵۳، اس روایت کو حاکم نے شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں سوائے مغیرہ بن مسلم کے وہ ثقہ ہیں: مجمع الزوائد: باب حق الزوج على المرأة، حديث : ۷۶۳۴۔

(۲) النساء: ۳۴

(۳) بخاری: باب الجمعة في القریٰ والمدن، حديث: ۸۵۳

حفاظت کا وصف اس قدر پایا جاتا تھا کہ مال واسباب تو دور کے رہے جو چیز بھی شوہر سے تعلق رکھتی تھی، اس میں بغیر اس کی اجازت کے کسی قسم کا تصرف کرنا پسند نہیں کرتی تھیں۔

حضرت اسماءؓ کی شادی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی، ایک بار وہ گھر میں تھیں کہ ایک غریب سوداگر آیا اور کہنے لگا کہ: اپنے سایۂ دیوار میں مجھ کو سودا بیچنے کی اجازت دیجئے، تو وہ عجیب کشمکش میں مبتلا ہوگئیں، فیاضی اور کشادہ دلی سے اجازت دینا چاہتی تھیں؛ لیکن شوہر کی اجازت کے بغیر حکم نہیں دے سکتی تھیں، بولیں: اگر میں اجازت دے دوں گی اور زبیر انکار کردیں تو بڑی مشکل پڑے گی، زبیر کی موجودگی میں آؤ اور مجھ سے سوال کرو، چنانچہ وہ اسی حالت میں آیا اور کہا: ام عبداللہ! میں محتاج آدمی ہوں، آپ کی دیوار کے سایہ میں کچھ سودا بیچنا چاہتا ہوں، بولیں تم کو مدینہ میں میرا ہی گھر ملتا تھا، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: تمہارا کیا بگڑتا ہے جو ایک محتاج آدمی کو خرید وفروخت سے روکتی ہو، وہ تو پہلے سے چاہتی تھیں کہ اجازت دے دیں۔ (۱)

یہ نہایت فیاض خاتون تھیں؛ اس لئے صدقات وخیرات کرنا بہت پسند کرتیں تھیں؛ لیکن شوہر کے مال کے سوا اُن کے پاس کچھ نہیں تھا، اور شوہر کے مال میں بلا اجازت تصرف نہیں کرسکتیں تھیں، مجبوراً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ: میں زبیر رضی اللہ عنہ کی آمدنی میں سے کچھ صدقہ کروں تو کیا کوئی گناہ کی بات ہے؟ ارشاد ہوا کہ: جو کچھ ہو سکے دو۔ (۲)

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے بیعت لی تو ان میں سے ایک خاتون بول اٹھیں اور کہا: ہم اپنے باپ بیٹے اور شوہر کے محتاج ہیں، ان کے مال میں سے ہمارے لئے کس قدر لینا جائز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس قدر کہ "کھا پی لو"۔ (۳)

---

(۱) مسلم: كتاب الأدب، باب جواز ارداف المرأة الأجنبية اذا عييت فى الطريق، حديث: ۲۱۸۲

(۲) مسلم: كتاب الزكوة: باب الحث على الصدقة ولو بالقليل، حديث: ۱۰۲۹

(۳) ابوداؤد: كتاب الزكوة، باب المرأة تصدق من بيت زوجها، حديث: ۱۶۸۶، علامہ ذہبیؒ نے مستدرک کی تعلیق میں اس کو بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے: المستدرك: كتاب النكاح: حديث: ۷۱۸۵

اگر چہ شوہر اور اس کے گھر کی حفاظت کا یہ وصف تمام صحابیات میں موجود تھا؛ لیکن قریش کی عورتیں اس حوالہ سے خاص طور پر ممتاز تھیں، چنانچہ خود حضور ﷺ نے اپنی زبانِ مبارک سے ان کی اس خصوصیت کو نمایاں کیا " نساء قریش خیر نساء رکبن الابل، احناه علی الطفل، وارعاه علی زوج فی ذات یده"(۱) قریش کی عورتیں کس قدر اچھی ہیں، جو بچوں سے محبت رکھتی ہیں اور شوہر کے مال واسباب کی نگرانی کرتی ہیں۔

پردے کا اہتمام ابتدا ہی سے ہو

یہ لحاظ رہے کہ لڑکی کے پردہ کا اہتمام ابتداء ہی سے کریں، پردہ کا اہتمام نہ کرنا یہ بہت ساری فتنہ سامانیوں اور فساد و بگاڑ کا ذریعہ بن جاتا ہے، آج کل پردے کے بارے میں بالکل اہتمام نہیں کیا جاتا، چچیرے، خلیرے، پھوپھیرے، بھائیوں اور ایسے ہی سسرالی رشتہ دار مردوں میں خصوصاً جیٹھ، دیور اور ان کے دیگر رشتہ داروں سے پردہ کا اہتمام نہیں کیا جاتا اور ان کے دوستوں سے بعض عورتیں بڑے ہی بے باکانہ اور بے تکلفانہ انداز میں ہنسی مذاق کرتی ہیں اور بے پردہ سامنے نکل آتی ہیں، اور شوہر بھی یہ سمجھتا ہے کہ اپنے ہی لوگ ہیں؛ حالانکہ یہی لوگ بسا اوقات اجنبی اور پڑوسی سے زیادہ خطرناک ثابت ہوتے ہیں۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: (نامحرم) عورتوں کے پاس مت جایا کرو، ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ عورت کیلئے سسرال کے مردوں کے متعلق کیا حکم ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: سسرال کے رشتہ دار تو موت ہیں " الحمو الموت". (۲)

اس حدیث میں سب سے قابلِ توجہ چیز یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے عورت کیلئے سسرال کے مردوں کو موت سے تشبیہ دی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ عورت اپنے جیٹھ اور دیور و نندوئی وغیرہ سے اور اسی طرح سسرال کے دوسرے مردوں سے گہرا پردہ کرے،

(۱) بخاری: باب الی من ینکح وأی نساء خیر، حدیث: ٤٧٩٤
(۲) بخاری: باب لا یخلونّ رجل بامرأة، حدیث: ٤٩٣٤

یوں تو ہر محرم سے پردہ کرنا ہے؛ لیکن جیٹھ، دیور اور ان کے رشتہ داروں کے سامنے آنے سے اس طرح بچنا ضروری ہے جیسے موت سے بچنے کو ضروری خیال کرتے ہیں۔

پردہ کا مطلب یہ ہے کہ تمام بدن کے ساتھ چہرہ اور دونوں ہتھیلیاں اور دونوں قدم غیر محرم سے چھپائیں رکھیں، چہرہ، ہتھیلیوں اور پیروں کے علاوہ کا پردہ واجب ہے، ان اعضاء کا پردہ فتنہ کے اندیشہ کی وجہ سے ہے کہ یہی مواقعِ زینت اور جاذبیت وکشش کے باعث ہونے کی وجہ سے فتنے کا سامان بنتے ہیں، پردہ کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ بے جا گھر سے نہ نکلا جائے، اسی کو قرآن میں فرمایا: " وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى " (۱) اور اپنے گھروں میں قرار پکڑو اور اگلے زمانۂ جاہلیت کے بناؤ سنگھار کا اظہار کرتی نہ پھرو۔

اگر کسی مجبوری سے باہر نکلنے کی جو اجازت دی گئی ہے اس میں بھی متعدد پابندیاں لگائی گئی ہیں مثلاً یہ کہ خوشبو لگا کر نہ نکلے اور یہ بھی حکم فرمایا ہے کہ عورت راستہ کے درمیان سے نہ چلے، اگر اُسے باہر جانا ہی پڑے تو پورے بدن پر موٹی چادر لپیٹ کر نکلے، نیز مرد کی نظر کسی نامحرم عورت پر یا عورت کی نظر کسی نامحرم مرد پر پڑ جائے تو فوراً نظر ہٹا لے، اگر عورت کو کسی نامحرم مرد سے بدرجۂ مجبوری بات کرنی پڑے تو نرم گفتاری سے بات نہ کرے اور یہ بھی فرمایا کہ عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے، محرم بھی وہ ہو، جس پر بھروسہ ہو، فاسق محرم جس پر اطمینان نہ ہو اس کے ساتھ سفر کرنا درست نہیں ہے، اسی طرح شوہر یا محرم کے علاوہ کسی نامحرم مرد کے ساتھ تنہائی میں رہنے یا رات گذارنے کی بالکل اجازت نہیں ہے۔

عورت کی نامحرم کے ساتھ تنہائی کو حضور ﷺ نے سختی سے منع فرمایا ہے " ألا لا يبيتنّ رجل عند امرأة ثيّبٍ الّا أن يكون ناكحًا أو ذا محرم "(۲)

کوئی شخص ہرگز کسی بے شوہر والی عورت کے پاس رات نہ گذارے، الا یہ کہ ایسا شخص ہو جس نے اس عورت سے نکاح کر لیا ہو یا اس کا محرم ہو۔

(۱) الاحزاب : ۵۹

(۲) مسلم : باب تحريم الخلوة بالأجنبية، حديث: ۲۱۷۱

حدیثِ بالا کی اس ممانعت میں ہر نامحرم آ گیا، جیٹھ، دیور، نندوئی، چچازاد بھائی، ماموں اور پھوپھی کا لڑکا، یہ سب غیر محرم ہیں، عورتیں عموماً ان رشتہ داروں کے پاس بے دریغ تنہائی میں چلی جاتی ہیں، یہ درست نہیں، ان کی قربت اور نزدیکی وجہ سے ان سے خطرہ زیادہ رہتا ہے۔

اور ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نے عورتوں کو راستہ چلنے کے آداب کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا: حضرت ابو اسید انصاری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ مسجد سے باہر تشریف لا رہے تھے، اور مرد وعورتیں وہاں سے گذر رہے تھے، راستے میں مرد وعورت (اس طرح) مل گئے (کہ سب اکھٹے گذرنے لگے اور عورتیں ایک طرف نہیں تھیں، گو عورتیں پردہ میں تھیں، مگر راستے کے درمیان مردوں کے مجمع میں جارہی تھیں) یہ حال دیکھ کر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے عورتو! پیچھے ہٹو! تم کو راستہ کے بیچ میں چلنے کی اجازت نہیں ہے، تم راستہ کے کناروں پر ہو کر گذرو، راوی کہتے ہیں کہ: اس ارشاد کے بعد عورتیں راستہ کے کناروں میں ایسے طریقہ پر گذرتی تھیں کہ راستہ کے دائیں بائیں جو کوئی دیوار ہوتی تھی اس سے چپکی جاتی تھیں، یہاں تک کہ ان کا کپڑا دیوار سے اٹکنے لگتا تھا " فكانت المرأة تلصق بالجدار حتّى انّ ثوبها ليتعلّق بالجدار" (۱)

پردہ کیسا ہو؟

سورۂ احزاب میں ارشادِ خداوندی ہے: " يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ" (۱) اے نبی ﷺ! آپ اپنی بیویوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور مسلمان عورتوں سے فرمادیجئے (کہ جب مجبوری کی بناء گھروں سے باہر نکلنا پڑے تو) اپنے (چہروں کے) اور (بھی) چادروں کا حصہ لٹکا لیا کریں۔

---

(۱) ابوداؤد: باب فی مشی النساء مع الرجال فی الطریق، حدیث: ۵۲۷۲، البانی نے اس کو صحیح کہا ہے۔

(۲) الاحزاب : ۵۹

تفسیر ابن کثیر میں اس آیت کے ذیل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ أمر اللّٰہ نساء المؤمنین اذا خرجن من بیوتھنّ فی حاجة أن یغطّین وجوھھنّ من فوق رؤسھنّ بالجلابیب ویبدین واحدة " یعنی اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کی عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جب کسی مجبوری سے اپنے گھروں سے نکلیں تو ان چادروں سے چہروں کو ڈھانک لیں جو سروں کے اوپر بڑی چادریں اوڑھ رکھی ہیں اور راہ چلنے کیلئے صرف ایک آنکھ ظاہر کریں۔

یہاں اس آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواجِ مطہراتؓ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں اور عام مسلمان عورتوں کو پورا بدن اور چہرہ ڈھانک کر نکلنے کا حکم ہوا، اس سے ان جاہلوں اور گمراہ تجدد پسندوں کی تردید ہوتی ہے جو کہتے ہیں کہ: عورتوں کو چہرہ چھپا کر نکلنے کا حکم اسلام میں نہیں ہے، اور اگر چہرہ کا پردہ نہ ہوتا تو مردوں اور عورتوں کو نظریں نیچی رکھنے کا حکم کیوں دیا جاتا؟ چہرہ میں ہی تو کشش ہوتی ہے اور وہی مجمع المحاسن ہے۔

عہدِ رسالت میں پردہ کا خاص اہتمام

دورِ رسالت میں پردہ ایک لازمی چیز تھی، اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین روز خیبر اور مدینہ کے درمیان قیام فرمایا، تینوں دن حضرت صفیہؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شب باشی کی، (وہیں صحراء کے ایک خیمہ میں ولیمہ ہوا) ولیمہ میں کوئی گوشت روٹی نہیں تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چمڑے کا دسترخوان بچھانے کا حکم دیا، جس پر کھجوریں اور پنیر اور گھی لا کر رکھ دیا گیا، میں لوگوں کو بلایا اور لوگوں نے ولیمہ کی دعوت کھائی، (پورے لشکر میں جن کو علم نہیں ہوا تھا) وہ لوگ اسی تردد میں رہے کہ صفیہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح فرمالیا ہے یا باندی بنالیا ہے؟ پھر خود ہی ان لوگوں نے اس کا فیصلہ کرلیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پردہ میں رکھا تو ہم سمجھیں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں اور امہات المومنینؓ میں سے ہیں، ورنہ یہ سمجھیں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو باندی بنالیا ہے، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سوار کر کے ان کے اور لوگوں کے درمیان پردہ تان دیا، اس سے

سب سمجھ گئے (کہ وہ ام المومنین ہیں) ”فلمّا ارتحل وطأ لها خلفه ومدّ الحجاب بينها وبين النّاس“ (۱)

حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ اندازہ اس لئے کرلیا تھا کہ انہیں اس بات کا اچھی طرح علم تھا آزاد عورت کو پردہ کرنا لازم ہے۔

دورِ رسالت میں پردہ کے اہتمام کا اندازہ اس واقعہ سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نابینا صحابی رضی اللہ عنہ سے اپنی ازواج رضی اللہ عنہن کو تک پردہ کرنے کو کہا، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس میں تھے کہ اچانک عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کیلئے آگئے (عبداللہ چونکہ نابینا تھے؛ اس لئے ہم دونوں نے یہ سوچ کر کہ ان سے کیا پردہ؟ اس لئے کہ ان کو تو کچھ دکھائی نہیں دیتا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان سے پردہ کرو تو ہم نے کہا: وہ تو نہیں دیکھ رہے ہیں، اس کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
”افعميا وان انتما ألستما تُبصرانه“ (۲)

یہاں پر غور کرنے کی چیز یہ ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ پاکباز نابینا صحابی تھے اور دونوں ازواجِ مطہرات بھی نہایت پاک دامن تھیں، اس کے باوجود بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ کرنے کو کہا جہاں بدنظری کا ذرا بھی احتمال نہیں تھا، وہاں اس قدر سختی فرمائی گئی تو آج کل کی عورتوں کیلئے اس امر کی کیوں کر اجازت ہوسکتی ہے کہ مردوں کو تانک جھانک کیا کریں، تقویٰ یہ ہے کہ عورتیں بھی حتی الامکان نامحرم کو نہ دیکھیں۔

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ایک دفعہ حج کے موقع پر چند بیویوں نے عرض کیا کہ اے اُم المؤمنین چلئے! حجر اسود کو بوسہ دے دیں، فرمایا: تم جاسکتی ہو، میں مردوں کے ہجوم میں نہیں جاسکتی۔ (۳)

ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ طواف کی حالت میں بھی چہرہ پر نقاب رہتا تھا۔ (۴)

(۱) بخاری: باب غزوة خيبر، حديث: ٣٩٧٦
(۲) ترمذی: احتجاب النساء من الرجال: حديث: ٢٧٧٨
امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔
(۳) بخاری: كتاب الحج، طواف النساء (۴) اخبار مكه للازرقی: ١٠/٢

حضرت اسحٰق تابعی نابینا تھے، وہ خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت عائشہؓ نے ان سے پردہ کیا، وہ بولے کہ مجھ سے کیا پردہ، میں تو آپ کو نہیں دیکھتا سکتا، فرمایا: تم مجھے نہیں دیکھتے تو میں تم کو دیکھتی ہوں۔(۱)

مُردوں سے شریعت میں پردہ نہیں، لیکن ان کا کمال احتیاط دیکھئے کہ وہ اپنے حجرہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دفن ہونے کے بعد بے پردہ نہیں جاتی تھیں بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبر اور اپنے درمیان دیوار اٹھائے بغیر اس حجرے میں جس میں رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مدفون ہیں جانا گوارا نہیں گیا۔(۲)

علاج کرانے میں پردہ کا اہتمام ضروی ہے

عورت کیلئے علاج کے وقت بھی پردہ کا اہتمام ضروری ہے، اس پر اس حدیث سے روشنی پڑتی ہے، حضرتِ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سینگی لگوانے کی اجازت طلب کی؛ لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطیبہ کو حکم دیا کہ امّ سلمہ کو سینگی لگادیں۔

اس واقعہ کے بیان کرنے کے بعد حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابوطیبہ سے جو سینگی لگوائی تو میرے خیال میں اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ حضرت ام سلمہؓ کے دودھ شریک بھائی تھے یا نابالغ لڑکے تھے۔

علاج کیلئے ستر کھولنے کے احکام

علاج کیلئے ستر کھولنے میں شریعت کے ایک اہم اصول " الضّرورۃ تتقدّر بقدر الضّرورۃ " کا خیال رکھنا لازم ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ مجبوراً جتنے بدن کا دیکھنا ضروری ہے معالج بس اسی قدر دیکھ سکتا ہے، مثلاً علاج کیلئے نبض دیکھنے اور حال کہنے سے کام چل سکتا ہے تو جسم کے دیگر اعضاء دیکھنے یا ہاتھ لگانے کی اجازت نہ ہوگی، اسی طرح

(۱) طبقات ابنِ سعد: خبر النساء: ۴۷
(۲) سیرتِ عائشہ : سید سلیمان ندویؒ

اگر بازو میں یا پنڈلی میں زخم ہے تو جتنی جگہ بدرجۂ مجبوری دیکھنے کی ضرورت ہو بس اسی قدر معالج دیکھ سکتا ہے، اگر علاج کی مجبوری کیلئے آنکھ، ناک، دانت دیکھنا ہے تو اس صورت میں پورا چہرہ کھولنا جائز نہیں، جس قدر دیکھنے سے کام چل سکتا ہو اسی قدر دکھا سکتے ہیں ؛ بلکہ ایسے معالج کیلئے بھی وہی تفصیل ہے جو عورت کا محرم ہو؛ کیونکہ عورت کو اپنے محرم کے سامنے پیٹ، پیٹھ اور ران کھولنا منع ہے، اگر پیٹ یا پیٹھ میں زخم ہو تو حکیم، ڈاکٹر خواہ محرم ہو یا نامحرم صرف زخم کی جگہ دیکھ سکتا ہے۔

حمام، تالاب اور سوئمنگ پولس میں غسل کرنے میں پردہ کے احکام

دورِ رسالت سے قبل بھی زمانۂ جاہلیت میں ایسے حماموں کا رواج تھا جن میں مرد وعورت بغیر کسی پردہ اور شرم کے اکھٹے ہو کر نہایا کرتے تھے، حضور ﷺ نے ایسے حماموں میں پانی نہانے کو عورتوں کو تو بالکل منع کیا اور مردوں کو تہبند باندھ کر نہانے کی اجازت دی، پر اس میں بھی اس کا لحاظ ضروری تھا کہ کسی دوسرے مرد کا ستر نہ دیکھے اور کسی عورت پر نظر نہ پڑے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنی بیوی کو حمام میں داخل نہ کرے " فلا یدخل حلیلته الحمّام" اور جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو تو وہ کسی ایسے دسترخوان پر نہ بیٹھے جس پر شراب کا دور چل رہا ہو۔(۱)

ہمارے اس زمانہ میں سوئمنگ پولس وغیرہ نہانے اور تیرنے کیلئے بنائے جاتے ہیں، مرد وعورت، لڑکے اور لڑکیاں اکھٹے مل کر نہاتے اور تیرتے ہیں، تیراکی کے مقابلے کرتے ہیں، مردوں اور عورتوں کے ننگے جسموں کی بے پردگی ہوتی ہے، یہ اختلاط اور نظر فریبی اور عشق بازی پر آمادہ کرتا ہے، اسی طرح بعض علاقوں میں تالابوں میں غسل کرنے کا رواج ہے، مرد وعورت اکھٹے نہاتے ہیں اور کپڑے دھوتے ہیں جس کی وجہ سے عورتوں کا سر، سینہ، پنڈلیاں، کمر اور پیٹ مرد دیکھتے ہیں؛ حالانکہ یہ دیکھنا اور دکھانا دونوں حرام ہیں۔

(۱) ترمذی: دخول الحمّام، حدیث: ۲۸۰۱، امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب کہا ہے۔

بیوی کو لوگوں کے سامنے بے پردہ کرنے والے شوہر کیلئے وعید

بعض مرد اپنی بیوی کو غیر مردوں کے سامنے لے جاتے ہیں ؛ بلکہ ان سے مصافحہ کرواتے ہیں حتی کہ غیر مردوں کے ساتھ اپنی بیویوں کو نچواتے ہیں تو ان کی بیوی شوہر کے پیچھے یا آگے غیر مرد سے کوئی تعلق رکھے تو شوہر اسے درست سمجھتے ہیں، بہت سے اپنی بیوی کو ماڈرن دیکھنا چاہتے ہیں ؛ بلکہ وہ اس پر خوش ہوتے ہیں کہ اس کی بیوی کے بہت سے دوست واحباب ہیں اور یہ ترقی کی علامت سمجھی جاتی ہے، ایسے بدتمیز شوہر کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی یہ بیان کردہ وعید نہایت سخت ہے " ثلٰثة قد حرّم اللّٰه عليهم الجنّة مد من الخمر، والعاق، والديوث الذى يُقرّ فى أهله الخبيث" (۱)

یعنی تین شخصوں پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام فرمادی ہے :

(۱) جو شراب پیتا ہے۔ (۲) جو ماں باپ کو تکلیف دیتا ہے۔

(۳) جو اپنے گھر والوں میں ناپاک (زنا اور اس کی طرف لانے والی چیزوں مثلاً: بے پردگی، غیر مردوں سے میل جول وغیرہ) کو برقرار رکھتا ہے۔

پردہ عورت کیلئے خدائی تحفہ

حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم سے ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورت کیلئے کونسی چیز بہتر ہے؟ ہمارے یہاں اس کا کوئی جواب نہیں تھا، میں فاطمہؓ کے پاس آیا، میں نے کہا: اے محمد ﷺ کی بیٹی! ہم سے رسول اللہ ﷺ نے ایک ایسا سوال کیا ہے کہ ہم اس کا جواب کیسے دیں اس کا پتہ نہیں ہو پا رہا ہے، تو انہوں نے کہا: تم سے رسول اللہ ﷺ نے کس بارے میں سوال کیا ہے؟ میں نے کہا: کہ کونسی چیز عورت کیلئے بہتر ہے، فاطمہؓ نے کہا: تمہیں اس کے جواب کا پتہ نہیں، میں نے کہا: نہیں، تو

(۱) مسندا حمد: مسند عبد اللّٰه بن عمر بن خطاب، حديث: ۵۳۷۲، منذری کہتے ہیں کہ اس کو احمد، نسائی، بزار اور حاکم نے روایت کیا ہے اور اس کو صحیح الاسناد کہا ہے: الترغيب الترهيب: كتاب البر والصلة: حديث: ۳۷۷۸

انہوں نے کہا: عورت کیلئے اس سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے کہ اس کو کوئی مرد نہ دیکھے اور نہ وہ کسی مرد کو دیکھے " ليس خير من أن لا ترى رجلا ولا يراها ".(۱)

حضرت اسماءؓ کی غیرت کا واقعہ

حضرت اسماءؓ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں، اوران کی شادی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی، وہ اس قدر مفلس تھے کہ ایک گھوڑے کے سوا گھر میں کچھ نہ تھا، حضرت اسماءؓ خود اس گھوڑے کیلئے گھاس لاتی تھیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے گھوڑے کی نگرانی کیلئے ایک غلام بھیجا تو انہوں نے اس خدمت سے نجات پائی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو ایک قطعۂ زمین بطورِ جاگیر عطا کیا تھا، جو مدینہ سے تین فرسخ دور تھا، حضرت اسماءؓ وہاں جاتیں اور وہاں سے کھجور کی گٹھلیاں اپنے سر پر لاتیں اوران کو کوٹ کر اپنی پانی کھینچنے والی اونٹنی کو کھلاتیں، گھر کے معمولی کاروبار ان کے علاوہ تھے، خود پانی لاتیں، مشک پھٹ جاتی تو اس کو سیتیں، آٹا گوندھتیں ۔

حضرت اسماءؓ کہتی ہیں کہ: ایک دفعہ میں اپنے کھیت سے سر پر گٹھلیاں اٹھائے ہوئے آرہی تھی کہ میرا گذر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے پاس سے ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا اور اونٹ پر پیچھے سوار ہونے کیلئے کہا، مجھے مردوں کے ساتھ چلنے میں غیرت ہوئی، مجھے زبیر اوران کی غیرت یاد آئی، وہ بہت زیادہ غیرت مند شخص تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے حیاء کرنے کو جان گئے، اور وہاں سے آگے تشریف لے گئے، کہتی ہیں کہ: میں زبیر کے پاس آئی، میں نے کہا: میری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی تھی، اور میرے سر پر گٹھلیاں تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت بھی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سوار ہونے کیلئے اپنی اونٹنی کو بٹھایا، مجھے حیاء اور شرم آئی اور مجھے تمہاری غیرت یاد آ گئی " فاستحييت وعرفت غيرتك " (۱)

(۱) كنز العمال: الترهيب، حديث: ٤٦٠١١، یہ حدیث حسن اور غریب ہے۔
(۲) مسلم: كتاب الأدب، جواز ارداف المرأة الاجنبية اذا اعييت فى الطريق، حديث: ۲۱۸۲

حضرت عائشہؓ اور حضرت سودہؓ کی حیاء

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کے پاس ان کی ایک باندی آئی، کہنے لگی: ام المؤمنین! میں نے بیت اللہ کا سات دفعہ طواف کیا اور رکن یمانی کو دو مرتبہ چھویا ہے، تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا: ”لا اجرك الله لا اجرك الله“ تمہیں اس کا اجر اللہ ہرگز نہ دے، تمہیں اس کا اجر اللہ ہرگز نہ دے، تم مردوں کے ساتھ دھکم پیل کر رہی تھیں، تم صرف تکبیر کہہ کر گذر کیوں نہ گئیں۔ (۱)

محمد بن سیرینؒ کہتے ہیں، یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ حضور ﷺ کی اہلیہ محترمہ حضرت سودہؓ بنتِ زمعہ سے پوچھا گیا کہ: تم اپنی دیگر بہنوں کی طرح حج اور عمرہ کیوں نہیں کرتیں، تو انہوں نے کہا: میں نے حج اور عمرہ کر لیا ہے، اللہ عزوجل نے مجھے اپنے گھر میں ہی رہنے کو کہا ہے، اللہ کی قسم! میں اپنے گھر سے موت تک نہ نکلوں گی، اللہ کی قسم! وہ اپنے گھر کے دروازے سے نکلیں ہی نہیں؛ یہاں تک کہ جنازہ ہی ان کے گھر سے نکلا ” فو الله ما خرجت من حجرتها حتى خرجت جنازتها “ (۲)

دیور اور بہنوئی سے پردہ

ہمارے موجودہ معاشرے میں خاوند کے چھوٹے بھائی سے رشتہ کی وضاحت کیلئے ”دیور“ کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے، جبکہ بڑے بھائی کو ”جیٹھ“ کہتے ہیں، دیور اور بھابی کی باہم بے تکلفی اور ہنسی مذاق یہ ہندوانہ معاشرے کی ایک عام روایت ہے، جسے مسلمانوں کے بعض گھرانوں نے بھی اختیار کر رکھا ہے۔

دیور یا جیٹھ دونوں ایسے رشتے ہیں جن سے عورت کا نہ کوئی نسبی تعلق ہوتا ہے اور نہ رحمی، اس لئے یہ نامحرم کا حکم رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے (سورۃ النور: ۳۱) میں جن رشتہ داروں کو محرم قرار دے کر ان سے حجاب نہ کرنے اور زینت کی جگہیں ظاہر ہو جانے کی اجازت دی ہے، اس فہرست میں سسرالی رشتہ داروں میں سوائے سسر کے اور کوئی رشتہ بھی شامل نہیں ہے،

(۱) مسند شافعي: ومن كتاب المناسك، حديث: ٥٩٥
(۲) المحرر الوجيز: سورة الأحزاب: ٤٤٣/٤

یہی وجہ ہے کہ عربی زبان میں ان رشتہ داروں کی وضاحت کے لئے ایک ہی مشترک لفظ ''حموٗ'' ہے جس کا مطلب محدثین نے لکھا ہے کہ ''خاوند کے سگے اور رشتہ کے دوسرے تمام بھائی''، چونکہ عورت کا ان سے بظاہر کوئی رشتہ نہیں، لہٰذا ان سب کو ایک ہی نام سے ذکر کیا گیا۔

ایک بار رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورتوں کے پاس تنہائی میں جانے سے بچو'' ایک انصاری نے عرض کیا ''حموٗ'' کے بارے میں کیا ارشاد ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ تو موت ہے'' "الحمو الموت " (۱)

جہاں تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تعلق ہے تو وہ اس سے اچھی طرح واقف تھے کہ دیور یا جیٹھ اجنبی ہوتا ہے اور ہر آدمی کو نکاح کے بعد ایک گھر دیا جاتا ہے کہ عورت کا حجاب برقرار رہے، اس لئے انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نے خاص طور پر دیور کے بارے میں سوال کیا کہ وہ اپنے بھائی کی بیوی کے پاس تنہائی میں جاسکتے ہیں یا نہیں۔

آج کے اہلِ زبان عرب بھی حدیث کے مذکورہ الفاظ کا یہی مفہوم لیتے ہیں۔

چنانچہ محمد عطیہ خمیس مذکورہ حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ

عورت کو موت قبول کر لینا چاہئے ؛لیکن دیور سے حجاب ترک کرنا نہیں چاہئے، بات کہنے کا یہ انداز عربوں میں عام ہے: جیسے کہا جاتا ہے: " الأسد الموت " شیر کے پاس جانا موت کو دعوت دینا ہے۔(۲)

دیور یا جیٹھ عورت کے شوہر کے بھائی ہیں، ان پر بھائی کی حیثیت سے کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، بھائی کے بچوں سے ملنا، ان سے پیار کرنا، بھائی کی غیر موجودگی میں ان کا خیال رکھنا ان کا فرض ہے۔

ایک بھائی کو جو ہمدردی اپنے بھائی سے ہوسکتی ہے، جیسا اعتماد اس پر کیا جاسکتا ہے کسی اور پر نہیں کیا جاسکتا، ایسی صورت میں انہیں چاہیئے کہ وہ بھابی کا بہنوں کی طرح احترام بجا لاتے ہوئے ان سے ضروری بات چیت کرے۔

---

(۱) بخاری: باب لا یخلونّ رجل، حدیث: ٤٩٣٤

(۲) فقه النساء : ۱۷۹

اگر بھائی کے بچے یعنی بھتیجے، بھتیجیاں ہیں تو پھر یہ کام بہت آسان ہے، دیور یا جیٹھ بھائی کی غیر موجودگی میں بھابھی کے بجائے ان کے بچوں کے ذریعہ اپنا مدعا سمجھا سکتے ہیں، اپنا فرض ادا کر سکتے ہیں۔

بہنوئی محرم یا نامحرم

بہنوئی کا رشتہ بہن کی وجہ سے وجود میں آتا ہے، اس سے براہِ راست کوئی تعلق نہیں ہوتا، اس لئے یہ نامحرم افراد میں شامل ہے۔

موجودہ معاشرے میں بہنوئی سے پردہ تو ایک طرف، بے تکلفی، بے حجابی اور بیہودہ مذاق کیا جاتا ہے، بہن کی منگنی سے نکاح تک اور نکاح کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہتا ہے، بہن کی شادی پر مختلف رسموں کے ذریعہ بہنوئی کو ستانا، چھیڑ چھاڑ کرنا، پھبتیاں کسنا وغیرہ وغیرہ۔

اگر بہنوئی محرم ہوتا تو رسول اللہ ﷺ کے اپنے سالیوں کے روبرو آنے کے متعدد واقعات ملتے، آپ کے سالیوں کی تعداد تقریباً تیرہ تھی؛ لیکن ایسا کوئی واقعہ بھی نہیں ملتا جو سالیوں کے بہنوئی سے پردہ نہ کرنے پر دلالت کرتا ہو۔

اس کے برعکس حضرت اسماءؓ کہتی ہیں کہ: ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حج کیلئے نکلے، ایک جگہ جا کر قیام کیا تو عائشہؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھیں، کچھ دور ہٹ کر میں اپنے والد کے ساتھ بیٹھ گئی۔(۱)

معلوم ہوا کہ حجاب کی حد موجود تھی ورنہ رسول اللہ ﷺ سے دور ہٹ کر اپنے والد کے پاس وہ نہ بیٹھتیں۔

اگر بہنوں سے پردہ واجب نہ ہوتا تو آپ ﷺ کی صاحبزادیوں بی بی زینبؓ، بی بی رقیہؓ، بی بی ام کلثومؓ اور بی بی فاطمہؓ کی زندگیوں سے چند ایک واقعات یا ایک ہی ایسا ملتا جو ان کے بہنوئی کے درمیان طویل بات چیت یا کھلے منہ سامنے آنے کی دلیل مہیا کرتا ہو، جبکہ ابوالعاص

(۱) المستدرك: أول كتاب المناسك، حديث: ١٦٦٧، حاکم کہتے ہیں کہ: یہ حدیث مسلم کی شرط پر غریب اور صحیح ہے اور شیخین کی اس کی تخریج نہیں کی ہے۔

ان کے خالہ کے بیٹے بھی تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چاچا کے بیٹے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے گھر پلے بڑھے، جوان ہوئے، اس کے باوجود احادیث سالی اور بہنوئی کے درمیان پردہ نہ ہونے کی ایک بھی دلیل پیش کرنے سے قاصر ہیں۔

بعض لوگ بہنوئی کو بھائی کی طرح قرار دیتے ہیں، اگر بہنوئی بھائی کی طرح ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں اور داماد میں برادرانہ وخواہرانہ تعلقِ محبت کی تھوڑی بہت جھلک ملتی جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کا اپنا بھائی بھی کوئی نہیں تھا، اور ان کے بہنوئی ان کے خاندان میں سے قریبی افراد تھے۔

اگر حدودِ حجاب میں رہ کر بہنوئی اگر بڑا ہے تو اس کو بڑے بھائیوں کی طرح عزت وتکریم کرنا، اگر چھوٹا ہے تو چھوٹے بھائیوں کی طرح شفقت کا انداز اختیار کرنا حسنِ اخلاق اور بہن کے مقدس رشتے کے احترام کی علامت ہے، قلبی طہارت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ بہنوئی کو بھائی کی طرح سمجھا جائے؛ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جو محرم ہونے کی وجہ سے نوعیتِ تعلق بھائی سے بتایا گیا ہے، اس کو بہنوئی کیلئے بھی مناسب سمجھا جائے۔

شوہر کا خندہ پیشانی سے استقبال کرے

عورت کا ایک فرض یہ بھی ہے کہ جب شوہر گھر پر آئے تو اس کا خندہ پیشانی اور خوش روی سے استقبال کرے؛ کیونکہ بیوی کی مسکراہٹ میں وہ تاثیر اور وہ عظیم قوت ہوتی ہے جس سے شوہر بحال ہوجاتا ہے اور اپنے سارے غم بھول جاتا ہے، احادیث میں بہترین بیوی کی ایک صفت یہ بھی بتلائی گئی ہے کہ وہ جب اسے دیکھے تو اس کی طبیعت کو بحال کردے "التی تسرّہ اذا نظر" شوہر کی نگاہ جب پڑے تو اس کو خوش کردے۔ (۱)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں جنتی عورت کا پتہ نہ دوں، یہ وہ ہے جو محبت کرنے والی، بکثرت بچے پیدا کرنے والی اور سلیقہ شعار ہو جب اس کو تکلیف پہنچے یا اس کو تکلیف دی جائے

(۱) نسائی: کتاب النکاح، أیّ النساء خیر، حدیث: ۳۲۳، اس روایت کی تحقیق گذر چکی۔

تو وہ آکر اپنے شوہر کا ہاتھ پکڑتی ہے اور کہتی ہے: اللہ کی قسم! میں نیند کو اس وقت تک نہیں سوسکتی جب تک کہ آپ راضی نہ ہوجائیں" لا أذوق حتی ترضٰی" (۱)

شوہر اور گھر کی خدمت کو اپنا فریضہ سمجھے

ضرورت پڑنے پر عورت گھر اور شوہر کی خدمت سے بھی نہ چوکے، ازواجِ مطہراتؓ وغیرہ کا یہی معمول تھا کہ وہ اپنے گھر کا کام بھی خود سے کیا کرتیں، سرورِ کائنات ﷺ کی لاڈلی بیٹی کا بھی یہی معمول تھا کہ وہ اپنے گھر کا کام خود سے انجام دیتیں، امام بخاریؒ نے اپنے جامع میں اس باب کے تحت "عمل المرأة فی بیت زوجها" (عورت کا اپنے گھر میں کام کرنا) کے تحت انہوں نے حضرت فاطمہؓ کے چکی چلاتے چلاتے ہاتھ پر گھٹے پڑنے کے واقعات کا ذکر کیا۔

محدثینؒ نے اس واقعہ کو سامنے رکھ کر یہ بتلایا ہے کہ عورتیں گھر کے معمولی کام خود سے کرلیا کریں، حضرت فاطمہؓ جب چکی چلاسکتی ہیں تو یہ ظاہر ہے کہ آٹا بھی گوندھتی ہوں، روٹی بھی پکاتی ہوں، امام مالکؒ تو یوں فرماتے ہیں: شوہر کے گھر کی خدمت اس وقت تک لازم ہے کہ اس کا شوہر مالدار نہ ہوجائے، خواہ وہ بیوی کسی بھی بڑے سے بڑے گھرانے کی چشم و چراغ کیوں نہ ہو۔

صحابیاتؓ خانہ داری کے امور خود اپنے ہاتھ سے انجام دیتی تھیں اور اس میں سخت سے سخت تکلیفیں برداشت کرتی تھیں۔

حضرت فاطمہؓ رسول اللہ ﷺ کی محبوب ترین صاحبزادی تھیں، چکی پیستے پیستے ہاتھ میں چھالے پڑ گئے تھے، مشکیزوں میں پانی لاتے لاتے سینہ پر داغ پڑ گئے تھے، جھاڑو دیتے دیتے کپڑے میلے رہتے تھے" انّها جرت بالرحی حتی اثّر فی یدها، واستقت بالقربة حتی اثّر فی نحرها، وکنست البیت حتی اغبرت ثیابها " (۲)

(۱) سنن النسائی الکبری: شکر المرأة زوجها، حدیث: ۹۱۳۹، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے، اس میں سری بن اسماعیل یہ متروک ہیں: مجمع الزوائد: حدیث: ۷٦٦۳

(۲) ابوداؤد: کتاب الخراج والامارة، باب فی بیان مواضع قسم الخمس وسهم ذوی القربٰی حدیث: ۲۹۸۸، علی بن مدینی کہتے ہیں: اس کے ایک راوی علی بن اعبد ہیں جو غیر معروف ہیں، اس کے علاوہ کوئی روایت ان سے مروی نہیں ہے: کنز العمال :ادب النوم واذکارها، حدیث : ٤١٩٨٥

حضرت اسماءؓ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں، اوران کی شادی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی، وہ اس قدر مفلس تھے کہ ایک گھوڑے کے سوا گھر میں کچھ نہ تھا، حضرت اسماءؓ خود اس گھوڑے کیلئے گھاس لاتی تھیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے گھوڑے کی نگرانی کیلئے ایک غلام بھیجا تو انہوں نے اس خدمت سے نجات پائی، رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو ایک قطعۂ زمین بطورِ جاگیر دیا تھا، جو مدینہ سے تین فرسخ دور تھا، حضرت اسماءؓ وہاں جاتیں اور وہاں سے کھجور کی گھٹلیاں اپنے سر پر لاتیں اوران کو کوٹ کر اپنی پانی کھینچنے والی اونٹنی کو کھلاتیں، گھر کے معمولی کاروبار ان کے علاوہ تھے، خود پانی لاتیں، مشک پھٹ جاتی تو اس کو سیتیں، آٹا گوندھتیں۔(۱)

ازواجِ مطہراتؓ گھر کا کام دھندا خود سے کرتی تھیں، ایک دن حضرت عائشہؓ کی باری تھی جو پیسے، اس کی روٹی پکائی، اور رسول اللہ ﷺ کے آنے کا انتظار شروع کیا، آپ ﷺ کے آنے میں دیر ہوگئی تو سوگئیں، آپ ﷺ آئے تو جگایا۔(۲)

صحابیاتؓ شوہر کی خدمت کو بھی اپنا فریضہ سمجھتی تھیں، اورنہایت پابندی کے ساتھ اس فرض کو بجالاتی تھیں، ازواجِ مطہرات میں حضرت عائشہؓ رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں؛ لیکن محبوبیت کا کوئی اثر رسول اللہ ﷺ کی خدمت پر نہ پڑتا تھا؛ بلکہ سب سے زیادہ ان ہی کو آپ ﷺ کی خدمت کا شرف حاصل ہوتا تھا، رسول اللہ ﷺ کمالِ طہارت کی وجہ سے مسواک کو پہلے دھلوایا کرتے تھے اور اس پاک خدمت کو حضرت عائشہؓ ادا فرماتی تھیں" فيعطيني السواك لا غسله" (۳)

---

(۱) مسلم: كتاب الأدب، جواز ارداف المرأة الاجنبية اذا اعييت فى الطريق، حديث: ۲۱۸۲

(۲) الادب المفرد: باب لا يوذى جاره، حديث: ۱۲۰، بوصیری کہتے ہیں: اس کی سند ضعیف ہے افریقی کے ضعیف ہونے کی وجہ سے، ان کا نام عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم ہے: اتحاف الخيرة المهرة: باب ترغيب الزوج فى الوفاء: ۲۶/۴

(۳) ابوداؤد: كتاب الطهارة، باب غسل السواك، حديث: ۵۲، ابن الملقن کہتے ہیں: اس کو ابوداؤد نے سند جید کے ساتھ نقل کیا ہے: البدر المنير: ۴۵/۲، دار الهجرة للنشر والتوزيع، الرياض

علامہ سید سلیمان ندویؒ فرماتے ہیں کہ: گھر میں اگرچہ خادمہ موجود تھی لیکن حضرت عائشہؓ آپ ﷺ کا کام خود اپنے ہاتھ سے انجام دیتی تھیں (۱)، آٹا خود پیستی تھیں (۲)، خود گوندھتی تھیں، کھانا خود پکاتی تھیں (۳)، وضو کا پانی خود لا کر رکھتی تھیں (۴)، آپ ﷺ نے قربانی کیلئے جو اونٹ بھیجے، اس کیلئے خود قلادہ بنتی تھیں (۵)، آنحضرت ﷺ کے سر میں اپنے ہاتھ سے کنگھا کرتی تھیں (٦)، جسمِ مبارک میں عطر مَل دیتی تھیں (۷)، آپ ﷺ کے کپڑے اپنے ہاتھ سے دھوتی تھیں (۸)، سوتے وقت مسواک اور پانی سرہانے رکھتی تھیں (۹)، مسواک صفائی کی غرض سے دھویا کرتی تھیں (۱۰)، گھر میں آپ ﷺ کا کوئی مہمان آتا تو مہمان کی خدمت انجام دیتیں، چنانچہ حضرت قیس غفاریؓ جو صفہ والوں میں سے تھے، بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے ہم لوگوں سے فرمایا: چلو عائشہ کے گھر چلو، جب حجرہ میں پہنچے تو فرمایا: عائشہ ہم لوگوں کو کھانا کھلاؤ، وہ چونی کا پکا ہوا کھانا لائیں، آپ ﷺ نے کھانے کی کوئی اور چیز مانگی تو چھوہارے کا حریرہ پیش کیا، پھر پینے کی چیز مانگی تو ایک بڑے پیالے میں دودھ حاضر کیا: اس کے بعد ایک اور چھوٹے پیالے میں پانی لائیں۔ (۱۱)

ایک بار آپ ﷺ کمل اوڑھ کر مسجد میں آئے، ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! اس پر دھبہ نظر آتا ہے، آپ ﷺ نے اس کے ہاتھ اسے حضرت عائشہؓ کے پاس بھیج دیا کہ

---

(۱) الادب المفرد ، لا یوذی جاره ، حدیث : ۱۲۰

(۲) بخاری واقعه حدیث الافك ، حدیث : ۳۹۱۰

(۳) بخاری وابوداؤد کے شمائل میں عام ازواج کا ذکر ہے۔

(۴) مسند احمد : ٦/٦٨

(۵) بخاری : کتاب الحج ،حدیث:۱٦۰۹

(٦) بخاری : باب الاعتکاف فی العشر الاواخر،حدیث :۱۹٦۱،

(۷) بخاری : کتاب الحج

(۸) بخاری، غسل، ابوداؤد : باب الاعادة من النجاسة یکون فی الثوب

(۹) مسندِ احمد : ٦/٥٤

(۱۰) ابوداؤد : باب الطهارة (۱۱) ابو داؤد : کتاب الادب

دھوکر خشک کر کے بھیج دیں، حضرت عائشہؓ نے کٹورے میں پانی منگوایا اپنے ہاتھ سے دھویا اور خشک کیا اوراس کے بعد آپ ﷺ کے پاس بھیج دیا" فدعوت بقصعتی فغسلتها ثم اجففتها فَاَحَرُتُهَا اليه " (۱)

جب رسول اللہ ﷺ احرامِ حج باندھتے اور احرام کھولتے تھے تو وہ جسم مبارک میں خوشبو لگاتی تھیں " کنت اطیّب رسول الله لاحرامه حين يحرم ولحله قبل أن يطوف بالبيت" (۲)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دنیا جہاں کی خدمت واعانت سے محروم ہوجاتے تھے تو اس بیکسی کی حالت میں صرف ان کی بیویاں ان کا ساتھ دیتی تھیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور عرض کیا: یہ خدیجہ توشہ لے کر آپ ﷺ کے پاس آ رہی ہیں، انہیں ان کے رب کا سلام پہنچایئے " فاقرأ عليها من ربّها السلام " (۳)

اور ایک روایت میں ہے کہ انہیں جنت میں موتی کے ایک محل کی خوشخبری سنائے جس میں شور اور تھکاوٹ نہیں ہوگی" وبشّرها ببيتٍ في الجنّة من قصبٍ لا صخبٌ فيه ولا نصب " (۴)

رسول اللہ ﷺ حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ سے غزوہ میں شرکت نہ کرنے کی وجہ سے ناراض ہوئے اور اخیر میں دیگر دو صحابہ کی طرح ان کو بی بی سے بھی تعلقات منقطع کر لینے کا حکم دیا تو وہ حاضرِ خدمت ہوئیں، اور عرض کیا: ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ بوڑھے آدمی ہیں، ان کے پاس نوکر وچاکر نہیں، اگر میں ان کی خدمت کروں تو حرج ہے؟ تو ارشاد ہوا نہیں۔ (۵)

---

(۱) ابوداؤد: کتاب الطهارة، باب الاعادة من النجاسة تكون في الثوب، حديث: ۳۸۸، یہ حدیث ضعیف ہے اس کی سند میں دو غیر معروف اور مجہول عورتیں ہیں۔

(۲) بخاری: باب الطيب عند الاحرام: حديث: ۱٤٦٥

(۳) بخاری: باب تزويج النبی، حديث: ۳٦۰۹

(۴) مسلم: فضائل خديجة، حديث: ۲٤۳۳

(۵) بخاری: كتاب المغازی، باب غزوة تبوك: حديث: ٤١٥٦

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ: میں عورتوں کی نمائندہ بن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی ہوں، یہ جہاد تو اللہ نے مردوں پر فرض کیا ہے، اگر جہاد کر کے آئیں تو انہیں اجر ملتا ہے، اگر یہ شہید ہو جائیں تو یہ زندہ ہوتے ہیں اور انہیں ان کے رب کے پاس سے خوب روزی ملتی ہے اور ہم عورتیں ان مردوں کی ساری خدمتیں کرتی ہیں تو ہمیں اس میں کیا ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عورت تمہیں ملے اس کو یہ بات پہنچا دینا کہ خاوند کی فرماں برداری اور اس کے حقوق کو پہچاننا عورت کو جہاد کے برابر ثواب دلاتا ہے؛ لیکن تم میں سے بہت تھوڑی عورتیں وہ ہیں جو اس طرح کرتیں ہیں،
"انّ طاعة الزوج واعترافًا بحقّه يعدل ذلك وقليل منكنّ يفعله" (۱)

قانون سے نہیں اخلاق سے زندگی چلتی ہے

عورت کو اکثر حالات میں کھانا پکانا اس کی ذمہ داری نہیں؛ لیکن یہ قانون کی بات ہے؛ لیکن زندگی "قانون کی خشکی" سے نہیں چلتی، جس طرح قانونا عورت کے ذمہ کھانا پکانا نہیں، اسی طرح اگر عورت بیمار ہو جائے تو قانونا شوہر کے ذمہ یہ بھی نہیں کہ وہ عورت کو اس کے والد کے گھر لے جائے، اور نہ ضروری ہے کہ جب عورت کے ماں باپ اپنی بیٹی سے ملاقات کیلئے آئیں تو ان کو گھر میں بٹھائے؛ بلکہ فقہاءِ کرام نے یہاں تک لکھا ہے کہ ہفتہ میں صرف ایک دن اپنی بیٹی سے ملاقات کیلئے آئیں اور دور ہی سے ملاقات اور زیارت کر کے چلے جائیں، گھر میں بٹھا کر ملاقات کرانا شوہر کے ذمہ نہیں؛ لہٰذا اگر قانون کے خشک تعلق کی بنیاد پر زندگی بسر ہونی شروع ہو جائے تو دونوں کے گھر برباد ہو جائیں گے، اگر عورتیں گھر کے کام میں شوہر کی رضا وخوشنودی کو پیشِ نظر رکھیں تو ان کا سارا کام بھی نیکی اور ثواب بن جائے گا، گھر کا کام کاج اگرچہ شرعاً عورت کے ذمہ واجب نہ ہو؛ لیکن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی سنت اور اخلاقی فریضہ ضرور ہے؛

(۱) مسند بزار: مسند ابن عباس، حدیث: ۵۲۰۹، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس کو بزار نے روایت کیا ہے اس میں رشدین بن کریب ہے جو ضعیف ہے: مجمع الزوائد: باب فی حقوق الزوج علی المرآة، حدیث: ۷۶۳۱

اس لئے کہ حضرت فاطمہ ؓ گھر کا سارا کام کاج خود اپنے ہاتھ سے کرلیا کرتیں تھیں، اور دوسری طرف عورت کو شوہر کی اطاعت کا بھی حکم دیا گیا ہے کہ ان کی اطاعت کرو، اگر ایک عورت گھر کا کام کاج کرتی ہے اور اپنے شوہر اور بچوں کیلئے کھانا پکاتی ہے تو اس پر اس کیلئے اعلیٰ ترین اجر وثواب لکھا جاتا ہے۔

مغربی تہذیب بالکل الٹی چال چل رہی ہے؛ اس نے اخلاق واقدار کے پیمانے بالکل بدل کر رکھ دیئے ہیں، عورت کا گھر میں بیٹھے رہنا اور گھر کا کام کاج کرنا یہ تو رجعت پسندی، دُقیانوسیت اور پرانا طریقہ ہے اور یہ عورت کو گھر کی چہار دیواری میں مقید کرنا ہے؛ لیکن اگر وہی عورت ہوائی جہاز میں ایرہوسٹس بن کر چارسو آدمیوں کو کھانا کھلائے اور ان کے سامنے ٹرے سجائے اور چارسو آدمیوں کی ہولناک نگاہوں کا نشانہ بنے، ایک شخص اس کی ایک خدمت لے رہا ہے، دوسرا شخص کوئی دوسری خدمت، اور بسا اوقات بلا وجہ خدمت کیلئے بلا لیتے ہیں، کوئی خاص ضرورت نہیں ہوتی، تو اس خدمت کا نام آج کی تہذیب میں آزادی ہے اور اگر وہی عورت گھر میں اپنے شوہر اپنے بچوں اور بہن بھائیوں کیلئے خدمت کرے تو اس کا نام دقیانوسیت اور پرانا پن ہے، اگر وہی عورت ہوٹل میں ''ویٹرس'' بنی ہوئی ہے اور دن رات لوگوں کی خدمت انجام دے رہی ہے، کھانا کھلا رہی ہے تو یہ آزادی نسواں ہے یا وہ کسی کی سکریٹری بن جائے یا وہ عورت کسی کی اسٹینوفر بن جائے تو یہ آزادی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ آج کی تہذیب نے اخلاق وعادات سے عاری ہوکر اپنا مطمحِ نظر ایک بالشت کا پیٹ اور اس کے اطراف کے خواہشات کی تکمیل کو بنا لیا ہے، اس طرح سے اس نے عورت کو بھی ''آزادیٔ نسواں'' کا حسین لیبل ان کے ہاتھ میں چسپاں کرکے اس کو اپنے کاموں کی انجام دہی کیلئے مشین بنالیا ہے، ان کے نازک جسم اور اس کے دلرُبا باتوں کو گاہوں کو مدعو کرنے کا ذریعہ بنالیا ہے اور بھرے بازار ناموسِ نسواں کو آزادیٔ نسواں کے نام سے تارتار کردیا ہے۔

اخلاقی نوعیت کے جو امور شریعت نے عورتوں پر رکھے ہیں مثلاً: کسی شدید عذر کے

نہ پائے جانے پر بچوں کو دودھ پلانا، اور امورِ خانہ داری کو انجام دینا، اس کی اصل وہ حدیث ہے جس میں آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ وفاطمہ ؓ کو نصیحت فرمائی تھی کہ گھر کے باہر کے کام کاج حضرت علی کو دیکھنا ہے اور خانگی امور حضرت فاطمہ ؓ کو انجام دینے ہیں" قضی رسول اللّٰہ علی السیدۃ فاطمۃ ابنتہ بخدمۃ البیت وقضی علی علیّ بما کان خارج البیت" (۱)

چنانچہ عہدِ نبوی اور خیر القرون کا معمول رہا ہے کہ خواتین گھر کی صفائی ستھرائی پکوان وغیرہ کے کام خود انجام دیا کرتی تھیں، البتہ اگر شوہر صاحب استطاعت ہو، بچوں کے دودھ کا کوئی اور نظم کرسکتا ہو، یا پکوان وغیرہ کیلئے خادمہ رکھنے کی صلاحیت رکھتا ہو تو عورت پر دودھ پلانا، کھانا پکانا اور اس طرح کے دیگر خانگی کام کا انجام دینا قانوناً واجب نہیں۔

بلا اجازت گھر سے باہر نہ جائے

بیوی کا ایک فرض یہ بھی ہے کہ وہ بلا اجازت شوہر کے عام حالات میں گھر کے باہر نہ جائے، ارشادِ خداوندی ہے "اَسۡكِنُوۡهُنَّ مِنۡ حَيۡثُ سَكَنۡتُمۡ مِّنۡ وُّجۡدِكُمۡ" (۲) عدت گذارنے والی عورتوں کو اپنی حیثیت کے موافق ہے رہنے کا مکان دینا۔

اسی لئے عورتوں کو اندرونِ خانہ رہنے کو کہا گیا ہے " وَقَرۡنَ فِىۡ بُيُوۡتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجۡنَ تَبَرُّجَ الۡجَاهِلِيَّةِ " (۳) اے نبی ﷺ کی بیویو! اپنی گھروں میں ٹھہری رہو، اور اس طرح زینت دکھاتی نہ پھرو جس طرح (عورتیں) اگلی جاہلیت کے زمانے میں دکھاتی تھیں۔

علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں: "ومنها ملك الحبس والقيد وهو صيروتها ممنوعة عن الخروج والبروز" (۴)

شوہر کا ایک حق "حبس" اور بیوی کو روکے رکھنے کا ہے یعنی وہ اپنے نکلنے اور گھر سے باہر

---

(۱) سبل الهدیٰ والرشاد فی سیرة خیر العباد: ۴۸۳/۱۱، لجنة احیاء التراث الاسلامی، مصر، اس کو احمد بن منیع اسماء بنت عمیس کی روایت سے سند ضعیف کے ساتھ نقل کیا ہے۔

(۲) الطلاق: ۶۵ (۳) الأحزاب: ۳۳ (۴) بدائع الصنائع: ۳۳۱/۲

جانے سے روک سکتا ہے۔

مجبوری کی صورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں مثلا: بیوی کے والدین شدید بیمار ہوں اور کوئی تیمار دار موجود نہ ہو تو شوہر کی ممانعت کے باوجود تیمار داری کیلئے والدین کے پاس جانا جائز ہے۔

” ولو أبوها زمنًا فاحتاج فعليها تعاهده ولو كافرًا وان ابى الزوج “ (۱)

اگر عورت کا باپ مثلاً اپاہج ہوا اور بیٹی کی خدمت کا محتاج ہو تو عورت پر اس کی دیکھ بھال واجب ہے، گو وہ کافر ہو اور شوہر اس کی اجازت نہ دیتا ہو۔

اسی طرح والدین سے ملاقات وغیرہ کیلئے بھی اگر والدین خود بیٹی کے پاس آنے کی استطاعت نہ رکھتے ہوں تو جا سکتی ہے، اب کتنی مدت میں جائے تو یہ ورواج پر موقوف ہے۔

اس کے علاوہ خواتین اپنی اہم ضروریات کیلئے گھر سے باہر جا سکتی ہیں، جیسے: بیمار پڑ جائیں اور گھر سے باہر نکلے بغیر علاج ممکن نہ ہو وغیرہ، ابنِ نجیم مصری نے لکھا ہے کہ اگر عورت کو کوئی مسئلہ درپیش ہو اور شوہر مسئلہ دریافت کر کے عورت مطلع نہ کر سکے تو تحقیقِ مسئلہ کیلئے کسی عالم یا مفتی کے پاس جا سکتی ہے۔(۲)

شوہر سے محبت کا اظہار کیا جائے

بیوی کو چاہئے کہ شوہر سے محبت کا اظہار کرے، اس کی وہ ادائیں جس سے محبت کا اظہار ہو شوہر کو اسیر بنا دیتی ہیں؛ بلکہ بیوی کو چاہئے کہ شوہر کے ساتھ حقیقت میں بھی وابستگی اور لگاؤ رکھے شوہر سے محبت کا اظہار یہ ہے کہ اپنے کسی قول یا عمل سے کوئی بات یا کوئی ادا یوں کر دکھائے کہ شوہر بیوی کا گرویدہ ہو جائے، بعضے دفعہ دو میٹھے بول بھی شوہر کا دل جیتنے کیلئے کافی ہو جاتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:” انّ اللّٰه يحبّ المرأة الملقة البزعة مع زوجها الحصان عن غيره “ اللہ تعالیٰ اس عورت کو پسند کرتے ہیں جو شوہر سے محبت کرنے والی اور شوہر سے خوش مزاج رہنے والی اور دوسرے مردوں سے اپنی عزت کی حفاظت کرنے والی ہو۔(۳)

حضرت عائشہؓ نبی کریم ﷺ سے کس طرح محبت کا اظہار کرتی تھیں اس کا اندازہ ان

(۱) رد المحتار: ۱٦٦٤/٢ (۲) البحرا لرائق : ١٩٥/٤

(۳) کنز العمّال: الفصل الثانی فی ترغیبات تختصّ بالنساء : حدیث ٤٥١٢٠

اشعار سے ہوتا ہے جو آپ ؓ نے حضور ﷺ کی مدح میں کہے ہیں :

لـنـا شمس وللآفاق شمس
وشمسی خیر من شمس السماء

ایک آسمان کا بھی سورج ہے اور ایک ہمارا بھی سورج ہے؛ لیکن ہمارا سورج آسمان کے سورج سے زیادہ بہتر ہے

فـانّ الشمس تطلع بعد الفجر
وشمسی تطلع بعد العشاء

اس لئے کہ آسمان کا سورج فجر کے بعد طلوع ہوتا ہے اور میرا سورج عشاء کے بعد طلوع ہوتا ہے۔

لوامی زلیخا لو رأین حبیبنا
لاثرن بالقطع القلوب علی الید

اگر زلیخا کو ملامت کرنے والی عورتیں کبھی میرے محبوب کو دیکھ لیتیں تو وہ اپنے ہاتھوں اور انگلیوں کو کاٹنے کے بجائے اپنے دل کے ٹکڑے کر بیٹھتیں۔

حضرات صحابیات ؓ بھی اپنے شوہروں سے بے پناہ محبت رکھتی تھیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بی بی حضرت عاتکہ ؓ روزے کے دنوں میں فرطِ محبت میں ان کے سر کا بوسہ لیتی تھیں۔(۱)

حضرت عاتکہ ؓ کو اپنے شوہر حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے نہایت محبت تھی، چنانچہ جب وہ غزوۂ طائف میں شہید ہوئے تو حضرت عاتکہ ؓ نے ایک پُر درد مرثیہ لکھا جس کا ایک شعر ہے

الیت لا تنفك عینی حزینة
علیك ولا ینفك جلدی اغبرّا

میں نے قسم کھائی ہے کہ تمہارے غم میں میری آنکھیں ہمیشہ پرنم اور جسم ہمیشہ غبار آلود رہیگا۔

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے شادی کی اور دعوتِ ولیمہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو

(۱) مؤطا مالك: کتاب الصیام، باب ما جاء فی القبلة للصائم، حدیث: ۱۰۲۲، مؤسسه زائد بن سلطان ال نهیان، الطبعة الأولیٰ: ۱۴۲۵ھ

مدعو کیا تو انہوں نے حضرت عاتکہ ؓ کو یہ شعر یاد دِلایا تو وہ رو پڑیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی تو ان کا پُر درد مرثیہ لکھا، اس کے بعد ان سے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے شادی کی اور یہ بھی شہید ہوئے تو ان کا بھی نوحہ لکھا۔(۱)

حضرت زینب ؓ کی شادی ابوالعاص سے ہوئی تھی، وہ حالتِ کفر میں تھے کہ بدر کا واقعہ پیش آ گیا اور وہ گرفتار ہو گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسیرانِ جنگ کو فدیہ لے کر رہا کرنا چاہا اور تمام اہلِ مکہ نے اپنے اپنے فدیہ بھیجے تو حضرت زینب ؓ کے پاس ایک یادگار ہار تھا جس کو حضرت خدیجہ ؓ نے رخصتی کے وقت دیا تھا؛ لیکن انہوں نے ابوالعاص کے فدیہ میں مال کے ساتھ اس ہار کو بھی بھیج دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا تو سخت رقت طاری ہوئی اور صحابہ ؓ کے مشورہ سے ان کو آزاد کر دیا اور ہار بھی واپس لوٹا دیا "ان رأيتم أن تطلقوا لها أسيرها وتردّوا عليها الذى لها"(۲)

حضرت حمنہ بنت جحش ؓ کو جب ان کے شوہر کی شہادت کی خبر معلوم ہوئی تو محبت سے چیخ اٹھیں "واحزناه" (۳)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے انتقال کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو ان کی بی بی حضرت عائشہ الخثعمية رضی نے کہا: آپ کو حکومت مبارک ہو، اس پر سخت برہم ہوئے اور کہا کہ "تم مجھے امیر المؤمنین کے انتقال پر مبارکباد دیتی ہو، اور اسی غصہ کی حالت میں طلاقِ بائن دے دی، انہوں نے منہ ڈھنک لیا اور کہا کہ میں نے یہ نیک نیتی سے کہا تھا، بعد کو انہوں نے مہر وغیرہ کی رقم بھیجی تو اس کو دیکھ کر وہ رو پڑیں اور کہا: جدا ہونے والے دوست

(۱) التمهيد: ۴۰۵/۲۳، الناشر: وزارة عموم الأوقاف والشئون الاسلامية، المغرب ۱۳۸۷ھ

(۲) ابوداؤد: كتاب الجهاد: باب فى فداء الأسير بالمال، حديث: ۲۶۹۲، حاکم نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے: ذكر اسلام عباس، حديث: ۵۴۰۹

(۳) ابن ماجه: كتاب الجنائز، باب ما جاء فى البكاء على الميت، حديث: ۱۵۹۰، بوصیری کہتے ہیں: اس کی سند میں عبداللہ بن عمر العمری ہے اور وہ ضعیف ہے: مصباح الزجاجة: كتاب الجنائز: ۲۴۵/۱

کے مقابل یہ نہایت حقیر چیز ہے" قالت: متاع قلیل من حبیب مفارق" (۱)

محبت کیسی ہو؟

یہاں ایک دوسرے پہلو کی طرف متوجہ کرنا مقصود ہے وہ یہ ہے کہ قرآنِ کریم نے میاں بیوی کی آپسی مودت ومحبت اوران کے ایک دوسرے کے ساتھ لگاؤاور تعلق کوصرف دوالفاظ سے بیان کا ہے " وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَوَدَّةً وَرَحْمَةً " (۲) اوراس نے تمہارے درمیان محبت ومودت رکھی۔

مودت کہتے ہیں کہ آپسی پیارکوجس میں دوستی کا انداز زیادہ ہواور دیکھا جائے تو واقعی شادی شدہ زندگی میں دو حصے ہوتے ہیں، ایک جوانی کا حصہ اورایک بڑھاپے کا، جوانی میں اگرمیاں بیوی کسی وقت ایک دوسرے سے لڑ جھگڑ بھی بیٹھتے ہیں تو جنسی تقاضا ایسا ہوتا ہے کہ کچھ وقت کے بعد ایک دوسرے کے ساتھ اکھٹا ہوجاتے ہیں؛ اس لئے اس میں مودت کا لفظ استعمال کیا یعنی دونوں میں دوستی کا پہلو غالب ہوتا ہے؛ لیکن جب انسان بوڑھا ہوجاتا ہے، تب میاں بیوی کوایک دوسرے کی ضرورت زیادہ نہیں ہوتی، تقاضائے جنسی یا تو بالکل کمزور پڑ جاتا ہے یا بالکل ہی ختم ہوجاتا ہے، دونوں کو جوڑے رکھنے والا جنسی تقاضا تو ختم ہوگیا، اب میاں بیوی دونوں مل کر کیسے زندگی گذاریں، قرآنِ کریم نے اب اس کیلئے نہایت ہی بلیغ لفظ یعنی ''رحمت'' کا لفظ استعمال کیا، ''رحمت'' کہتے ہیں: ایک دوسرے پر ترس کھانا، شفقت کرنا یعنی بوڑھاپے میں مرد سوچے کہ میری بیوی نے جوانی میری خاطر لٹادی، بچوں کی تربیت میں گذاردی، میری خادمہ بن کر رہی، اب وہ بوڑھیا ہوچکی ہے، لہٰذا اب اگر بیمار بھی ہے، ہڈیوں کا ڈھانچہ ہے تو مجھے اسے اپنے ساتھ رکھنا ہے، بہر کیف اپنے سے جدا کرنا نہیں، ایسے ہی بیوی سونچے کہ شوہر نے ساری جوانی میرے اور میرے بچوں کی خدمت میں گذاردی، اب یہ بیماریوں کا مجموعہ بن گیا، مجھے اس کی محبت اور پیار کا صلہ دینا ہے؛ اس لئے اب بھی

(۱) دار قطني: كتاب الطلاق والخلع والايلاء، حديث: ۳۱/۴،۸۲، دار المعرفة بيروت، ۱۳۸۶ھ
(۱) الروم: ۲۱

مجھے اس کے ساتھ رہنا ہے، بہر حال ''مودت'' کا تعلق جوانی سے ہے اور ''رحمت'' کا تعلق بوڑھاپے سے ہے۔

علیحدہ مکان کا مطالبہ

یہ بات بالکل واضح ہے کہ عورت کا حق ہے کہ شوہر اسے علیحدہ ٹھکانہ (گھر) فراہم کرے (چاہے کرایہ کا ہو) لیکن سمجھدار بیوی کو چاہئے کہ شوہر کے تمام حالات کا اولا جائزہ لے کہ اس کے والدین کی صحت کیسی ہے، اس کے بھائی بہن کی تربیت ونگرانی، تعلیم ونکاح کے مسائل کیا باقی ہیں؟ شوہر کی آمدنی یا تنخواہ علیحدہ رہنے کے خرچ کا تحمل کرسکتی ہے کیا نہیں؟ کیا خود اس کے اندر اپنے بچوں کے نہلانے دھلانے پڑھانے سکھانے اور امورِ خانہ داری کو سنبھالنے کی استعداد پیدا ہوئی ہے نہیں؟ وغیرہ مسائل کو سنجیدگی سے سوچے بغیر اور ساس سسر کو ضرورت کا احساس دلا کر باہم اعتماد کی فضا قائم کئے بغیر الگ مکان کی فکر بہت سے انتشار اور پھوٹ کا سبب بنتی ہے اور نہایت خودغرضی اور بے رحمی ہے، جب تک حالات بن نہ پائیں، اور شوہر کے والدین اجازت نہ دیں، شوہر کے بھائی کی بیویوں اور شوہر کی بہنوں کے ساتھ خدمت تواضع اور معافی کا معاملہ کریں، فوراً ہی علیحدہ نہ ہوں؛ کیونکہ انسان خصوصاً عورت کے ساتھ صحت مرض، حمل، ولادت وغیرہ کے اونچ نیچ لگے ہوئے ہیں، سماج سے کٹ کر کوئی زندگی نہیں گذار سکتا، چنانچہ اگر الگ مکان میں رہ رہے ہوں تو اپنی والدین کی طرح شوہر کے والدین کی مزاج پرسی اور ہر قسم کا تعاون کرتے رہے۔

بیوی کو چاہئے کہ شوہر کے احوال اور اس کی وسعت اور گنجائش کو علیحدہ مکان اور رہائش کے مطالبہ کے وقت پیشِ نظر رکھے، جب تک اس کے احوال درست نہ ہوں موجودہ زندگی اور احوال کو سہتے رہے، اس حوالہ سے یہ اثر نصیحت خیز ہے۔

حضرت محمد بن حنفیہؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: وہ صاحبِ عقل وحکمت نہیں ہے جو اس شخص کے ساتھ رواج کے مطابق تعلقات نہ رکھے جس کے ساتھ بہر حال اس کو رہنا ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کیلئے کشائش کا راستہ نکال دے ''ليس بحكيم من لا يعاشر

بالمعروف من لا یجد من معاشرته بدّا ، حتی یجعل اللّٰہ لہ فرجة أو مخرجًا " (۱)

علیحدہ گھر کا مطالبہ کرکے بیوی اپنے شوہر اور اس کی ماں کے درمیان بلاضرورت جدائیگی اور دوری پیدا کرکے اس وعید کی مستحق نہ ہو کہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: جو شخص ماں اور اس کے لڑکے کے درمیان جدائیگی کرے تو اللہ عزوجل روزِ قیامت اس کے اور اس کے عزیزوں کے درمیان جدائی پیدا کردیتے ہیں " من فرّق بین والدة وولدها فرّق اللّٰہ بینه وبین أحبّته یوم القیامة " (۲)

شوہر کی پہلی بیوی، جیٹھ، دیور اور نند کی اولاد کی پرورش

بعض دفعہ بہت سی عورتیں ایسے مرد سے نکاح کرلیتی ہیں جس کی پہلی بیوی سے بچے ہوتے ہیں اب ان بچوں کی پرورش اس نئی بیوی کو کرنی پڑتی ہے، مگر بہت کم عورتیں ایسی ہوتی ہیں جو شوہر کی پہلی بیوی کی اولاد کو پیار ومحبت سے پرورش کرتی ہوں، ایسے بچے اکثر مائدر کے مظلوم ہوتے ہیں، اسی طرح اگر عورت کو بھائی بہن یا نند اور جیٹھ یا دیور کی اولاد کی پرورش کا موقع ہاتھ آجائے تو ثواب کیلئے غنیمت جانے اور بچے کی دل سے پرورش کرے اور پوری شفقت کے ساتھ ان کی ضرورتوں کی پورا کرے، بعض مرتبہ یہ بچے یتیم ہوتے ہیں، تو ایسی صورت میں ان کی شفقت بھری پرورش وپرداخت کا ثواب مزید بڑھ جاتا ہے، اگر نسوانی جذبات اور نفسانیت کے جذبات مذکورہ بالا بچوں کی خدمت سے روکیں تب بھی ایمانی جذبات کے پیش نظر ان کی خدمت کرے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو عورتیں اونٹوں پر سوار ہوتی ہیں (عربی عورتیں) ان میں سب سے بہترین عورتیں قریش کی ہیں جو بچپن میں اپنی اولاد پر سب عورتوں سے زیادہ شفقت رکھتی ہیں " أحناہ علی ولد فی

(۱) الأدب المفرد: باب التؤدة فی الأمور، حدیث : ۹۸۸، اس کو البانی نے صحیح کہا ہے۔

(۲) ترمذی: باب فی کراهیة التفریق بین السبی، حدیث: ۱۵۶۶، امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب کہا ہے۔

صغرہ" اورشوہر کے مال کی سب سے زیادہ نگہداشت رکھنے والی ہوتی ہیں۔(۱)

یہاں حدیث شریف میں جو یہ الفاظ ہیں کہ " أحناه علی ولد فی صغره " اس میں لفظِ" ولد" نکرہ ہے جس میں مطلقاً اولاد کا ذکر ہے، اگر لفظِ "ولدها" ہوتا تو حدیث میں شفقت سے پالنے کی فضیلت صرف عورت کی اپنی اولاد تک محدود ہوتی، اپنی اولاد کے علاوہ دوسرے بچوں پر شفقت کرنے کی فضیلت بتانے کیلئے حدیث میں مطلقاً لفظِ" ولد" لاکر اس طرف اشارہ فرمایا کہ جو بچہ بھی عورت کی پرورش میں آجائے اپنا ہو یا دوسروں کا اُسے شفقت سے پالنا خیر وخوبی اور فضیلت وثواب کی بات ہے۔

حضرت امّ سلمہؓ اور ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے بڑی قربانیوں کے ساتھ اسلام قبول کیا تھا اور بڑی ہی جانفشانیوں سے ہجرت کی تھی اور ابوسلمہ رضی اللہ عنہ غزوہ احد میں آنے والے زخمیوں میں وفات پاچکے تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغامِ نکاح ان کے پاس لے کر پہنچے، حضرت امّ سلمہؓ نے تین عذر کئے: میں سخت غیور عورت ہوں، بال بچوں والی ہوں، میری عمر بھی زیادہ ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر ان کے ان اعذار کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان کے پاس جاؤ اور ان سے یہ کہو کہ: تمہارا یہ کہنا کہ میں غیور عورت ہوں تو میں اللہ سے دعا کئے دیتا ہوں وہ تمہاری غیرت کو ختم کردے، اور تمہارا یہ کہنا کہ میں مصیبت زدہ عورت ہوں تو ہم تمہارے بچوں کی کفالت کرلیں گے، "فستکفین صبیانك" الغرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اولاد کے پرورش کی ذمہ داری کے ساتھ ان سے نکاح فرمالیا۔(۲)

حضرت ابوطالب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں، جنہوں نے مکہ مکرمہ میں ہر طرح سے دینِ اسلام کی حمایت کی، انہیں بچے بہت زیادہ تھے، معاشی تنگیاں اور کفّار قریش کے مسلسل تکالیف پہنچوانے، گھاٹی میں بند کردیا، ان سے لین دین اور کاروبار بند کردیا، شادی بیاہ کے

(۱) بخاری: باب الی من ینکح: حدیث: ٤٧٩٤

(۲) سنن النسائی: باب نکاح الابن أمّه، حدیث: ٣٢٥٤، حافظ نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے: الاصابة: حرف السین: ٢٢٣/٨

تعلقات منقطع کر لئے، کھانا پینا تک بند کر دیا، قحط سالی نے مصیبت میں اور زیادہ اضافہ کر دیا تھا؛ اس لئے رحمۃ للعالمین ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: ہم کو اس مصیبت اور پریشانی میں چچا کا ہاتھ بٹانا چاہئے " فانطلق بنا لنخفّف عنه "، چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کی کفالت قبول کر لی اور حضور ﷺ نے حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کی ہر طرح سے سرپرستی کی "وأخذ عباس جعفرًا فضمّه اليه ، فلم يزل علی مع رسول اللّٰه ﷺ " (۱)

اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ قریبی رشتہ کے بچوں کی پرورش میں ساتھ نبھانا چاہئے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ: بھائی تم نے شادی کی بھی یا نہیں؟ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں نے نکاح کر لیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: کنواری سے یا ثیبہ سے (بیوہ) عورت سے نکاح کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: میں نے ایک ثیبہ سے عورت سے نکاح کیا ہے، پھر حضور ﷺ کے یہ دریافت کرنے پر کہ تم نے ثیبہ سے نکاح کیوں نہیں کیا؟ تو انہوں نے فرمایا: میری چھوٹی چھوٹی بہنیں تھیں؛ اس لئے مجھے ایک ایسی عورت کی تلاش تھی جو ان کی دیکھ بھال کر سکے، اس لئے میں نے ثیبہ سے نکاح کیا، حضور ﷺ نے یہ سن کر ان کو دعا دی: " بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ وَعَلَيْكَ وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا بَالْخَيْرِ " (۲)

اس روایت میں جہاں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے ثیبہ سے شادی کرنے میں بہنوں کی پرورش اور ان کی تربیت ترجیح دینا معلوم ہوتا ہے، یہیں سے امامِ بخاریؒ نے اپنے عنوان کے ذریعہ یہ ثابت کیا ہے: عورت کو اپنے شوہر کی اولاد کی پرورش میں معاون بننا چاہئے، اور اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ عورت کو شوہر کی بہن بھائیوں کی اگر وہ تربیت اور دیکھ ریکھ کے محتاج ہیں تو اس میں شوہر کا معاون بننا چاہئے، خصوصاً جبکہ ان بچوں کے ماں باپ نہ ہوں۔

سیرتِ نبوی ﷺ کے ان دو پہلوؤں پر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ دوسروں کے بچوں کی

(۱) الاستيعاب فی معرفة الاصحاب، محمد رسول اللّٰه ﷺ: ۱/ ۳۸، دار الجيل، بيروت
(۱) بخاری: كتاب النكاح، باب عون المرأة زوجها فی ولده، حديث: ۵۰۵۲

دیکھ بھال اور تعلیم اور تربیت میں کس طرح حصہ لینا چاہیے، ہم سے اتنے بڑے پیمانہ پر نہ ہوسکتا ہوتو کم از کم ایک مکان میں ساتھ رہنے والے رشتہ داروں کے بچوں کی نگہداشت کرنا چاہیے۔

بہن کی تربیت کا ثواب

ایسے ہی بھائی کو چاہیے کہ بہن کی تربیت، پرورش اور اس کی تعلیم وغیرہ پر توجہ دے کر اُخروی اجر کا مستحق بن جائے۔

حضور ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ: جس شخص کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں وہ ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرے اور ان کی بہترین دیکھ ریکھ کرے تو وہ اسے جنت میں داخل کردیں گی
”لا یکون لأحد ثلاث بنات أو ثلاث أخوات الّا دخل الجنّة“ (۱)

حمل ورضاعت کے فضائل

عورت پر جو حمل کا زمانہ اور رضاعت کی مدت گذرتی ہے یہ نہایت ہی دشوار گذار اور کٹھن مصائب وتکالیف کا دور ہوتا ہے، اگر اللہ عزوجل نے اولاد کی فطری اور طبعی محبت اور صاحبِ اولاد ہونے کا داعیہ اور جذبہ نہ رکھا ہوتا تو شاید کہ کوئی عورت حمل، وضعِ حمل اور مدتِ رضاعت کے دشوار گذار مراحل کو برداشت کرپاتی، اللہ عزوجل نے مردوعورت کے اندر ایک دوسرے کے جانب میلان ورجحان اور اس کے نتیجے میں ان دونوں کے رشتۂ ازدواج کے بندھن میں بندھ جانے اور فطری جنسی عمل کے نتیجے میں اولاد کی پیدائش، پھر اولاد کے ساتھ ماں باپ کا لگاؤ وتعلق ان تمام کڑیوں کو اللہ عزوجل نے ایک دوسرے کے ساتھ مربوط کیا ہوا نہ ہوتا تو شاید عورت ان تمام صبر آزما ذمہ داریوں سے صحیح طرح سے سبکدوش نہ ہوتی، اس لئے اللہ عزوجل نے نہ صرف معاشرت وازدواج کا ایک نہایت حکیمانہ نظام قائم کیا؛ بلکہ ہر ہر قدم پر اس معاشرتی وازدواجی زندگی کے درمیان در پیش ہونے والے مصائب ومراحل کو انگیز کرنے پر ثوابِ آخرت کے بڑے بڑے وعدے فرمائے، خصوصًا عورت کے زمانۂ حمل وولادت ورضاعت کی مدت چونکہ پریشانیوں اور مصائب وتکالیف کا ایک دور ہوا کرتا ہے جسے وہ انگیز

(۱) الأدب المفرد: باب ثلاث اخوات، حدیث: ۷۹، محقق شعیب الارنؤط اس حدیث کو صحیح لغیرہ کہا ہے

کرتی ہے تو اللہ عزوجل اس کیلئے اس پر بے شمار وعدے فرمائے ہیں، اس حوالہ سے یہ روایت نہایت چشم کشا ہے: آپ ﷺ نے ایک موقع سے عورتوں کو خطاب کر کے فرمایا: کیا تم میں کوئی اس بات پر راضی نہیں ہے کہ جب وہ اپنے شوہر سے حاملہ ہو، اور اس کا شوہر اس سے راضی ہو تو اسے روزے اور اللہ کی راہ میں نگہبانی کرنے والی کی طرح ثواب ملتا ہے، اور جب اُسے دردِزہ ہوتا ہے تو اہلِ زمین وآسمان میں سے کوئی شخص اس کیلئے جو ٹھنڈک کا سامان اللہ کے یہاں رکھا گیا ہے تو اسے کوئی نہیں جانتا، پھر جب وہ بچے کو جنتی ہے تو اس کے پستانوں سے جو کوئی دودھ کا قطرہ نکلتا ہے اور بچہ اس کے پستانوں سے جو کوئی دودھ کا گھونٹ پیتا ہے تو اُسے ہر دودھ کے قطرے اور گھونٹ کے بدلے اسے اجر وثواب سے نوازا جاتا ہے، اگر عورت وہ بچہ کی وجہ سے کوئی رات جاگ لیتی ہے تو اسے ستر غلاموں کے آزاد کرنے کا ثواب لکھا جاتا ہے "فان اسهرها ليلة كان لها مثل أجر سبعين رقبة تعتقهم فى سبيل اللّٰه" (۱)

اور ایک روایت میں یوں فرمایا گیا: حضرت ابن عمرؓ راوی ہیں کہ "المرأة فى حملها الىٰ وضعها الىٰ فصالها كالمرابط فى سبيل اللّٰه وان ماتت فيما بين ذلك فانّ لها أجر شهيد" (۲) عورت کو اس کے زمانہ حمل سے وضع حمل اور دودھ چھڑانے کی مدت تک اللہ کی راہ میں نگہبانی کرنے کی طرح ثواب عنایت کیا جاتا ہے، اگر وہ اس درمیان مرجاتی ہے تو اسے شہید کا سا اجر دیا جاتا ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عورت جب بچہ جنتی ہے تو اُسے ہر مرتبہ

---

(۱) كنز العمال: الفصل الثانى فى ترغيبات تختص بالنساء: حديث ۴۵۱۲۲، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے، اس میں عمار بن نصیر ہیں، ان کی ابن حبان اور صالح جزرہ نے توثیق کی ہے اور ابن معین وغیرہ نے ان کی تضعیف کی ہے اور اس کے بقیہ رجال ثقہ ہیں: مجمع الزوائد: بابا ن فى حقوق الزوج على المرأة: حديث: ۷۶۲۹

(۲) كنز العمال: الفصل الثانى فى ترغيبات تختص بالنساء، حديث: ۴۵۱۵۹، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس کو طبرنی نے روایت کیا ہے، اس میں قیس بن ربیع ہیں جن کو شعبہ اور ثوری نے ثقہ کہا ہے اور دیگر لوگوں نے ضعیف کہا ہے، اسحاق بن ابراہیم کو میں نہیں جانتا، اور اس کے بقیہ رجال ثقہ ہیں: مجمع الزوائد: بابان فى حقوق الزوج على المرأة: حديث: ۷۶۳۰

کے چوسنے اور ہر دودھ کے گھونٹ پر ایک نفسِ انسانی کے زندہ کرنے کا ثواب دیا جاتا ہے، " فاذا وضعت كان لها بكلّ مصّة أو رضعةٍ أجر نفس تحييها "(۱) پھر وہ جب دودھ چھڑاتی ہے تو فرشتہ اس کے کاندھوں پر ایک ضرب (مار) لگاتا ہے اور کہتا ہے: اپنا عمل پھر دوبارہ شروع کر۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے اپنی ماں کو سخت گرم اور ریتیلی زمین میں تین میل کے فاصلہ تک اپنے کاندھے پر لے چلا ہوں، اتنی گرم زمین کہ اگر میں اس پر اپنے گوشت کا ایک ٹکڑا بھی ڈال دیتا تو وہ بھن جاتا تو کیا میں نے اپنی ماں کا حق ادا کر دیا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: شاید کہ یہ تمہارے دنیا میں آنے کے وقت کے چیخوں میں سے ایک آہ کا بدلہ ہو جائے " لعلّه أن يكون لطلقة واحدة " (۲)

عورت حمل ورضاعت کی حالت میں جو مصائب اور تکالیف جھیلتی ہے اس کو اللہ عز وجل نے مقامِ احسان وامتنان میں بیان کیا ہے ارشادِ باری عز وجل ہے "حَمَلَتۡهُ اُمُّهٗ وَهۡنًا عَلٰى وَهۡنٍ وَّ فِصٰلُهٗ فِىۡ عَامَيۡنِ، اَنِ اشۡكُرۡ لِىۡ وَلِوَالِدَيۡكَ " (۳) اس کو اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری جھیلتے ہوئے اسے پیٹ میں رکھا اور دو سال میں اس کا دودھ چھڑایا کہ میرا شکر کرو، اور اپنے ماں باپ کا۔

اور ایک جگہ ارشادِ باری عز وجل ہے "وَوَصَّيۡنَا الۡاِنۡسَانَ بِوَالِدَيۡهِ اِحۡسَانًا، حَمَلَتۡهُ اُمُّهٗ كُرۡهًا وَّوَضَعَتۡهُ كُرۡهًا وَحَمۡلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوۡنَ شَهۡرًا " (۴) اور ہم نے انسان کو ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دیا، اس کی ماں اسے تکلیف کے ساتھ (پیٹ میں) اٹھائے رہی اور اس نے اس کو تکلیف کے ساتھ جنا اور اس کا حمل اور اس کا

(۱) کنزالعمال: المحلی من المیم، حدیث: ٢٤٥٧٥

(۲) مجمع الزوائد: باب ما جاء فی البر وحق الوالدین، حدیث: ١٣٣٩٤، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے، اس میں حسن بن جعفر ہیں وہ ضعیف ہیں اور لیث بن ابی سلیم یہ مدلس ہیں۔

(۳) اللقمان: ١٤ (۴) الاحقاف: ١٥

دودھ چھڑانا تیس مہینے میں ہوا۔

عورتوں کے دیگر فضائل

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا : دنیا کی عورتیں بہتر ہیں یا جنت کی حورِعین؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بلکہ دنیا کی عورتیں حورِعین سے ایسی فضلیت میں بڑھی ہوئی ہوتی ہیں جیسے اوپر کا کپڑا اَستر کے کپڑے کے مقابلے میں فضلیت کا حامل ہوتا ہے، میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ ! یہ کس وجہ سے؟ فرمایا: اپنے روزوں اور عبادتوں کی وجہ سے، اللہ عزوجل ان کے چہروں کو نورانی اور ان کے جسم کو روشن، گورا چٹا، نرم وملائم، سبز کپڑوں اور پیلے زیور سے آراستہ کردیں گے، ان کے بالوں کی لٹیں موتیوں سے لدی ہوئی ہوں گی، اور ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی، کہیں گی: سنو ہم ہمیشہ کیلئے ہیں، کبھی نہیں مریں گی، اور ہم ایسی نرم ونازک ہیں کہ ہم میں کوئی کھردراپن نہیں آئے گا، ہم ہمیشہ کی مقیم ہیں، ہمیں یہاں سے کوچ کرنا نہیں ہے، اور سنو! ہم ایسی راضی اور خوش ہیں کہ ہم کو کبھی ناراضگی نہیں ہوگی، مبارک ہو اس کیلئے جس کیلئے ہم ہیں اور وہ ہمارے ہیں "طوبیٰ لمن کنّا له وکان لنا" (۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورت کی برائی اور گناہ یہ ہزار فاسق وفاجر کے گناہ کے مثل ہے، اور ایک مومن عورت کی نیکی ستر صدیقوں کی نیکی کے برابر ہے" انّ فجور المرأة کفجور الف فاجر، وانّ برّ المؤمنة کعمل سبعین صدیقًا " (۲)

---

(۱) المعجم الاوسط: من اسمه بکر، حدیث: ۵۱۴۱، دار الحرمین، القاهرة علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس کو طبرانی اوسط میں روایت کیا ہے، اس کی سند میں سلیمان بن ابی کریمۃ ہیں اور وہ ضعیف ہیں مجمع الزوائد باب ان فی نساء الجنة، حدیث: ۱۸۷۵۵

(۲) حلیة الأولیاء: حدیر بن کریب: ۶/۱۰۱، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: اس کو بزار نے روایت کیا ہے اور اس میں سعید بن سنان ہیں اور وہ متروک ہیں: مجمع الزوائد: باب فی المرأة الصالحة وغیرها حدیث: ۷۴۳۴

خاوند کے آنے سے پہلے اپنے آپ کو صاف ستھرا کر لے

جب خاوند کے گھر آنے کا وقت ہو تو عورت کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو صاف ستھرا رکھے، ہوتا یوں ہے کہ جب باہر نکلنا ہو تو دلہنوں کی طرح سج سنور کر جائیں گی اور شوہر کے آنے کے وقت میلی کچیلی رہیں گی۔

ایک مرتبہ نبی ﷺ اپنے صحابہؓ کے ساتھ ایک غزوہ سے واپس آئے، اور مدینہ کے باہر ہی قیام فرمایا، حالانکہ گھر بہت قریب تھے اور گھر بھی جا سکتے تھے، مگر نبی ﷺ نے فرمایا کہ: نہیں رُک جاؤ اور اپنے گھروں میں اطلاع بھیج دو کہ بیویاں اپنے آپ کو خاوندوں کیلئے تیار کر لیں۔

اسی کو ایک روایت میں یوں فرمایا: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کسی انسان کی گھر سے غیر حاضری کا زمانہ زیادہ ہو جائے یعنی اس کو سفر میں زیادہ دن لگ جائیں، تو وہ (اچانک) رات کو گھر نہ آئے،" نهى رسول اللّٰه اذا طال الرجل الغيبة ان يأتى اهله طروقًا " (۱)

گھر کے اندر ایک جگہ مصلے کیلئے مخصوص کر دیں

گھر کے اندر ایک جگہ مصلے کیلئے مخصوص کریں اور اسی کو مسجد سمجھیں، وہاں قرآن رکھا ہوا ہو، تسبیح بھی موجود ہو اور حجاب ہو؛ تا کہ نماز پڑھنا آسان ہو، اس جگہ روزانہ کچھ دیر بیٹھنے کی عادت ڈالیں حتی کہ طبیعت مانوس ہو جائے، اپنے فارغ اوقات بجائے کرسیوں، ٹی وی سیٹ، اسکرینوں کے سامنے گذارنے کے مصلی پر بیٹھے کی عادت ڈالیں، صحابیاتؓ کی عادت یہ تھی کہ وہ اپنے شوہروں کو کام کاج پر بھیجنے کے بعد چاشت کی نفل پڑھتیں، اللہ عزوجل نے چاشت کی نماز میں روزی کی برکت رکھا ہے، اب شوہر کے جانے کے بعد یہ مصلے پر بیٹھ کر شوہر کیلئے رزقِ حلال کے حصول کیلئے دعائیں کرتی رہے۔

---

(۱) مسلم: باب كراهة الطروق، حديث: ٤٩٦٧

فون پر مختصر گفتگو کی عادت ڈالیں

فون پر مختصر گفتگو کی عادت ڈالیں، یہ نہیں کے کھانے پکانے وغیرہ کی تفصیلی گفتگو آدھا آدھا گھنٹہ پر مشتمل ہورہی ہے، وقت بھی برباد، بسا اوقات اس میں چغلیاں بھی ہورہی ہیں، اور بالکل بھی غیر محرم سے نرم لہجہ میں بات نہ کریں، "فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ"(۱) (بات میں نرم رویہ اختیار نہ کریں) کم سے کم گفتگو کریں، ہر دو برتن میں جیسے کھٹ پٹ ہو جاتی ہے، اسی طرح سسرال میں بھی کچھ نہ کچھ نوک جھونک ہو جاتی ہے؛ ایک ماں کی پیٹ سے پیدا ہونے والے اور ایک برتن میں کھانے والے بھائیوں کا مزاج الگ الگ ہوتا ہے؛ لیکن اپنا بھائی، بہن سمجھ کر پھر صلح کر لی جاتی ہے، اسی طرح سسرال میں ہونے والی باتوں کو نقل کر کے اپنے ماں باپ کو پریشان نہ کریں، سمجھدار مائیں اپنی بیٹیوں سے شکوہ شکایت سن بھی لیتی ہیں تو انہیں معاف کر دینے اور منہ میں پانی ڈال لینے کی ترغیب دیا کرتی ہیں، گھریلو کام کاج میں کوتاہی میکے میں بھی ہوتی ہے؛ مگر ماں باپ گوارا کر لیتے ہیں، مگر سسرال میں زندگی عقیدت اور محبت سے زیادہ حقیقت پسندی اور فرض شناسی پر چلتی ہے: اس لئے شوہر کے گھر میں وہی ہر دلعزیز بنتی ہے جو اپنی ذمہ داریاں بخوبی پوری کرے۔

شوہر کو پریشانی میں تسلی دے

شوہر کو پریشانی کے وقت تسلی دیا کرے، یہ صحابیاتؓ کی سنت ہے، جیسے نبی کریم ﷺ پر پہلی وحی کا نزول ہوا تو آپ ﷺ یہ کہتے ہوئے گھر تشریف لائے "زمّلونی، زمّلونی" میرے چادر اڑھا دو، میرے چادر اڑھا دو، حضرت خدیجہ الکبریٰؓ نے آپ کو تسلی آمیز کلمات کے ذریعہ ڈھارس بندھوائی، آپ ﷺ فرماتے تھے "خشتُ علی نفسی" مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے، توانہوں نے فرمایا: "کلّا" ہرگز نہیں "انّك لتصل الرحم" آپ ﷺ تو صلہ رحمی کرنے والے ہیں، "وتحمل الكّل" دوسروں کا بوجھ اٹھانے والے ہیں،

(۱) الأحزاب: ۲۳

" تکسب المعدوم " آپ ﷺ تو جن کے پاس کچھ نہیں، ان کو کما کر دینے والے ہیں، مہمان نوازی کرنے والے ہیں، جب آپ ﷺ کے اس قدر اچھے اخلاق ہیں تو اللہ عزوجل آپ کو ضائع نہیں کریں گے، چنانچہ اہلیہ کی ان باتوں سے آپ کو تسلی ہوئی۔ (۱)

شوہر جب کاروبار سے یا کسی اور بات پر پریشان ہو تو عورت کی ذمہ داری ہے کہ وہ گھر میں آئے تو تسلی کے بول بولے۔

بیوی پر سب سے بڑا حق اس کے شوہر کا ہے

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورت پر سب سے بڑا حق اس کے شوہر کا ہے اور مرد پر سب سے بڑا حق اس کی ماں کا ہے " أعظم النّاس حقًا علی المرأة زوجها وأعظم النّاس حقّا علی الرجل أمّه " (۲)

زندگی کے معاشرتی اور عائلی مسائل میں دوراہیں ایسی آجاتی ہیں کہ اگر بیوی کو راضی کریں تو ماں ناراض، ورنہ بیوی ناراض، اسی طرح بیوی کے سامنے شوہر اور اپنے بھائی کی مختلف رائے، شوہر اور سگی ماں کی ایسی باتیں سامنے آجاتی ہیں کہ آدمی اس موڑ پر حیران رہ جاتا ہے، ایسے موقع پر یہ حدیث بہت ہی متوازن اور معتدل رہنمائی کرتی ہے، شوہر ماں کی بات پر عمل کرلے اور کسی طرح بیوی کو سمجھالے اور بیوی بہر حال اپنے شوہر کی تابعداری کرے تو بھائیوں اور ماں باپ کو مناسب طریقے سے مطمئن کرلے، کیونکہ انسان ہر معاملہ میں ہر شخص کی نہیں مان سکتا ہے۔

معاشرت میں اخلاص کو اپنائیے

عورت کو چاہئے کہ اپنے سسرال میں اپنی ہر ذمّہ داری کو بحسن وخوبی پورا کرتی رہے اور ساس سسر اور دیگر لوگوں کی خدمت اخلاص وللّٰہیت سے کرے، اس بارے میں کوئی کمی کوتاہی اپنی طرف سے نہ کرے، سسرال والوں کی جانب سے ان کا رویہ کس قدر خراب اور برا کیوں نہ ہو

(۱) بخاری: باب اول ما بدئ به رسول اللّٰه، حدیث: ۶۵۸۱

(۲) المستدرك: كتاب البرّ والصلة، حدیث: ۷۳۳۸، حاکم نے مستدرک میں اس کو شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے۔

وہ اپنی ذمّہ داریوں کی ادائیگی کو اپنا مطمحِ نظر اور مقصود بنائے رہے، ان سے اجر یا ان کی خوشنودی کی شکل میں ان سے معاوضہ کی طالب نہ ہو؛ بلکہ نیک نیّتی اور اپنائیت کے جذبہ کے ساتھ ذمہ داریوں کی ادائیگی میں لگی رہے اس اخلاص کے بدولت ایک دن وہ آئے گا کہ سسرال والوں کے دل خود پسیج جائیں گے اور وہ خود اس کے ہمدرد اور ہم نوا بن جائیں گے جب اخلاص سے کئے ہوئے صدقہ کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اس سے بدکار عورت بدکاری سے اور چور چوری سے اور بخیل بخل سے تائب ہوسکتا ہے تو کیوں کر بہو یا ساس کے اخلاص کی وجہ سے ایک دوسرے کے دل کیوں نہ بدلیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک شخص نے کہا: میں آج رات ضرور صدقہ کروں گا، وہ اپنے صدقہ کو رات میں لے کر نکلا، اور (بھول سے) اُسے ایک بدکار عورت کے ہاتھ میں رکھ دیا، صبح لوگوں میں چرچا ہوا کہ کل رات ایک بدکار عورت کو صدقہ دیا گیا، اس نے کہا: زانیہ پر صدقہ کرنے میں بھی تعریف اللہ ہی کیلئے ہے، پھر اس نے کہا: میں ضرور صدقہ کروں گا، وہ اپنے صدقہ کے مال کو لے کر گیا اور اسے ایک مالدار کے ہاتھ میں رکھ دیا، صبح چرچا ہوا کہ کل رات ایک مالدار کو صدقہ دیا گیا، اس نے کہا: مالدار کو صدقہ دینے پر بھی تیرے ہی لئے تعریف ہے، پھر وہ رات صدقہ لے کر نکلا، پھر اسے وہ ایک چور کے ہاتھ میں رکھ دیا، پھر صبح چرچا ہوا کہ رات چور کو صدقہ دیا گیا، اس نے کہا: اے اللہ! بدکار عورت، مالدار اور چور کو صدقہ کرنے پر بھی تیرے ہی لئے تعریف ہے، پھر اسے یہ بتلایا گیا کہ تیرا صدقہ قبول ہوگیا، بدکار عورت شاید کے عفیف اور پاک دامن ہوجائے، اور مالدار عبرت حاصل کرے اور اپنے مال کو اللہ کی راہ میں خرچنے لگے، اور چور اپنی چوری سے تائب ہوجائے " امّا الزانية لعلّها تستعفف، ولعلّ الغنى يعتبر فينفق ممّا أعطاه اللّه، ولعلّ السّار ق يستعفف عن سرقته " (۱)

(۱) مسلم: باب ثبوت أجر المتصدق، حديث: ۱۰۲۲

سسرالی تعلقات اور اُسوۂ نبوی

انسانی زندگی میں نکاح وہ بابرکت تقریب ہے جس سے خاندان کے اساسی ارکان مرد وعورت کے سسرال کا رشتہ ظہور میں آتا ہے، ویسے تو عمومی رشتہ کا حق ادا کرنا ہے "وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ " (۱) لیکن سسرالی رشتہ کے بھی کچھ حقوق ہیں اور اس سسرالی رشتہ کو مقامِ امتنان میں ذکر کرتے ہوئے باری تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مِنَ الْمَاءِ بَشَراً، فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَصِهْرًا وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا " (۲) اور وہ ایسا ہے جس نے پانی سے بشر کو پیدا کیا، پھر اس کو نسب والا اور سسرال والا بنایا اور تیرا رب بڑی قدرت والا ہے۔

مرد وعورت پر سسرال کے حقوق کی ادائیگی اس طرح یکساں فرض ہے جس طرح ان دونوں کی اپنی ذات کے حقوق ایک دوسرے پر یکساں فرض ہیں، اوران کے ایک دوسرے کے اقرباء سے حسنِ سلوک ہی میں ان دونوں کی کامیاب زندگی کا راز پنہاں ہے۔

سسرالی اور رحم کے رشتوں کی پاس داری اور خیال انبیاء کی سنت ہے، اس کا اندازہ ان احادیث سے ہوتا ہے "تم لوگ عنقریب ایک ملک (مصر) فتح کروگے جہاں قیراط کا رِواج ہوگا، وہاں کے لوگوں سے بھلائی کرنا؛ کیونکہ ان کا تم پر حق اور ان کا تم سے دامادی کا رشتہ بھی ہے اور رَحم کا بھی " فانّ لكم ذمّة ورحمًا " (۳)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ حضرت ہاجرہ اور نبی کریم ﷺ کے بیٹے ابراہیم کی والدہ ماریہ قبطیہؓ دونوں کا تعلق مصر سے تھا، چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کے اس فرمان کا پاس رکھا، جب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مصر فتح کرنے گئے تو لڑائی رُکی رہی، اوران کے نمائندہ پادریوں سے کہا ہمیں حکم دیا گیا ہے ہم آپ لوگوں سے بھلائی کریں؛ کیونکہ آپ لوگوں کے ساتھ ہمارا رحم کا تعلق ہے، پادریوں نے سنا تو بول اٹھے: سوائے انبیاء کے اس جیسی دور کی رشتہ داری کا کوئی لحاظ نہیں کرتا " قرابة بعيدة لا يصلُ مثلها الا الأنبياء " (۴)

---

(۱) سورة بنی اسرائیل: ۲٦ (۲) سورة الفرقان: ٥٤

(۳) مسلم: باب وصية النبی، حديث: ۱۹۷۰

(۴) تاريخ الطبری: تاريخ الرسل، ذكر الخبر عن فتحها: ۱۰۷/٤، مؤسسة الرسالة للطباعة والنشر، بيروت

☆ جویرہ ام المؤمنینؓ غزوۂ بنو مصطلق میں قید ہو کر ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئیں، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں زرِ کتابت مانگنے آئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا زرِ کتابت ادا کر کے ان سے نکاح فرمالیا، جیسے ہی نکاح کا علم ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمیت تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کے قبیلہ کے جتنے قیدی تھے سب کو رہا کر دیا، اور کہا کہ جس خاندان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کر لیا، وہ غلام نہیں بن سکتا، یعنی ان سے رشتہ داری کے بعد انہیں قیدی رکھنا حقِ قرابت کے خلاف ہے، اس واقعہ کے بارے میں ام المؤمنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ "میں کسی عورت کو نہیں جانتی جو اپنی قوم کیلئے جویریہ سے بڑھ کر برکت والی ہو، ان کی وجہ سے بنو مصطلق کے سینکڑوں گھرانے آزاد کر دیئے گئے تھے" أُعتق في سببها مائة أهل بيت من بني مصطلق" (۱)

☆ ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دروازے پر کسی عورت کی آواز سنی جو اندر آنے کی اجازت طلب کر رہی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے اشتیاق سے فرمایا: "اللّٰهمّ هالة، اللّٰهم هالة" یا اللہ یہ ہالہ ہیں۔ ہالہ یہ ام المؤمنین حضرت خدیجہ کی بہن تھیں اور شکل وصورت اور آواز میں ان سے مشابہ تھیں۔(۲)

☆ رشتہ دار تو ایک طرف رہے، ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کی سہلیوں کی آمد پر خوشی کا اظہار فرماتے تھے چنانچہ ایک بار حسانہ مزنیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں آئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کافی دیر تک ان سے باتیں کرتے اور ان کے حالات دریافت کرتے رہے، یہ بھی پوچھا کہ ہمارے بعد آپ لوگوں کا کیا حال رہا، جب وہ چلی گئیں تو حضرت عائشہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ کون تھیں جس کی جانب آپ اس قدر توجہ فرما رہے تھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ خدیجہ کی سہیلی تھیں، تعلقات کو نبھانا بھی ایمان ہے" ان حسن العهد من الايمان " (۳)

---

(۱) ابوداؤد: باب فی بیع المکاتب اذا فسخت الکتابة، حدیث: ۲۹۳۱، البانی نے اُسے حسن کہا ہے۔

(۲) بخاری: باب تزویج النبی، حدیث: ۳۶۱۰

(۳) المستدرك: كتاب الايمان: حديث: ٤٠، حاکم کہتے ہیں کہ: یہ حدیث شیخین کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور علامہ ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے

☆ ایک بار ام المؤمنین ام حبیبہؓ سے ان کے بھائی معاویہ ملنے کیلئے تشریف لائے، ان دونوں بہن، بھائیوں کا آپس میں بہت پیار تھا، یہ دونوں آپس میں باتیں کررہے تھے، حضور ﷺ نے ام حبیبہؓ سے فرمایا: کیا تمہیں معاویہ سے پیار ہے، عرض کیا: جی ہاں، بہت پیار ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: تو مجھے بھی اس سے پیار ہے "فانی احب معاویة وأحبّ من یحبّه" (۱)

☆ آپ ﷺ امہات المؤمنین کے بہن بھائیوں کی نیک عادات کا تذکرہ فرماتے جسے سن کر بیوی کا دل یقیناً مسرت اور خوشی سے لبریز ہو جاتا، چنانچہ ام المؤمنین حفصہؓ نے بھائی عبداللہ بن عمر کا ایک خواب سن کر فرمایا: " أری عبد اللّٰه رجلاً صالحا " عبداللہ صالح نوجوان ہے۔(۲)

☆ آپ ﷺ نے امہات المؤمنین کے بہن بھائیوں کی آمد پر بالکل روک ٹوک نہیں کی، جب جی چاہتا اپنی بہنوں سے ملاقات کیلئے آجاتے، یہ بھی بیوی سے حسنِ سلوک اور سسرالی رشتہ کے حقوق کا حصہ ہے، اسماء بنتِ ابوبکرؓ آپ ﷺ کے پاس اکثر آتی رہتی تھیں، آپ ﷺ نے کئی بار انہیں کچھ ہدایات فرمائیں، ایک بار فرمایا: گن گن کر خرچ نہ کیا کرو، ورنہ اللہ تعالی بھی تمہیں گن گن کر دے گا "ولا تُحصی فیحصی اللّٰه علیك"(۳)

☆ آپ ﷺ امہات المؤمنین کے بھائیوں پر شفقت فرماتے، چنانچہ ایک دفعہ حضرت اسماءؓ گٹھلیاں اٹھائے گھر کی طرف آرہی تھیں، اثنائے راہ آپ ﷺ چند صحابہ ہمراہ ملے، آپ ﷺ نے اپنی اونٹنی کو بٹھایا اور ان سے کہا کہ سوار ہو جاؤ۔(۴)

☆ حضرت اسماء بنتِ عمیسؓ ام المؤمنین حضرت میمونہؓ کی ماں کی جانب سے بہن تھیں، نبی کریم ﷺ اپنے اکثر گھریلو معاملات میں ان سے رائے لیتے اور ان پر اعتماد فرماتے، چنانچہ

---

(۱) تاریخ دمشق، معاویه بن صخر: ۸۹/۵۹، دار الفکر، بیروت
(۲) مسلم: کتاب الفضائل، باب من فضائل عبد اللّٰه، حدیث: ۶۵۲۴
(۳) مسلم: باب الحثّ علی الانفاق وکراهیة الانفاق، حدیث: ۱۰۲۹
(۴) مسلم: کتاب الأدب، جواز ارداف المرأة الاجنبیة اذا اعییت فی الطریق، حدیث: ۲۱۸۲

آپ ﷺ کی صاحبزادیاں حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ اور حضرت فاطمہؓ کے غسل اور تکفین کا انتظام انہوں نے ہی کیا تھا، حضرت فاطمہؓ کی رخصتی کے وقت یہی ان کے ساتھ گئیں تھیں۔

☆ نبی کریم ﷺ کی بیماری کے آخری ایام میں انہوں نے ایک دوا لاکر پلادی، اس وقت آپ بیہوش تھے، جب ہوش آیا تو پتہ چلا کہ اسماء نے دوا تجویز کی تھی اور دیگر تمام اہلِ خانہ کی رضامندی سے پلائی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو لوگ مجھے دوا پلانے میں شامل تھے، ان سب کو دوا پلائی جائے۔(۱)

☆ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کیلئے یہ دعا دیتے ہوئے سنا ہے " اللّٰھمّ علّم معاویة الکتاب والحساب ووقه العذاب " (۲)

☆ اور آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ کی والدہ ام رومانؓ کے تعلق سے فرمایا تھا: ''من سرّہ أن ینظر الی امرأة من الحور العین فلینظر الی ام رومان'' (۳)

☆ ایک دفعہ حضرت اسماء بنتِ عمیسؓ رسول اللہ کی سوتیلی ساس اور حضرت عائشہؓ کی سوتیلی ماں ہیں، واقعہ یوں ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت اسماء بنت عمیسؓ کو کہہ دیا کہ ہم نے (مکہ سے مدینہ شریف) کی طرف ہجرت کرنے میں تم سے سبقت کی، پس ہم رسولِ خدا ﷺ کے ساتھ تم سے زیادہ حقدار ہیں، یہ سن کر حضرت اسماءؓ غصہ میں آئیں، اور حضور ﷺ کی خدمت میں جاکر شکایت کی کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ یوں کہتے ہیں: تو حضور ﷺ نے تسلی دلائی اور فرمایا کہ ''لہ ولأصحابہ ھجرة واحدة ولکم أنتم أھل السفینة ھجرتان '' یعنی اس کے اور اس کے ساتھیوں کیلئے ایک ہجرت ہے اور اے اہلِ سفینہ تمہارے لئے دو عدد ہجرتیں ہیں، تمہارے لئے دوگنا ثواب ہے۔(۴)

---

(۱) الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ذکر اللدود الذی لُدّبه رسول اللہ ﷺ، دار المصادر بیروت: ۲۳۵/۲

(۲) الاستیعاب: واسم ابی سفیان صخر بن حرب: ۴۴/۱

(۳) الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ۲۷۷/۸

(۴) مسلم: باب فضائل جعفر واسماء بنت عمیس، حدیث ۲۵۰۳

داماد کے حقوق سسرال پر

داماد کی خوبیوں کا اعتراف

ساس اور سسر کو اپنے داماد کے ساتھ شفقت ومحبت کا سلوک کرنا چاہئے، اور اس کی خوبیوں کا اعتراف کرنا چاہئے، یہ ان کی بیٹی کی ازدواجی خوشیوں کا بہترین طریقہ ہے، مفید ترین نفسیاتی عمل ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے سب سے بڑے داماد ابوالعاص ؓ جو خدیجہ کے بھانجے تھے، اپنی بیوی زینب ؓ کے ساتھ بہترین سلوک کرتے تھے، ابتدائے اسلام میں کفار نے ابوالعاص پر دباؤ ڈالا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کو طلاق دے دیں مگر انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں اپنی بیوی کو اپنے آپ سے جدا نہیں کروں گا، جب غزوۂ بدر میں ابوالعاص کا فدیہ یہ قرار پایا کہ وہ مکہ جا کر حضرت زینب ؓ کو مدینہ منورہ بھیج دیں گے تو انہوں نے اپنا یہ وعدہ پورا کیا، ابوالعاص نے حضرت زینب کی موجودگی میں کسی دوسری بیوی کو اپنانے کا سوچا تک نہیں، ان کے اس اچھے سلوک کی تعریف آپ عمر بھر کرتے رہے۔(۱)

☆ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے دوسرے داماد تھے، یہ آپ ﷺ کو اتنے پیارے تھے کہ آپ ﷺ نے یکے بعد دیگرے اپنی دو بیٹیاں ان کے نکاح میں دیں۔

یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کا رویہ اپنی بیویوں کے ساتھ کتنا اچھا تھا، ان کے اس اچھے رویہ کے تعریف رسول اللہ ﷺ نے فرمائی: اگر میری دس بیٹیاں ہوتیں تو بھی یکے بعد دیگرے ان کو عثمان کی زوجیت میں دیتا، ”لو كنّ عشرًا لزوجتهن عثمان“ (۲)

یہ واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ ساس اور سسر کو کھلے دل کے ساتھ داماد کی خوبیوں کا اعتراف کرنا چاہئے؛ تاکہ ان کی حوصلہ افزائی ہو اور وہ بیٹی کے ساتھ مزید حسنِ سلوک کے ساتھ پیش آئیں۔

---

(۱) البداية والنهاية: قدوم زينب بنت الرسول: ۳/ ۳۳۱، مكتبة المعارف، بيروت
(۲) طبقات ابن سعد، ام كلثوم بنت رسول اللّٰه: ۸/ ۳۱، دار الكتب العلمية، بيروت

ساس سسر کی دیکھ ریکھ اور نگرانی

خاوند کے والدین کی نگرانی اور دیکھ ریکھ میں اللہ کا ڈر اور تقویٰ کو ملحوظ رکھے، ان کا احترام کرے، ساس، سسر، اس کے ماں باپ کے مقام پر ہیں، ان کو اپنے والدین کی طرح سمجھے۔

اسلام میں عمر رسیدہ اور معذور افراد کے تندرست اور جواں پر حقوق وفرائض ہیں: ارشادِ نبوی ہے: جس نے جوانی میں بوڑھوں کی عزت کی، بوڑھاپے میں جواں اس کی عزت کریں گے " ما اکرم شابّ شیخا لسنه الاّ قیّض اللّٰه من یکرمه عند سنّه " (۱)

کبشہ بنتِ کعب بن مالکؓ سے روایت ہے کہ وہ ابن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ کی نکاح میں تھیں، ایک دن ابوقتادہ رضی اللہ عنہ آئے، میں نے ان کے وضو کیلئے پانی رکھا، اتنے میں بلی آئی اور پانی پینے لگی، ابوقتادہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن جھکا دیا، مجھے تعجب ہوا تو ابوقتادہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: کیا تم تعجب کرتی ہو، اے میری بھتیجی؟ میں نے کہا: ہاں، انہوں نے جواب دیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: بلی نجس نہیں؛ کیونکہ وہ عموماً تمہارے یہاں پھرتی رہتی ہے (یعنی اس کا جھوٹا ناپاک نہیں) انها لیست بنجس انها من الطوّافین علیکم والطوّافات (۲)

معلوم ہوا کہ ساس اور سسر کی خدمت عہدِ رسالت میں بھی بہوئیں کیا کرتی تھیں، اور یہی ایک مسلمان بہو کو زیب دیتا ہے۔

بیوی اپنے بچوں کو شوہر کے اقرباء سے مانوس رکھے

عورت چونکہ اپنے بچوں کی مربیہ اور نگراں ہے، اس لئے اس کا یہ فرض ہے کہ وہ بچوں کی تربیت میں حقوق العباد کا احساس پیدا کرے، دادی جان، دادا محترم، اور دیگر اقرباء کی عزت کرنا سکھائے، انہیں ترغیب دے کہ وہ دادی، دادا، چچا، پھوپھی وغیرہ کے کام اپنے ہاتھ سے کریں، مثلاً وضو کرانا، بستر بچھانا، مسجد میں ساتھ لے جانا، تیمار داری کرنا، کھانا کھلانا۔

(۱) ترمذی: اجلال الکبیر، حدیث: ۲۰۲۲، امام ترمذی نے اس روایت کو غریب کہا ہے۔
(۲) ابوداؤد: باب سور الهرّة، حدیث: ۷۵، امام ترمذی نے اس روایت کو حسن صحیح کہا ہے۔

بچوں کے دادا، دادی ان کے والدین کی صف میں شامل ہیں، عورت بچوں کو ان کے مقام سے اس آیت کی روشنی میں آگاہ کرے: ”وَقَضٰى رَبُّكَ اَنْ لَا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ،وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْرًا (ا)

اور تیرے رب نے حکم فرمادیا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، اور ماں باپ سے حسنِ سلوک کرو، اور ان میں سے ایک یا وہ دونوں تیرے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اُف (بھی) نہ کہو، اور انہیں نہ جھڑکو اور ان دونوں کے ساتھ ادب سے بات کہو (کرو) اور ان کیلئے عاجزی کے (ساتھ) بازو جھکا دو مہربانی سے اور کہو، اے میرے رب! ان دونوں پر رحم فرما، جیسے انہوں نے بچپن میں میری پرورش کی۔

والدین لڑکے کے ازدواجی زندگی کا جائزہ لیتے رہیں

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے والد نے میرا نکاح ایک قریشی لڑکی سے کردیا، لیکن میں بدستور اپنی عبادت میں مشغول رہا، ایک دن میرے والد نے اپنی بہو سے کہا: ” كيف وجدت بعلك “ (تونے اپنے شوہر کو کیسے پایا؟) بہو نے کہا: بہترین آدمی ہیں، دن بھر روزہ رکھتے ہیں اور رات بھر نماز پڑھتے ہیں ”ولكن لا يفتش لنا كنفًا ولم يعرف لنا فراشًا “ لیکن اب تک ہمارے گوشۂ تنہائی میں نہیں آئے اور نہ ہمارے بستر کے قریب ہوئے، یہ سن کر میرے والد مجھے ڈھونڈتے ہوئے مسجد میں آئے، مجھے دیکھ کر بے حد ملامت کی، اور مجھ سے کہا: میں نے ایک عالی نسب وحسب والی قریشی لڑکے سے نکاح کیا اور تم اس سے اس طرح سلوک کرتے ہو اور اس کو یوں یکا وتنہا چھوڑتے ہو، پھر میرے والد میری حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلا بھیجا اور مجھ سے فرمایا:

(ا) الاسراء: ۲۴

میری سنت میں جس طرح نماز اور روزے کا اہتمام داخل ہے، اسی طرح کھانا، پینا اور بیوی سے تعلق رکھنا بھی داخل ہے، لہٰذا تم بھر تمہارے نفس کا بھی حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی حق ہے۔(۱)

بے شک حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی طرح ایک ذمہ دار سسر یا ساس کا یہ فرض ہے کہ وہ بیٹے کی غلطیوں پر اسے ڈانٹیں، اسے احساس دلائیں جو وہ اپنی بیوی کے حقوق کی ادائیگی کے معاملے میں کوتاہی کر رہا ہے۔

حضور ﷺ بحیثیتِ داماد

آپ ﷺ نے کوئی ایک یا دو نہیں؛ بلکہ گیارہ نکاح فرمائے ہیں، اور ان سارے سسرالی رشتہ داروں کے ساتھ بحیثیتِ شریف داماد آپ ﷺ کے اخلاق اور آپ ﷺ کا سلوک و برتاؤ نہایت شریفانہ رہا ہے۔

حضرت عائشہؓ کی والدہ اُمِ رومانؓ (آپ کی خوش دامن صاحبہ) کے بارے میں آپ ﷺ نے توصیفی کلمات ارشاد فرمائے: اگر کوئی دنیا کے اندر حور جیسی عورت کو دیکھ کر خوش ہونا چاہے تو اُمِ رومان کو دیکھو: "من سرّہ أن ينظر الى امرأة من الحور العين فلينظر الى ام رومان" (۲)

ان کی وفات ذوالحجہ ۶ھ میں ہوئی تو آپ خود بنفسِ نفیس قبر میں اترے اور یہ بھی دعا فرمائی کہ: اے اللہ! اُمِ رومان تیری راہ میں اور تیرے رسول کی خاطر کیا کیا مصیبتیں جھیلی ہیں تجھ سے پوشیدہ نہیں ہیں" اللّٰهم لم يخف عليك ما لقيت ام رومان فيك " (۳)

☆ ان کے والد (آپ کے خسر محترم) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قبولِ حق کی خوبیوں کو بیان کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ سوائے ابوبکر کے کوئی اور نہیں جس نے اسلام کی

(۱) بخاري: باب كم يقرأ القرآن، حديث: ٤٧٦٥
(۲) طبقات ابن سعد: ٢٧٧/٨، دار صادر، بيروت
(۳) معرفة الصحابة: ٢٠٧، دار الجيل، بيروت

دعوت دی ہو، اوراس نے بغیر ہچکچاہٹ کے اُسے قبول کرلیا ہو " ما دعوت أحداً الّا کانت له کبوة غیر ابی بکر" (۱)

ہجرت کا مشہور قصہ ہے کہ جب آپ ﷺ باذنِ الٰہی ہجرت کیلئے نکلے تو پہلے ان ہی کے مکان میں پہنچے اورانہیں اپنے ہمراہ کرلیا، حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ بغرضِ سفرِ ہجرت دواونٹنیاں خرید کر چھ ماہ سے انہیں کھلا پلا کر تیار کررہے تھے، ان میں ایک انہوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں پیش فرمایا، آپ ﷺ محسن عالم تھے، آپ ﷺ کو کسی کا احسان رکھ لینا گوارانہیں تھا، اس لئے فرمایا کہ: میں تو اس کی قیمت دے کر ہی لوں گا، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کو مجبوراً منظور فرمالیا۔(۲)

ایک دفعہ حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ بیمار ہوگئے تو ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کی درخواست پر ان کے حق میں آپ ﷺ نے صحت کی دعا فرمائی۔(۳)

سیرت کا اس رخ سے مطالعہ کرنے والے کو پتہ چلے گا کہ کبھی ازواجِ مطہرات کے رشتہ داروں کے ساتھ معاذ اللہ کسی غلط رویہ کے ساتھ آپ ﷺ پیش آئے ہوں، اور آج کے معاشرہ کی صورتحال یہ ہے کہ عورت کے رشتہ داروں کے ساتھ بدسلوکی اور بے عزتی کی جاتی ہے۔

حضور ﷺ کے مذکورہ ہجرت کے واقعہ میں اس اُسوہ کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اونٹنی پیش فرمائی تو آپ ﷺ کی صفتِ احسان وغیرتِ مردانہ نے اس بات کی اجازت نہ دی کہ بلا قیمت ہی اس کو لے لیں، چنانچہ آٹھ سو درھم دے کر اس کو لیا۔(۴)

☆ آپ ﷺ کے ایک خسر امیر المؤمنین خلیفۃ المسلمین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی ہیں، آپ ﷺ کا سلوک ان کے ساتھ بھی نہایت شریفانہ تھا۔

جب ام المؤمنین حضرت حفصہؓ بیوہ ہوگئیں تو ان کی تمنا تھی کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

---

(۱) البداية والنهاية: ١/ ١٠٨، مكتبة المعارف، بيروت

(۲) بخاری: باب التقنع، حديث: ٥٤٧٠

(۳) السيرة النبوية لابن كثير: ٢/ ٣١٥

(۴) السيرة النبوية ابن كثير: ٢/ ٢٣٣، دار المعرفة للطباعة والنشر، بيروت

یا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ان کی شادی کر دیں، مگران دونوں نے بھی خاموشی اختیار کی تو یہ کبیدہ خاطر ہوگئے اوراس کا اظہار انہوں نے دربارِ رسالت میں بھی کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تسلی دی اور فرمایا کہ: اس کی پروانہ کرو، میں عثمان کیلئے تمہاری بیٹی سے بہتر بیوی اور تمہاری بیٹی کیلئے عثمان سے بہتر شوہر کا انتظام کروں گا، اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اپنی دختر ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح فرمایا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو خود کے نکاح میں لیا، اس طرح آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیوہ بیٹی سے شادی کر کے ان کے وقار میں اضافہ کے خواہش مند تھے۔(۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے تعلق خاطر کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ ۹ھ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بات پر ازواجِ مطہرات سے ایلاء فرمایا: یعنی ایک ماہ ان کے قریب نہ جانے کی قسم کھائی تھی، ایک ماہ تک بالا خانہ ہی میں مقیم تھے، کسی کو اندر داخل ہونے کی مجال نہ تھی، اور نہ ہی اذنِ عا تھا، خادمِ خاص رباح دروازہ پر پہرہ دے رہے تھے، ایلاء کی اطلاع سن کر ملاقات کرنی چاہی مگر اندر سے کوئی جواب نہ آیا، کچھ دیر بعد بے چین ہو کر پھر اجازت طلب کی، اندر سے کوئی جواب نہیں آیا تو خادم سے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہو کہ میں حفصہ رضی اللہ عنہا کے سلسلے میں سفارش کرنے کیلئے نہیں آیا، بخدا! اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم چاہیں تو اس کی گردن اڑا دوں،" لئن أمرني رسول الله بضرب عنقها لأضربنّ عنقها " بالآخر انہیں داخل ہونے کی اجازت دی۔(۲)

اسلام سے دور خسر اور سسرالی رشتہ داروں کے ساتھ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اخلاق ورواداری میں کوئی فرق آنے نہیں دیا۔

☆ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات میں ایک ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بنت حارث بن ابی ضرار بھی ہیں، غزوۂ بنی مصطلق میں مدینہ منورہ پر حملہ کی تیاریاں ۵ھ میں شروع ہوئیں، کفار کی طرف سے حارث بن ابی ضرار ہی قیادت کر رہے تھے، ادھر مدینہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیاری کے ساتھ روانہ ہوئے، تب تک وہ منتشر ہو چکے تھے، بالآخر

---

(۱) اسد الغابة: حفصة بنت عمر: ۱/ ۱۳۳۱

(۲) مسلم: باب في الايلاء، حديث: ۱۴۷۹

مسلمانوں کو کامیابی ہوئی، اور چھ ہزار لوگ گرفتار ہوئے، جن کو آپ ﷺ نے مسلمانوں میں تقسیم کر دیا، ان کی بیٹی جویریہ صحابیٔ رسول حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئیں تو انہوں نے گذارش کی کہ مجھ سے بدلِ کتابت کر کے مجھے چھوڑ دو، اس رقم کے سلسلے میں گفتگو کرنے کیلئے حضرت جویریہؓ حضور ﷺ کے پاس آئیں، بعض روایات میں اس واقعہ کا دوسرا رُخ یہ ملتا ہے کہ ان کے والد جو سردارِ عرب تھے کہا: میری بیٹی کو کنیز بنا کر رکھنے میں میری رسوائی ہے، لہٰذا اسے آزاد کر دیا جائے، آپ ﷺ نے اس معاملہ کو حضرت جویریہؓ پر چھوڑ دیا انہوں نے حضور ﷺ کی صحبت وخدمت کو پسند کیا، آپ ﷺ نے ان سے نکاح فرمالیا۔(۱)

☆ آپ ﷺ کے ایک خوش نصیب خسر ابوسفیان بھی تھے، جو اگر چہ فتحِ مکہ کے موقعہ پر ۸ھ کو مسلمان ہوئے، مگر ان کی دختر رملہ بنت ابوسفیان کنیت اُمِ حبیبہؓ اس سے بہت قبل ہی ہجرت سے پہلے مسلمان ہو چکی تھیں، اور ہجرتِ حبشہ کے موقع پر وہیں قیام کے زمانہ میں رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں آکر اُم المؤمنین کے دائمی شرف واعزاز سے فیض یاب ہو چکی تھیں، ان کے والد (آپ ﷺ کے خسر) اگر چہ بعد میں مسلمان ہوئے، مگر بعید از اسلام ہونے کے زمانے میں بھی آپ ﷺ کا ان کے ساتھ برتاؤ اخلاق ورَواداری، اپنائیت اور دلجوئی کا رہا ہے، چنانچہ فتحِ مکہ کے موقع پر دس ہزار کا لشکر لے کر مکہ کے جانب روانہ ہوئے، مکہ کے ایک میل کے فاصلہ پر **مقام الظہران** میں پڑاؤ ڈالا، ادھر قریش کو اطلاع ہوئی تو تحقیقِ احوال کیلئے ابوسفیان کو بھیجا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیا تو فرمایا: کفر کے وجود کو مٹانے کا وقت آگیا، ویسے بھی آپ ﷺ کے سامنے ابوسفیان کے اسلام ومسلمانوں کے خلاف پوری داستان موجود تھی، اگر حضور ﷺ چاہتے تو انہیں قتل کر دیتے؛ لیکن اتنے بڑے دشمنِ اسلام کو بھی آپ ﷺ نے معاف فرمادیا، بلکہ الٹا احسان یہ فرمایا کہ: اعلان کروایا کہ ابوسفیان کو بھی پناہ اور جو اس کے ہاں پناہ لے اس کو بھی امن ہے۔

☆ آپ ﷺ کے اخلاق کا یہی شریفانہ برتاؤ ابوسفیان کی اہلیہ (آپ کی سوتیلی خوش دامن

(۱) الروض الانف: ۱۳٤-۲۲

اور والدۂ حضرت معاویہؓ) کے ساتھ رہا ہے، یہ وہی خاتون ہے جس نے آپ ﷺ کے چہیتے چچا سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کروایا تھا ان کا سینہ چاک کر کے کلیجہ کو چبا گئی تھیں، فتحِ مکہ کے موقع پر صفا کے مقام پر بیٹھ کر اسلام قبول کرنے والے مرد و خواتین کو اپنے ہاتھ پر بیعت کے وقت حضور ﷺ سے گفتگو کرتی رہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، انہوں نے کہا: یہ اقرار تو آپ ﷺ نے مردوں سے نہیں لیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ قتل نہ کرنا، انہوں نے کہا کہ ہم نے اپنے بچوں کو پالا تھا اور جب بڑے ہوئے تو جنگِ بدر میں آپ ﷺ نے انہیں قتل کر دیا، اب آپ اور وہ باہم سمجھ لیں۔(۱)

ان کے اس اندازِ گفتگو کو آپ نے برداشت کیا اور سنجیدگی سے ان کی گفتگو سماعت فرمائی اور بیعت کرلیا۔

حضور ﷺ بحیثیتِ خسر

حضور اکرم ﷺ نے ایک خسر کے حیثیت سے دامادوں کے ساتھ بھی اعلیٰ اور مثالی کردار ادا کیا ہے، جس میں داماد و خسر کے رشتہ کی نزاکت کی بھرپور رعایت بھی ہے، باپ کا پیار بھی، سرپرست کی شفقت و مہربانی بھی، ازدواجی زندگی میں مداخلت سے پرہیز بھی۔

☆ آپ ﷺ کی چار صاحبزادیاں تھیں، بڑی صاحبزادی سیدہ زینبؓ تھیں، ان کا نکاح آپ ﷺ نے مکہ مکرمہ میں ابوالعاص بن ربیع سے فرمادیا جو اس وقت ابھی اسلام نہیں لائے تھے، ابتدائے نبوت کے زمانہ میں کفار نے ان کو بہت اکسایا کہ بنتِ رسول کو طلاق دیں، مگر مزاج میں سلامتی تھی، اس لئے اس پر بالکل تیار نہ ہوئے، حضور ﷺ نے اس وصف کی مدح سرائی کی اور ان کا شکریہ ادا کیا۔(۲)

آپ ﷺ کے یہی بڑے داماد ابوالعاص ۶ھ میں قبیلہ قریش کے چند افراد کے ہمراہ بغرضِ تجارت ملکِ شام گئے ہوئے تھے تو شام کی سرحد کے ایک پہاڑ پر ابوجندل رضی اللہ عنہ اور

(۱) تفسیر البحر المحیط: ۱۰/۲۷۳

(۲) الروض الانف: ۳/۱۰۴

ابوبصیر رضی اللہ عنہ (دومۃ الجندل کی تفصیلات احادیث وسیر کی کتابوں میں منقول ہیں) پناہ گزیں تھے ان تمام افراد کے سامان کو ضبط کرلیا، اور انہیں گرفتار بھی کرلیا، البتہ داماد ابوالعاص کو گرفتار نہیں کیا، وہ سیدھے مدینہ چلے جہاں حضرت زینبؓ نے انہیں امان دی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوتو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ: میری بیٹی نے جس کو پناہ دی ہے بہتر ہے تم بھی ان کو پناہ دو یہ تم پر حق ہے، نہ صرف یہ بلکہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفارش کی کہ ان کا مال جو تمہیں حاصل ہوا ہے اس پر اگر چہ تمہارا حق ہے تم اس بارے میں با اختیار ہو؛ لیکن میرا ان سے جو تعلق ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ تم ان پر احسان کرکے ان کا مال واپس لوٹا دو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش کے بعد کیا مجال تھی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم مال کو روک لیتے؟ سارا مال حتی کہ اونٹ کی نکیل کی رسی بھی واپس لوٹا دی اور ابوالعاص اس کو لے کر مکہ لوٹے اور جس کا مال تھا وہ اسے واپس دے دیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ عالیہ وحسنِ سلوک سے اسلام سے محروم مگر سلیم الطبع داماد متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے، چنانچہ اسی وقت وہ اسلام میں داخل ہوگئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقعہ پر اپنی دختر سے فرمایا تھا کہ ''بیٹی ان کی عزت کرنا اور ان کو اچھا ٹھکانہ دینا''۔(۱)

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری صاحبزادی حضرت سیدہ رقیہؓ ہیں، ان کی پیدائش کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۳۳/ برس تھی، ان کا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ ہی میں حضرت سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ سے فرمادیا، حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے جو بیعتِ رضوان لی تھی، اس کا باعث ومحرک دراصل یہی تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنا سفیر بنا کر مکہ بھیجا تھا، ادھر یہ خبر گرم ہوگئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ یہ بدسلوکی کی گئی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا بدلہ لینے کیلئے جہاد کی غرض سے بیعت لی اور ان کے ہاتھ کی جگہ اپنا ہاتھ رکھا اور فرمایا کہ ''یہ عثمان کا ہاتھ ہے، اس کو دیکھ کر ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے رشک آمیز انداز میں فرمایا: ''عثمان کیلئے نبی کا ہاتھ تمام اصحابِ رسول کے ہاتھوں سے زیادہ بہتر ہے۔(۲)

(۱) الروض الانف: غزوۃ بدر الکبریٰ: ۵/۱۲۷، دار احیاء التراث العربی، بیروت
(۲) بخاری: باب مناقب عثمان بن عفان، حدیث:۳٦۹۸

ادھر جب سے حضرت سیدہ رقیہؓ کی وفات ہوئی اس وقت سے حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ غمگین رہنے لگے تھے، اور انہیں اپنی بے بسی اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاندانی نسبت سے محرومی کا احساس بڑا ستانے لگا تھا، ان کی دلبری کرنے کیلئے اگلے ہی سال ۳ھ میں اپنی تیسری بیٹی حضرت ام کلثومؓ سے ان کا نکاح فرمایا، چنانچہ حضرت سعید بن مسیّبؒ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ حضرت سیدہ رقیہؓ کی وفات کے بعد سے وہ غمگین رہنے لگے ہیں تو پوچھا: عثمان! کیا بات ہے؟ کیوں غمگین ہو؟ کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اب وہ اعزاز حاصل نہ رہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر جو میری زوجہ تھی تھیں وفات پا چکیں تو میری کمر ٹوٹ چکی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ دامادگی بھی باقی نہ رہا، یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ اچانک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اے عثمان! یہ دیکھو جبرائیل علیہ السلام آئے ہیں، مجھے اللہ کی طرف سے یہ حکم ملا ہے کہ میں مرحومہ کی بہن ام کلثومؓ سے ان ہی کے مہر کے مطابق تمہارا نکاح کردوں "یا عثمان هذا جبريل عليه السلام يأمرني عن اللّٰه عزوجل أن أزوّجك أختها أم كلثوم على مثل صداقها،ولى على مثل عشرتها " (۱)

تمام صحابہ رضی اللہ عنہم میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہی کو دوہری دامادگی کا اعزاز حاصل ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اگر میری کوئی تیسری بیٹی ہوتی تو اس کو بھی تمہارے نکاح میں دے دیتا " لو أنّ لنا ثالثةً لزوجنا عثمان بها " (۲)

اس سے بھی آگے کی بات یہ ہے کہ ابن عساکرؒ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب حضرت ام کلثومؓ کا انتقال ہوگیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے عثمان! اگر میری چالیس بیٹیاں ہوتیں تو میں (یکے بعد دیگرے) تم سے ان کا نکاح کر دیتا۔(۳)

اور ایک روایت میں ہے کہ " لو كنّ عشرًا لزوجتهنّ عثمان" یعنی اگر میرے پاس دس بیٹیاں ہوتیں تو میں (یکے بعد دیگرے) عثمان کی تزویج میں دے دیتا۔(۴)

(۱-۲) اسد الغابة: ۷/ ۳۷٤، دار الكتب العلمية ، بيروت

(۳) تاریخ دمشق: عثمان بن عفان: ۳۹/۴۳، دارالفکر، بیروت

(۴) طبقات ابن سعد: ذکر ام کلثوم: ۸/۳۸

اور ایک دفعہ آپ ﷺ نے اپنی بیٹی کے سامنے داماد کی تعریف فرمائی، حضرت عائشہؓ راوی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے شوہر تمہارے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور تمہارے والد محمد سے بہت مشابہ ہیں"۔(۱)

ایک طرف اس میں جہاں داماد کی تعریف وتوصیف ہے وہیں دوسری طرف بیٹی کو داماد کی قدرومنزلت بتا کر شوہر کی عظمت دل میں بٹھانا ہے۔

☆ آپ ﷺ کی آخری اور چہیتی بیٹی خاتونِ جنت حضرت سیدہ فاطمہ الزہراءؓ ہیں، آپ ﷺ نے ان کا نکاح حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے غزوۂ بدر کے بعد اور غزوہ احد سے پہلے فرمایا۔

حضور ﷺ نے دامادوں کے ساتھ ایک شفیق، نرم دل باپ کا سا معاملہ فرمایا ہے: سیرت کا مشہور واقعہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کسی بات پر ناراض ہوکر چلے اور مسجد کے فرش پر لیٹ گئے، ادھر حضور ﷺ تلاش کرتے ہوئے پہنچے تو دیکھا کہ پیٹھ برہنہ ہونے کی وجہ سے مٹی اس پر لگ گئی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: " قم یا اباتراب "مٹی پر لیٹنے والے کھڑے ہوجا۔(۲)

اسی طرح داماد کی ہر بات پر ناراضگی واختلاف آپ ﷺ کا شیوہ نہ تھا؛ بلکہ بسا اوقات کسی کمزور اور غیر مناسب بات پر درگذر اور نظر انداز بھی فرمایا کرتے تھے، ایک موقع پر اپنے داماد کے مقام ومرتبہ کو اجاگر کرتے ہوئے آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا: "یہ میرے چہیتے ہیں، ان کے حق کو پہچانو، اور ان کی حیثیت کے موافق ان کا اِکرام کرو"۔(۳)

اسی طرح موقع محل دیکھ کر حالات وتقاضوں کی رعایت کرتے ہوئے آپ ﷺ نے ناراضگی ظاہر فرمائی، جب حضرت فاطمہؓ کے نکاح میں ہوتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شادی کا ارادہ فرمایا تو آپ ﷺ نے برملا اظہارِ ناراضگی فرمایا، ناراضگی مناسبِ حال بھی تھی کہ جس خاندان کی عورت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نکاح فرمانا چاہتے تھے، وہ حضرت فاطمہؓ سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی تھی اور حضرت فاطمہؓ والدہ کے وفات کے حادثہ سے نڈھال تھیں، دوغم خوار بہنیں بھی

---

(۱) تاریخ الخلفاء جلال الدین سیوطی: ۱۹۱

(۲) المعجم الکبیر: سهل بن سعد الساعدی: حدیث: ۶۰۲۱

(۳) ذخائر العقبی: ۶۲/۱

یکے بعد دیگرے گذر گئیں تھیں، ایسے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سوکن کو لے آنا یہ حضرت فاطمہؓ کو تکلیف دینے کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دعاؤں کا مستحق بنا سکتا تھا۔

زوجین کے درمیان زندگی کے نشیب وفراز میں تھوڑی سے نوک جھونک ہو جائے یہ تو عین قرینِ قیاس ہے، اس میں بحیثیتِ فریقِ ثالث کے جو کردار خسر کو ادا کرنا ہوتا ہے وہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

ایک موقع پر جب کہ حضرت سیدہ فاطمہؓ اپنے شوہر کی سختی کی شکایت لے کر ابا حضور کی خدمت میں آئیں تو ان کے پیچھے پیچھے حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی چلے آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طرف اپنی دختر کی بات باطمینان سنی؛ تاکہ ان کی دل شکنی نہ ہو، اور دوسری طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا: بیٹی! تم کو خود سمجھنا چاہئے کہ کسی کا شوہر اپنی بیوی کے پیچھے پیچھے خاموش چلا آتا ہے، اس کا اثر داماد پر یہ پڑا کہ انہوں نے خود حضرت فاطمہؓ سے معذرت کرتے ہوئے فرمایا کہ: ''میں آپ کے مزاج کے خلاف کوئی بات نہیں کہوں گا''۔(۱)

حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ دولت مند تھے، حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ جفاکش اور غریب تھے؛ لیکن دونوں ہی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلقات بہترین اور دونوں کے ساتھ سلوک یکساں اور برابر تھا، مالدار کے حق میں جھکاؤ پن اور غریب سے نظر انداز کا پہلو اس طرح کے دورُخی اور دونظری کا ذرہ برابر شمہ بھی وہاں نہیں پایا جاتا تھا، بلکہ بعض عوامل وخصوصیات کی بناء پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دلجوئی کا زیادہ اہتمام فرمایا کرتے تھے، حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ خواتین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چہیتی حضرت فاطمہ تھیں اور مردوں میں ان کے شوہر حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے

"کان أحبّ النساء الی رسول اللّٰہ فاطمة ومن الرجال علی" (۲)

خسر کی حیثیت چونکہ باپ کی سی ہوتی ہے اور نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر کے منصبِ جلیلہ پر بھی فائز تھے، ان دونوں حیثیتوں کے پیشِ نظر دامادوں کے ساتھ جہاں شفقت ومحبت ودلجوئی کا

---

(۱) طبقات ابن سعد: ۲۶/۸

(۲) ترمذی: باب ما جا فی فضل فاطمة، حدیث: ۳۸۶۸، امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو حسن غریب کہا ہے

اہتمام فرمایا، اپنی دختر کو ان کی خدمت اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید کی وہیں اپنی جانب سے ان کی اصلاح و تربیت کی بھاری ذمہ داری بھی خوب اچھی طرح انجام دی، چنانچہ ایک مرتبہ دونوں دامادوں کو لے کر مدینہ کے باہر گئے، حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ پتھر کی اس چٹان پر چڑھ کر مجھے دن بھر کا حساب بتاؤ، عرب کی شدت کی گرمی میں پتھر کی چٹان پر چڑھ کر وہ تھوڑی ہی دیر میں گھبرا گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نازک مزاجی کی رعایت کرتے ہوئے انہیں نیچے اتار دیا، اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہی حکم دیا، ظاہر ہے کہ غریب آدمی کی زندگی کا حساب ہی کتنا، بس وہ تھوڑی ہی دیر میں حساب سے فارغ ہو کر نیچے اتر آئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی وجہ بتلائی اور فرمایا کہ: ایسا میں نے اس لئے کیا کہ روزِ قیامت کا احساس ہو اور اس روز وہی آدمی آرام سے رہے گا جس کا حساب کتاب کم سے کم ہو، یہ سن کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ رو پڑے۔(۱)

ماں باپ اپنی بیٹی کو ہر حال میں شوہر کی اطاعت کا حکم کریں

ماں باپ کو چاہئے کہ وہ بیٹی کو شوہر کی اطاعت کا حکم کرتے رہیں، بیٹی کی ہر بات کو لاڈ و پیار میں لے کر میاں بیوی کے تعلقات میں بگاڑ کا سبب نہ بنیں۔

چنانچہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ام کلثومؓ کا نکاح جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی سے فرمایا: تمہارے شوہر تمہارے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور تمہارے والد سے بہت مشابہ ہیں۔(۲)

اس سے مقصود بیٹی کو شوہر کی اطاعت پر ابھارنا تھا۔

ایک موقع سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صاحبزادی حضرت رقیہؓ کے پاس تشریف لے گئے، اس وقت وہ اپنے شوہر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سر کو دھو رہی تھیں، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خدمت کو دیکھ کر ارشاد فرمایا: اے بیٹی! اپنے خاوند عثمان کے ساتھ اچھا سلوک رکھا کریں اور

(۱) اخلاقِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم: ۱/۲۷
(۲) تاریخ الخلفاء جلال الدین سیوطی: ۱۹۱

حسنِ معاملہ کے ساتھ زندگی گذاریں، عثمان میرے اصحاب میں میرے ساتھ زیادہ مشابہ ہیں " فانّہ أشبہ أصحابی بی خلقًا " (۱)

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اسماء بنتِ ابوبکرؓ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، اور یہ ان پر سختی برتتے تھے، وہ ان کی شکایت لے کر اپنے والد محترم کے پاس آئیں، توانہوں نے فرمایا: "یا بنیة! اصبری فانّ المرأة اذا کان لھا زوج صالح ثم مات عنھا فلم تزوج بعدہ جمع بینھما فی الجنّة " (۲) اے بیٹی! صبر اختیار کرو، چونکہ جب عورت کا شوہر انتقال کر جاتا ہے، وہ اس کے بعد نکاح نہیں کرتی تو اللہ عزوجل جنت میں دونوں کو یکجا فرماتے ہیں۔

یہاں پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے شوہر کی اطاعت اور ان کی سختی پر صبر کی تلقین اور فضائل وغیرہ کے ذکر کے ذریعہ ان کو بہر صورت شوہر کی اطاعت کی ترغیب دی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم جب کسی عورت کو اس کے شوہر کے پاس روانہ کرتے تو اس کو شوہر کی خدمت اور اس کے حقوق کی نگہداشت کا حکم کرتے "ان أصحاب رسول اللّٰہ اذا زفوا امرأة علی زوجھا یأمرونھا بخدمة الزوج ورعایة حقّھا " (۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ ہم میں سے نہیں جو بیوی کو شوہر کے خلاف اور نوکر کو آقا کے خلاف اُکسائے یا ورغلائے لیس منا من خبب امرأة علٰی زوجھا او عبدا علٰی سیدہٖ (۴)

---

(۱) کنز العمال: الاکمال من فضائل ذی النورین: حدیث: ۳۲۸۲٤

(۲) الطبقا ت الکبریٰ لابن سعد: ۲۵۱/۸، دار صادر بیروت

(۳) فقه السنّة: وصایا الزوج: ۲/ ۲۳۳، دار الکتاب العربی، بیروت

(۴) ابوداؤد: باب فیمن خبب امرأة علٰی زوجھا، حدیث: ۲۱۷۷

طلاق ایک ناپسندیدہ آخری حل

شریعت کی نگاہ میں نکاح ایک پائیدار اور مضبوط رشتہ ہے، اسلام یہ چاہتا ہے کہ جب مرد وعورت نکاح کے پاکیزہ بندھن میں بندھ جائیں تو ان کا یہ رشتہ ابدی اور دائمی طور پر برقرار رہے، معمولی، معمولی باتوں اور ناچاقیوں کی وجہ سے اس میں دراڑیں نہ آجائیں؛ چونکہ نکاح کے اثرات نہ صرف مرد وعورت پر پڑتے ہیں، بلکہ اولاد کی تباہی وبربادی؛ بلکہ بسا اوقات خاندانوں اور قبیلوں میں اس کی وجہ سے فساد اور بگاڑ کی نوبت آجاتی ہے، اس لئے کبھی کبھار فریقین میں سے کسی کو طبعی طور ایک دوسرے کی جانب سے کچھ ناگواری ہوجائے تو نفس کو سمجھا بجھا کر درگذر کردینا چاہئے، نباہنے کیلئے حضور ﷺ نے مردوں کو ایک طرح سے سمجھایا ہے اور نباہنے کا حکم دیا ہے، ایک حدیث میں حضور ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: " لا يفرك مؤمن مؤمنة ان كره منها خلقاً رضی منها اخر" (۱) یعنی کوئی مرد کسی مومن عورت سے بغض نہ رکھے؛ کیونکہ اگر اس کی کوئی خصلت ناگوار ہوگی تو دوسری خصلت پسند آجائے گی اور عورتوں کو یہ بھی تعلیم دی کہ طلاق کا سوال ہرگز نہ اٹھائیں، نباہنے کی کوشش کریں، جہاں کہیں کچھ برتن ہوتے ہیں تو آپس میں کھٹ پٹ ضرور ہوتی ہے، ایسے ہی جب دو آدمی ایک ساتھ رہتے ہیں تو کبھی کبھی کچھ ناگواری کی صورت سامنے آہی جاتی ہے، اگر صبر سے کام نہ لیا جائے اور آپس میں ناگواری کے سہنے کا مزاج نہ بنایا جائے گا تو آپس میں نباہ نہیں ہوسکتا اور آئے دن طلاق کا سوال ہوتا رہے گا۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو عورت بلا وجہ شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے: أيما امراة سالت زوجها اطلاقًا في غير ما باس فحرام عليه رائحة الجنة (۲)

---

(۱) مسلم: باب الوصية بالنساء، حديث: ۱۴۶۹

(۲) ترمذی: المختلعات، حديث: ۱۱۸۶، امام ترمذی نے اس روایت کو حسن کہا ہے، حاکم اور علامہ ذہبی نے "المستدرك: كتاب الطلاق، حديث: ۲۸۰۹، اس کو شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے۔

آپ ﷺ نے نکاح کا حکم دیا اور طلاق سے منع فرمایا؛ اس لئے کہ اللہ تعالی اس طرح مزہ چکھنے اور ایک عورت یا مرد کی لذت اٹھا کر پھر اس سے جدائیگی اختیار کرنے والے مردوں اور عورتوں کو پسند نہیں کرتا "انّ اللّه لا يحبّ الذوّاقين والذوّاقات" (۱)

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ عز وجل کے نزدیک حلال چیزوں میں طلاق سے زیادہ کوئی چیز مبغوض نہیں "ما أحلّ اللّه شيئا أبغض اليه من الطلاق" (۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: شوہروں سے علیحدگی چاہنے والی اور خلع کا مطالبہ کرنے والی عورتیں نفاق والی عورتیں ہیں "المنتزعات والمختلعات هنّ المنافقات" (۳)

مشہور حنفی عالم علامہ سرخسیؒ فرماتے ہیں:

محض ضرورت ہی کی بناء پر طلاق دینا جائز ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: "اللہ کی لعنت ہے ذائقہ چکھنے والے اور بہت زیادہ طلاق دینے والے پر اور اس عورت پر جس نے اپنے شوہر سے ناواجبی خلع کا مطالبہ کیا اس پر خدا اور تمام فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اور اس طرح کے الفاظ اس مرد کے بارے میں بھی مروی ہیں جو اپنی بیوی سے خلع کرے کہ یہ نعمتِ خداوندی کی ناشکری ہے "لعن اللّه كلّ ذوّاق مطلاق وقال: ايّما امراة اختلعت من زوجها من غير نشوز فعليها لعنة اللّه والملئكة والناس أجمعين" (۴)

---

(۱) مجمع الزوائد : باب فيمن يكفر الطلاق ، حديث : ۷۷۶۲، علامہ ہیثمی نے کہا ہے کہ: اس کے ایک راوی کا پتہ نہیں ہے اور باقی سند حسن درجے کی ہے۔

(۲) ابوداؤد: باب كراهية الطلاق ، حديث : ۲۱۷۷، حاکم نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے اور ذہبی نے اس کو مسلم کے شرط کے مطابق کہا ہے۔

(۳) السنن الكبرىٰ للبيهقي: باب ما يكره للمرأة من مسألتها، حديث: ۱۴۶۳۹، حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ: اس کی صحت میں نظر ہے، اس لئے کہ اکثر لوگوں کے یہاں حسن کا ابو ہریرہ سے سماع ثابت نہیں ہے: فتح الباری: ۹/۴۰۳

(۴) المبسوط: كتاب الطلاق: ۵/۳

طلاق سے پہلے کے مراحل

طلاق باوجودیکہ ایک ناپسندیدہ فعل ہے؛ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اگر ازدواجی زندگی میں ناخوش گواری اور تلخی پیدا ہوجائے تو مرد وعورت دونوں ہی کیلئے طلاق ایک ضرورت بن جاتی ہے، یہ دوا کا کڑوا گھونٹ طلاق ازدواجی ناخوشگواریوں کا ابتدائی حل نہیں ؛ بلکہ اصلاحِ حال کا آخری مرحلہ ہے، اگر بیوی واقعی نافرمان ہو اور وہ شوہر کو اس کا جائز حق دینے سے گریزاں ہو تو اوّلاً وعظ وتذکیر اور پند ونصیحت سے کام لیا جائے، اس کے باوجود اصلاحِ حال نہ ہوسکے تو گھر سے نکالے بغیر چند دن کیلئے بستر سے علیحدہ کردے " فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا " (۱) جن عورتوں سے تم کو نافرمانی کا اندیشہ ہو ان کو سمجھاؤ اور بستروں پر ان کو علیحدہ کردو، پھر اگر وہ تمہاری فرمانبردار ہوجائیں تو ان پر سختی کیلئے بہانہ نہ ڈھونڈو۔

پھر اگر یہ بھی طریقۂ کار اس کی اصلاحِ حال نہ کرسکے تو مناسب حدوں میں رہ کر اس کی فطری نزاکتوں اور کمزوری کو دھیان میں رکھتے ہوئے تھوڑی سی مار پیٹ بھی کرسکتے ہیں، اب اگر اصلاحِ حال ہوجائے تو بھی ایک بہتر رفیقِ زندگی کی طرح اس کے ساتھ رہا جائے، اگر یہ طریقۂ کار بھی کارآمد اور نفع بخش ثابت نہ ہو تو اس سے یہ پتہ چلا کہ وہ دونوں بذاتِ خود آپس کے اس فساد وبگاڑ کو دور نہیں کرسکتے، ایسی صورت میں حکم دیا: وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِنْ أَهْلِهَا، إِنْ يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا، إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا (۲) اگر ان دونوں میں اختلاف کا شدید اندیشہ ہو تو مرد وعورت دونوں کی طرف سے ایک پنچ (حکم) بھیجو، اگر یہ دونوں واقعی اصلاح چاہیں گے تو اللہ ضرور ان دونوں کے درمیان موافقت پیدا کردے گا، بے شک اللہ علیم وخبیر ہے۔

یعنی دونوں خاندان کے سمجھدار، دیندار اور ہمدرد اور بہی خواہ حضرات باہم مصالحت کے ذریعہ دونوں کے درمیان نباہ اور جوڑ پیدا کرنے کی کوشش کریں، آپسی ناچاقیوں اور خلش کو

(۱) النساء: ۳۴ (۲) النساء: ۳۵

حتی الامکان پاٹنے کی تگ ودوان کی جانب سے ہو؛ لیکن یہ ثالثی اور مصالحت کا عمل بھی کار گر نہ ہو اور وہ دونوں ایک دوسرے سے یوں ہی نفرت کرتے ہوں تو پھر ایسی صورت میں شریعت نے طلاق کی اجازت دی ہے۔

طلاق کس طرح دی جائے

شریعت نے مرد کو تین درجے تین طلاق کی شکل میں دئے ہیں، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تینوں کو بیک جست عبور کرلیا جائے؛ بلکہ شریعت نے اوّلاً طلاق کو مبغوض قرار دیا ہے، پھر اگر مجبوری کی حالت میں اس کیلئے اقدام کرنا ہی پڑے تو اس حوالے سے سب سے بہتر طریقہ یہ بتلایا ہے کہ پاکی کی حالت میں جس میں بیوی سے مباشرت نہ ہوئی ہو لفظِ ''طلاق'' کے ذریعہ صرف ایک طلاق دی جائے، اس طلاق کے بعد مرد کو یہ حق رہے گا کہ عدت گذرنے سے پہلے پہلے اگر اپنے اس فیصلہ پر ندامت وشرمندگی ہو تو بیوی کو اپنی زوجیت میں لوٹا لے اور اگر اپنے علیحدگی کے فیصلے پر یوں ہی قائم رہے تو اسے یوں ہی چھوڑ دے، عدت گذرنے کے بعد یہ رشتہ خود بخود ختم ہوجائیگا؛ لیکن اب بھی یہ گنجائش رہے گی کہ اگر دونوں میں مصالحت ہوجائے اور وہ دونوں یہ سوچ لیں کہ اس رشتہ کو باقی رکھنا ہے تو از سرِ نو نکاح کرسکتے ہیں۔

لیکن اگر کوئی شخص اس ''طلاق احسن'' پر اکتفا نہ کرے، بلکہ دورانِ عدت مزید ایک اور طلاق صریح اور صاف لفظوں میں دے دے تو اس نے نکاح کو ختم کرنے کے دو درجے طے کر لئے؛ حالانکہ اس کی ضرورت نہ تھی اور ایسا کرنا شرعاً پسندیدہ بھی نہ تھا، مگر طلاق کے ان دو درجوں کے طے کرنے کے بعد بھی بات وہی رہے گی کہ عدت میں اسے بیوی کو اپنی زوجیت میں لوٹا لینے کا اختیار رہے گا اور عدت کے ختم ہونے پر بھی دونوں باہم رضا اور خوشی سے دوبارہ نکاح کرسکتے ہیں، فرق صرف اس قدر ہوگا کہ دو طلاق کو اختیار کرنے میں شوہر نے اپنے اختیارات کی ایک اور کڑی توڑ لی اور اب اس سرحد پر پہنچ گیا ہے کہ اب اگر وہ ایک اور طلاق دے تو معاملہ ہمیشہ کیلئے ختم ہوجائیگا، اسی کو فرمایا: اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمۡسَاكٌ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِيۡحٌ بِاِحۡسٰنٍ (۱)

(۱) البقرۃ: ۳۲۹

طلاق دومرتبہ کی ہے پھر (دومرتبہ طلاق دینے کے بعد دو اختیار ہیں) خواہ یہ کہ رجعت کر کے عورت کو قاعدہ کے مطابق رکھ لے، خواہ (یہ کہ رجعت نہ کرے، عدت پوری ہونے دے اوراس طرح) اچھے طریقے سے اسے چھوڑ دے۔

مطلب یہ ہے کہ عدت کے دوران لوٹا لینے سے نئے نکاح کی ضرورت نہیں؛ بلکہ صرف روک لینا لوٹانے کے عمل کیلئے کافی ہے، اگر ایسا کرلیا تو پہلے نکاح ہی کی بنیاد پر رشتۂ نکاح قائم رہے گا؛ لیکن شوہر کو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ اگر اس کا ارادہ اصلاحِ حال اور صلح وصفائی اور ایک ساتھ زندگی گذارنے کا ہو تو رجعت کیلئے اقدام کرے، ورنہ چھوڑ دے کہ عدت گذر کر زوجیت ختم ہوجائے اور وہ عورت کوئی دوسرا نکاح کرلے۔

اوراگر اس نے اس پر بھی بس نہیں کیا؛ بلکہ تیسری طلاق دے ڈالی تو اب اس نے اپنے سارے اختیارات ختم کرڈالے تو اب اس کی سزا یہ ہوگی کہ وہ اسے دوبارہ نہیں لوٹا سکتا اور نہ بغیر دوسری شادی کے ان کے درمیان نکاح ہوسکتا ہے، اسی کو فرمایا: فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ (۱) پھر اگر دو طلاقوں کے بعد تیسری طلاق بھی دے دے تو پھر وہ عورت اس تیسری طلاق دینے کے بعد حلال نہ ہوگی جب تک کہ اس خاوند کے سوا دوسرے شخص کے ساتھ عدت کے بعد نکاح کرے۔

ایک ہی دفعہ تین طلاقیں دینا سخت گناہ اور معصیت ہے، رسول اللہ ﷺ کو ایک شخص کی بیک وقت تین طلاق دینے کی اطلاع دی گئی تو آپ ﷺ جوشِ غضب میں کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ: اللہ کی کتاب کے ساتھ کھیل کیا جاتا ہے؛ حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں " ثُمّ قال: ايلعب بكتاب الله وانا بين اظهركم " (۲) اتنے میں ایک شخص کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا میں اس کو قتل کردوں؟

---

(۱) البقرة: ۲۳۰

(۲) نسائی: كتاب الطلاق الثلاث المجموعة وما فيه، حديث: ۳۴۰۱، ابن الترکمانی نے اس حدیث کی سند کو صحیح کہا ہے: الجوهر النقي: ۷/۳۳۳، اس حدیث کی اسناد کو حافظ ابن قیمؒ نے صحیح علی شرط مسلم کہا ہے اور "الجوهر النقي" میں علامہ ماوردیؒ نے اس کی سند کو صحیح اور ابن کثیرؒ نے "اسناده جيّد" اور ابن حجرؒ نے "رواته ثقات" کہا ہے۔

بہر حال دو طلاقوں تک قرآنِ حکیم سے ثابت ہے؛ اس لئے باتفاق ائمہ وفقہاء یہ طلاقِ سنت میں داخل ہے، یعنی بدعت نہیں۔

تیسری طلاق کے وجود کی طرف خود اسلوبِ قرآن میں واضح اشارہ پایا جاتا ہے، اسی بناء پر حضرت امام مالکؒ اور بعض ائمہ فقہاء نے تیسری طلاق کو مطلقاً ناجائز اور طلاقِ بدعت قرار دیا ہے، دوسرے ائمہ نے تین طہروں میں تین طلاقوں کو اگر چہ طلاقِ سنت میں داخل کہہ کر بدعت سے نکال دیا ہے، مگر اس کے غیر مستحسن ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں۔

جن احوال میں طلاق دینا ممنوع ہے

پھر شریعت نے ہر حالت میں طلاق دینے کو جائز قرار نہیں دیا؛ بلکہ بعض احوال میں جن میں طلاق دینے میں انسان کے غصے کا دخل ہوسکتا ہے، یا عورت کو تکلیف ہوسکتی ہے، طلاق دینا ممنوع قرار دیا، یہ پابندیاں بھی بتلائی ہیں کہ طلاق کوئی محمود فعل نہیں؛ بلکہ مذموم عمل ہے۔

شریعت نے تو سب سے پہلے یہ کہا کہ طلاق کا استعمال کرنا یہ اللہ کے نزدیک بہت ہی مبغوض ومکروہ عمل ہے، صرف مجبوری کی حالت میں اس کی اجازت دی۔

دوسری پابندی یہ لگائی کہ حالتِ غیض وغضب یا کسی وقتی اور ہنگامی ناگواری میں بھی طلاق کا استعمال نہ ہو؛ اس لئے حالتِ حیض میں طلاق دینے کو ممنوع قرار دیا اور حالتِ طہر میں جس میں عورت سے ہم بستری ہوچکی ہو، اس میں بھی طلاق دینے کو مکروہ کیا؛ چونکہ اس کی وجہ سے عورت کی عدت لمبی ہوجائے گی، اس کو تکلیف ہوگی، فرمایا: " وَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ " (۱) یعنی طلاق دینا ہو تو ایسے وقت میں دو کہ بلا وجہ عورت کی عدت طویل نہ ہوجائے۔

حالتِ حیض میں بھی طلاق ایسے وقت میں دے کہ بلا وجہ عورت کی عدت طویل نہ ہوجائے۔

حالتِ حیض میں بھی طلاق دینے پر حضور ﷺ نے سخت تنبیہ کی؛ اس لئے کہ اس زمانے میں عورتوں کے مزاج میں فطری طور پر تیزی اور چڑچڑاہٹ ہوتی ہے، ایسا ہوسکتا ہے اسی وقتی نزاع کی وجہ سے طلاق دی گئی ہو، یہ مدت گذر جائے اور تعلقات درست ہوجائیں، چنانچہ

---

(۱) الطلاق: ۱

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنی بیوی کو حیض کے زمانے میں طلاق دی، آپ ﷺ کو اطلاع ہوئی تو برہم ہوئے اور لوٹا لینے کو کہا کہ وہ جب حیض سے پاک ہو جائے تو طلاق دے۔

طریقۂ طلاق کے تین درجے

شریعت نے گرچہ طلاق کو آخری حل کے طور پر استعمال کرنے کی اجازت دی ہے؛ لیکن طلاق دینے کے مختلف درجات اور طریقے متعین کئے ہیں جس طریقۂ طلاق میں بآسانی نکاح کو دوبارہ بحال کیا جاسکتا ہو اور عورت پر سے مرد کا اختیار کم سے کم ختم ہوتا ہو اس کو ''احسن'' پھر اس سے کم درجے کو ''حسن'' اور اس کے بعد والے درجے کو ''طلاقِ بائن'' یا بدعی کہا جاتا ہے۔

طلاقِ احسن: یہ ہے کہ ایک ساتھ تین طلاق نہ دی جائے؛ بلکہ صریح لفظوں میں صرف ایک طلاق دی جائے، یہ طلاق حیض کی حالت میں نہ ہو؛ بلکہ ایسی پاکی (طہر) کی حالت میں ہو جس میں ایک دفعہ بھی بیوی سے صحبت نہ کی ہو، اب ایک طلاق دینے کے بعد اگر وہ بیوی کو چھوڑنا چاہتا ہے تو اپنے حال پر چھوڑے، یہاں تک کہ عدت گذر جائے، اس طلاق کو احسن یعنی طلاق کا سب سے بہتر طریقہ اس لئے کہا کہ اس صورت میں عدت گذرنے تک بیوی کو لوٹانے کی گنجائش ہے اور عدت کے بعد بھی بغیر حلالہ (نکاحِ ثانی) کے دوبارہ نکاح کیا جاسکتا ہے نیز اس صورت میں عدت طویل نہیں ہوتی اور عورت کے حاملہ نہ ہونے کا اطمینان ہوجاتا ہے؛ نیز حالتِ حیض میں ایک طلاق بھی ایک ''طلاقِ احسن'' ہی شمار ہوگی۔

طلاقِ حسن: طلاقِ حسن یہ ہے کہ ایسی عورت جس سے صحبت ہوچکی ہو، اگر حائضہ ہو تو تین طہر میں اور حائضہ نہ ہو یا اب عمر کی زیادتی کی وجہ سے حیض آنا بند ہوگیا ہو تو تین ماہ میں ایک ایک حیض اور ایک ایک طہر کے وقفہ سے طلاق دی جائے، اس میں بھی طہر کا صحبت سے خالی ہونا ضروری ہے، البتہ نابالغہ، عمر رسیدہ اور حاملہ کو صحبت کے بعد بھی تین طلاق دے سکتے ہیں، یہ بیک وقت تین طلاق دینے سے بہتر ہے؛ کیونکہ اس میں شوہر کو پہلی اور دوسری طلاق کے بعد مزید غور وفکر کا موقعہ مل جاتا ہے اور رجعت کی گنجائش رہتی ہے، یہ طلاق اپنی اصل کے

اعتبار سے خلافِ سنت اور بدعت ہی ہے؛ لیکن بیک وقت تین طلاق دینے کے مقابلے میں یہ صورت نسبتاً بہتر ہے؛ اس لئے اس کو طلاقِ حسن سے تعبیر کیا۔

طلاقِ بدعی: طلاقِ بدعی یہ ہے کہ ایک ہی دفعہ یا ایک ہی پاکی میں دو یا تین طلاقیں دی جائیں یا حالتِ حیض میں یا ایسی پاکی میں طلاق دے جس میں صحبت کر چکا ہے، طلاق کی یہ تینوں صورتیں سخت گناہ ہیں، ان کا ارتکاب جائز نہیں اور ان سے بچنا واجب ہے؛ لیکن اس طرح اگر طلاق دے دی جائے تو طلاق واقع ہو جائے گی۔(۱)

مذاق اور دھمکی کی طلاق واقع ہو جاتی ہے

بعض لوگوں کا معمول یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی بیوی کو مزاحاً لفظ صریح کے ذریعے طلاق دے بیٹھتے ہیں، یا بطور دھمکی اور ڈرانے کیلئے کہہ دیتے ہیں کہ میں نے تجھ کو طلاق دے دیا، تو جان لینا چاہئے کہ مذاق اور دھمکی کی طلاق بھی واقع ہو جاتی ہے؛ اس لئے اس سے بہت احتیاط کی ضرورت ہے کہ اپنی بیوی کو طلاق دے کر جب پچھتاوا ہو تو یہ کہنے لگیں کہ میں نے طلاق کی نیت سے طلاق نہیں دی، یا میں بہت غصہ میں تھا یا عورت حمل سے تھی یا اس کی ناپاکی کا زمانہ تھا اور یہ باتیں اس لئے کریں کہ ان کے نزدیک غصہ میں یا حالت حمل وحیض میں طلاق نہیں ہوتی؛ حالانکہ طلاق کا تعلق زبان سے ہوتا ہے، جب زبان سے نکلے گی تو واقع ہو جائیگی، شوہر غصہ میں ہو یا رضامندی میں اور عورت حمل سے ہو یا ناپاکی کے ایام میں ہو، بہر صورت طلاق دینے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے، بلکہ طلاق تو وہ چیز ہے جو شوہر کی زبان سے مذاق سے نکل جائے تو بھی اثر کرتی ہے، حضور ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:" ثلاث جدّھنّ جدّ وھزلھنّ جدّ" تین چیزیں ایسی ہیں جن میں اصلی نیت اور مذاق دونوں برابر ہیں یعنی بلا نیت زبان سے نکالنے سے بھی اثر کرتی ہیں:

۱۔ نکاح ۲۔ طلاق ۳۔ رجوع کر لینا (طلاق رجعی کے بعد)۔(۲)

---

(۱) رد المحتار: ۲/۴۱۸

(۲) ترمذی: باب الجد والهزل فی الطلاق، حدیث: ۱۱۸۴، امام ترمذی نے اس روایت کو حسن اور غریب کہا ہے۔

اور حضور ﷺ کا یہ بھی ارشاد گرامی ہے:"من طلّق لاعبًا أو نکح لاعباً فقد جاز"(۱) جو شخص مذاق میں طلاق دے یا مذاق میں نکاح کرے تو یہ درست ہو جائیں گے۔

اس بارے میں یہ ارشادِ ربانی بھی ہے" وَلَا تَتَّخِذُوْا اٰیَاتِ اللّٰہِ ھُزُوًا " (۲) اللہ کی آیتوں کو مذاق نہ بناؤ۔

بلکہ سبقتِ لسانی کی وجہ سے کچھ کہنے کے بجائے طلاق کہہ دیا تو بھی طلاق واقع ہو جائیگی " کلّ طلاق جائز "(۳) ہر طلاق جائز اور واقع ہو جاتی ہے۔

تین طلاق کے بعد حلالہ کے بغیر نکاح نہیں ہوسکتا

شریعت نے کس قدر آسانی رکھی ہے کہ اوّل تو طلاق دینے ہی سے منع فرمایا، پھر اگر کوئی طلاق دینا ضروری سمجھے تو اسے بتایا کہ ایک طلاق عورت کی پاکی کے زمانے میں دیدے کہ اس میں غصہ ٹھنڈا ہونے اور سوچ وبچار کرنے کا خوب اچھی طرح موقع مل جاتا ہے، کسی نے صاف لفظوں میں ایک ساتھ دو طلاقیں دے دیں تو بھی وہ رجعی ہوں گی اور اگر غیر حاملہ عورت کو پاکی کے زمانہ میں ایک طلاق صاف لفظوں میں دیدے اور رجوع نہ کرے اور اس کے بعد جو پاکی کا زمانہ آئے اس میں ایک اور طلاق دے دے تو دوسری طلاق بھی رجعی ہوگی اور اس کا حکم بھی وہی ہوگا جو پہلی طلاق کا تھا، پھر اگر تیسری پاکی کے زمانہ میں ایک اور طلاق دیدے تو طلاقِ مغلّظہ ہوگی یا بیک وقت تین طلاقیں دیدے تو بھی واقع ہو جائیں گی، تین طلاقوں کے بعد آپس میں بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح بھی نہیں ہوسکتا، مطلب یہ ہے کہ جب تین طلاق ملنے والی عورت نے عدت گذار کر دوسرے مرد سے نکاح کرلے اور اس شوہر سے

(۱) مصنف عبدالرزاق، باب ما یجوز من اللعب فی الطلاق، حدیث: ۱۰۲٤٤، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس میں معضل ہے اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں: مجمع الزوائد: فیمن نکح او اعتق او طلق لاعبا، حدیث: ۷۵۳۰)

(۲) البقرة: ۲۳۱

(۳) ترمذی: طلاق المعتوہ، حدیث: ۱۱۹۱ ، امام ترمذی فرماتے ہیں کہ: اس روایت کو مرفوعا صرف عطاء بن عجلان نے نقل کیا ہے اور عطا بن عجلان ضعیف ہیں۔

میاں بیوی والا کام بھی ہو جائے، پھر وہ اس کو اپنی مرضی سے طلاق دے دے یا مر جائے تو عدت گذار کر پہلے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے، ارشادِ خداوندی ہے: " فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ "(۱) یعنی اگر شوہر نے تیسری طلاق دے دی تو اس کیلئے حلال نہ ہو گی جب تک کہ اس کے علاوہ دوسرے شوہر سے نکاح کر لے۔

اگر دوسرے شوہر سے صرف نکاح ہو جائے اور نکاح کر کے طلاق دیدے یا مر جائے تو پہلے شوہر کیلئے حلال نہ ہو گی، اس کے حلال ہونے کیلئے یہ شرط ہے کہ دوسرا شوہر اس عورت سے میاں بیوی والا تعلق بھی قائم کر لے، اس کے بعد طلاق دے دے یا وفات پا جائے اور عدت گذر جائے تو پہلے شوہر کیلئے اس سے نکاح کرنا جائز ہو گا، اس شرط کو حضرت عائشہؓ کی اس روایت میں ذکر کیا گیا ہے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رفاعہ قرظی رضی اللہ عنہ کی (سابقہ) بیوی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور عرض کیا میں (پہلے) رفاعہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھی (یعنی ان کے نکاح میں تھی) انہوں نے مجھے پکی طلاق دے دی (یعنی تین طلاقیں دے کر جدا کر دیا، ان کی عدت گذارنے کے بعد) میں نے عبدالرحمٰن بن زبیر رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا (میں نے ان کو ازدواجی حقوق ادا کرنے کے قابل نہ پایا) ان کے پاس ایسی چیز ہے جیسے کپڑے کا پلو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ خاتون کی بات سن کر سوال فرمایا: کیا تم یہ چاہتی ہو کہ (اس سے طلاق لے کر عدت گذرنے کے بعد) رفاعہ رضی اللہ عنہ سے دوبارہ نکاح کر لو؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں، یہی میں چاہتی ہوں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں! (ایسا نہیں ہو سکتا) رفاعہ کے نکاح میں دوبارہ آنے کا کوئی راستہ نہیں) جب تک کہ تم اس دوسرے شوہر سے تھوڑی لذت حاصل نہ کر لو اور وہ تم سے تھوڑی لذت حاصل نہ کر لے " قال: لا حتّى تذوقي عسيلته ويذوق عسيلتك" (۲)

حلالہ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کسی سے یہ معاہدہ کیا جائے کہ تم اس عورت سے نکاح کر لو اور حلالہ کی شرط پوری کر کے چھوڑ دینا کہ شوہر اول سے نکاح ہو سکے، ایسا معاملہ اور معاہدہ شرعاً

---

(۱) البقرة: ۲۳۰

(۲) بخاری: باب شهادة المختبى، حديث: ۲۴۹۶

ممنوع ہے، گرچہ اس طرح کی شرط لگا کر کسی سے نکاح کرادیا اور حلالہ کی شرطیں پوری ہوگئیں تو شوہرِ اوّل کیلئے حلال ہوجائیگی؛ لیکن اس طرح کرنا نہایت مبغوض اور عنداللہ ناپسندیدہ چیز ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "لعن رسول اللّٰہ المُحلّل والمحلّل له" (۱) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے جو حلالہ کرے اور جس کیلئے حلالہ کیا جائے۔

خلع کا طریقہ

اسلامی تعلیمات کا اصل رخ یہ ہے کہ نکاح کا معاملہ اور معاہدہ عمر بھر کیلئے ہو، اس کے توڑنے اور ختم کرنے کی نوبت بالکل ہی نہ آئے؛ لیکن بعض ایسی صورتیں پیش آتی ہیں کہ اصلاحِ حال کی تمام کوششیں ناکام ہوجاتی ہیں اور نکاح سے مطلوبہ ثمرات حاصل ہونے کے بجائے فریقین کا آپس میں مل کر رہنا عذاب بن جاتا ہے، اس لئے شریعت نے بعض دوسرے مذاہب کی طرح یہ بھی نہیں کہا کہ رشتۂ ازدواج بالکل ناقابلِ فسخ ہی رہے؛ بلکہ طلاق اور فسخ کا قانون بنایا، طلاق کا اختیار تو صرف مرد کو دیا جس میں عادۃً فکر وتدبر کا مادہ عورت سے زائد ہوتا ہے، عورت کے ہاتھ میں اللہ نے طلاق کا اختیار نہیں دیا کہ وہ وقتی تاثرات سے مغلوب ہوکر طلاق نہ دے ڈالے؛ لیکن عورت کو بالکل اس حق سے محروم نہیں رکھا کہ وہ شوہر کے ظلم کو سہتی رہے؛ بلکہ اس کو یہ حق دیا کہ اگر وہ شوہر کو کسی وجہ سے ناپسند کرتی ہو کہ اس کے ساتھ کسی قیمت پر نباہ ممکن ہی نہ رہا ہو تو اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ وہ شوہر کو سمجھا بجھا کر طلاق دینے کیلئے آمادہ کرے، ایسی صورت میں شوہر کو بھی چاہئے کہ جب نکاح کے رشتہ کو خوشگواری کے ساتھ نبھتا نہ دیکھے اور یہ محسوس کرلے کہ اب یہ رشتہ دونوں کیلئے ناقابلِ برداشت بوجھ کے سوا کچھ نہیں رہا تو وہ شرافت کے ساتھ اپنی بیوی کو ایک طلاق دے کر چھوڑ دے؛ تاکہ عدت گذرنے کے بعد یہ جہاں چاہے نکاح کرسکے۔

---

(۱) ابوداؤد: باب فی التحلیل، حدیث: ۲۰۷۶، حاکم اور ذہبی نے اس کو صحیح کہا ہے: المستدرك: كتاب الطلاق، حديث: ۲۸۰۴

لیکن اگر شوہر اس پر راضی نہ ہو تو عورت کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ شوہر کو کچھ مالی معاوضہ دے کر اس سے طلاق حاصل کر لے، عموماً اس غرض کیلئے عورت مہر معاف کر دیتی ہے اور شوہر اسے قبول کر کے عورت کو آزاد کر دیتا ہے، اس کیلئے اسلامی شریعت میں جو خاص طریقہ کار مقرر ہے اسے فقہ کی اصطلاح میں ''خلع'' کہا جاتا ہے؛ لیکن اگر زیادتی شوہر کی طرف سے ہو تو فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ شوہر کیلئے معاوضہ لینا جائز نہیں، خلع کے اس طریقہ کے بارے میں اس حدیث سے روشنی پڑتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی (جمیلہ یا حبیبہ) حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ جو میرے شوہر ہیں مجھے ان کی عادت وخصلت اور دین داری کے بارے میں کوئی ناراضگی نہیں ہے (کیونکہ وہ دیندار بھی ہیں اور اخلاق بھی اچھے ہیں، اس سب کے باوجود میری طبیعت کا ان سے جوڑ نہیں، اور ان کے ساتھ رہنے کو جی نہیں چاہتا، اس صورت میں اگر میں ان کے ساتھ رہوں تو ان کے حقوق ضائع ہونے کا اندیشہ ہے، ایک اچھے آدمی کے ساتھ رہوں اور وہ اخراجات برداشت کرے اور اس کے حقوق کی ادائیگی نہ ہو یہ بات ناشکری کی ہے) لیکن میں مسلمان ہوتے ہوئے ناشکری کو ناپسند کرتی ہوں (لہٰذا میری اور ان کی جدائی ہو جائے تو بہتر ہے) یہ سن کر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا (طلاق کے بدلہ) تو اس کا باغیچہ واپس کر دوگی (جو اس نے مہر میں دیا ہے) اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ: ہاں، میں واپس کر دوں گی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم باغیچہ قبول کر لو اور (اس کے عوض) اس کو ایک طلاق دے دو ''اقبل الحدیقة وطلّقها تطلیقة ''(۱)

دورِ حاضر کے حکام کا خلع اور فسخ نکاح کے بارے میں غیر شرعی طریقۂ کار

آج کل کے حکام نے جو یہ طریقۂ کار اختیار کر رکھا ہے کہ جہاں عورت نے استغاثہ کیا نکاح فسخ کرنے کا فیصلہ دے دیا اور اس کا نام خلع رکھ دیا یہ سراسر غیر شرعی طریقہ ہے، بعض مرتبہ

(۱) بخاری: باب الخلع وکیفیة الطلاق، حدیث: ۴۹۷۱

شوہر تک پیغام پہنچتا بھی نہیں یا وہ حاضرِ عدالت ہوتا ہے اور بیوی کو بیوی کی طرح ادائیگیٔ حقوق کے ساتھ رکھنا چاہتا ہے، پھر بھی بعض حکام نکاح فسخ کر دیتے ہیں اور عورت کی ناپسندیدگی ہی کو حقِ خلع استعمال کرنے کی دلیل بنا کر جدائیگی کا فیصلہ کر دیتے ہیں، یہ طریقۂ کار یورپ کے قوانین سے تو جوڑ کھاتا ہے مگر شریعت کے بالکل خلاف ہے، یہ نہ تو شرعی خلع ہے (کیونکہ فیصلہ مرد کی مرضی کے بغیر کر دیا جاتا ہے) اور نہ اس طرح فسخ کر دینے سے نکاح فسخ ہوتا ہے اور ایسے فیصلہ کے بعد دوسرے مرد سے نکاح کرنا درست نہیں ہوتا۔

بعض حالات میں حاکمِ مسلم کو نکاح فسخ کر دینے کا حق ہے مگر مخصوص اسباب اور مخصوص طریقۂ کار کے بغیر فسخ کر دینے سے نکاح فسخ نہیں ہوسکتا، جن اسباب کی وجہ سے نکاح فسخ کرنے کا اختیار ہے وہ یہ ہیں:

۱- شوہر کا پاگل ہونا۔

۲- متعنت ہونا (جو نان ونفقہ نہ دے)۔

۳- نامرد ہونا۔

۴- مفقود الخبر ہونا (گمشدہ) ہونا جس کی موت وحیات کا پتہ نہ ہو۔

۵- غائب غیر مفقود ہونا جس کی زندگی کا علم تو ہو مگر پتہ نہیں کہ کہاں ہے، ان اسباب کی بنیاد پر مخصوص شرائط اور حدود وقیود کے ساتھ مسلم حاکم نکاح فسخ کر سکتا ہے۔

طلاق کے نتائج واثرات

طلاق دینے میں اور میاں بیوی درمیان تعلقات کو ختم کرنے کیلئے کچھ دیر نہیں لگتی، زبان سے صرف لفظ طلاق کے تین بول ان تعلقات اور میاں بیوی کے رشتۂ ازدواج کو ختم کرنے کیلئے کافی ہیں، لیکن اس طلاق کے نتیجہ میں برے اثرات اور نتائج مرتب ہوتے ہیں، طلاق کیلئے اقدام کرنے سے پہلے ان کو بھی ملحوظ رکھا جائے، پھر طلاق کیلئے اقدام کی جرأت بے جا نہ ہوسکے گی۔

طلاق کے بعد اس کے نتیجہ میں جو اثرات مرتب ہوتے ہیں، مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ عورت پر عدت واجب ہوتی ہے

عدت یہ عد سے ماخوذ ہے جس کے معنی شمار کرنے کے ہوتے ہیں:

عدت کی شرعی تعریف یہ ہے کہ نکاح یا......نکاح کے زائل ہونے پر ایک مدت معینہ تک انتظار کرنا مطلقہ عورت کی عدت جس کو ماہواری آ رہی ہو، یہ دیکھا جائیگا کہ یہ شوہر کے یہاں گئی ہے یا نہیں گئی، اگر شوہر کے یہاں نہیں گئی یعنی میاں بیوی میں یکجائی نہیں اور صرف نکاح کے بعد طلاق ہوگئی تو عورت پر کوئی عدت لازم نہیں۔(۱)

اور اگر نکاح کے بعد یکجائی ہوئی ہے تو دیکھا جائے کہ عورت کو حمل ہے یا نہیں، اگر عورت کو حمل ہو تو اس کی عدت وضعِ حمل ہے (خواہ اس میں سال لگ جائے یا مہینہ یا ایک دن میں وضعِ حمل ہو) اور اگر اُسے حمل نہ ہو تو اس کی مدت یہ ہے کہ تین ماہواری گذر جائے۔ (۲)

اگر عورت کو طلاق ایسی حالت میں ہوتی کہ اُسے حیض ہی نہیں آیا یا زیادہ عمر کی وجہ سے حیض آنا بند ہوگیا تو اس کی مدت تین ماہ ہے۔(۳)

۳۔ شوہر پر عدت کا نفقہ دینا ہوگا

جس عورت کو طلاق دی گئی ہو اس کے عدت کے زمانہ کا نان ونفقہ اور رہنے کا گھر طلاق دینے والے شوہر ہی کے ذمہ ہے، بشرطیکہ عورت شوہر کے دیئے ہوئے اس گھر میں عدت گذارے جس میں طلاق سے پہلے رہتی تھی، شریعت نے عورت کو عدت گذارنے کو کہا ہے، لیکن اس دوران اس کے نان ونفقہ اور اس کے رہنے سہنے کا نظم شوہر کو کرنا ہے، چونکہ طلاق کی وجہ شوہر بنا ہے اور شوہر کے طلاق دینے کی وجہ سے اس کو عدت گذارنی پڑ رہی ہے، وہ اس دوران کسی دوسرے سے نکاح بھی نہیں کر سکتی، اس لئے طلاق دینے والا شخص بقدرِ استطاعت اس دوران اس کے کھانے پینے، کپڑوں اور رہنے کا نظم کرے۔

(۱) سورۃ الاحزاب : (۲) البقرۃ : ۲۲۸ (۳) الطلاق : ٤

۴۔ دودھ پلانے کی اُجرت

اگر طلاق کے بعد عورت بچے کو دودھ پلائے تو اُسے مدتِ رضاعت میں دودھ پلانے کی اُجرت شوہر کو دینی ہوگی، اور دودھ پلانے کیلئے اس پر زور زبردستی نہیں کی جاسکتی، ہاں اگر بچہ اس کے علاوہ کسی کے دودھ کو قبول نہ کرے یا کوئی دوسری عورت دودھ پلانے والی نہ ہو اور بچے کی ملک میں بھی کچھ نہ ہو، باپ بھی تنگ دست ہو تو یہی عورت دودھ پلائے گی، اور اُسے اجرتِ مثل دیں گے اور اگر یہ اُجرتِ مثل سے زائد کا مطالبہ کرے گی تو اس کا حق رضاعت ساقط ہو جائیگا، اس کی تفصیل دیکھئے: (۱)

۵۔ مطلقہ بیوی کا حقِ پرورش

مطلقہ عورت بچے کی پرورش کرے گی، بچی کی شادی ہونے اور بچے کے بالغ ہونے تک اور مطلقہ عورت کو شوہر کی جانب سے سات سال تک حضانت اور پرورش کی اُجرت بھی دینی ہوگی، چونکہ اس عمر کو پہنچنے کے بعد یہ خود کفیل ہو جاتے ہیں، البتہ شوہر کو اب بھی بچے اور بچی کے کھانے پینے اور عورت کے ان کو لے کر رہنے کیلئے گھر کا نظم کرنا ہے، بیوی جہاں چاہے بچوں کو لے کر نہیں جاسکتی، لیکن یہ اولاد مرد کی ہوگی عورت کی نہیں۔(۲)

۶۔ شوہر کو متعہ دینا ہوگا

غیر مدخولہ عورت یعنی جس سے صحبت نہ کی گئی ہو، اس کو متعہ دینا واجب ہے اور مدخول بہا کو متعہ دینا مستحب ہے، متعہ کی کوئی حد متعین نہیں، میاں بیوی کے احوال کے اعتبار سے اور گنجائش کے اعتبار سے دینا ہوگا۔

بہر حال ان احکام کے ذکر کرنے کا مقصود یہ ہے کہ طلاق کوئی اتنا آسان عمل نہیں ہے کہ

(۱) الطلاق واثارہ المعنویہ والمالیہ فی الفقہ الاسلامی: وفا معتوق حمزہ فراش، مطبوعۃ وزارۃ التعلیم العالی، جامعۃ ام القریٰ۔

(۲) الطلاق واثارہ المعنویہ والمالیہ فی الفقہ الاسلامی: ۵۱۵

فوراً اس کیلئے اقدام کیا جائے، اس کے ثمرات اور نتائج سے بے فکر اور اس کی وجہ سے بعد میں عائد ہونے والی ذمہ داریوں سے چشم پوشی کر لی جائے، ہرگز طلاق کے بعد یہ تمام مراحل کو عورت پر عدت گذارنی ہوگی، شوہر کو دورانِ عدت اس کے نان ونفقہ اور کپڑے کا نظم کرنا ہوگا اور اولاد کا حق ماں کو ہوگا، ان کے نان ونفقہ کا ذمہ دار باپ ہوگا اور باپ کو اگر بچہ چھوٹا ہے تو اُسے دودھ پلانے کی اُجرت دینی ہوگی اور متعہ وغیرہ دے کر عورت کو رخصت کرنا ہوگا، موجودہ زمانہ کورٹ کچہری کے اخراجات اور دونوں خاندانوں میں نفسیاتی تناؤ اور ذہنی اذیت مزید برآں وقت کی بربادی اور دوسرے نکاح کی دشواری کو دیکھتے ہوئے اس سے بہتر یہ ہے کہ بالکل ناگزیر احوال میں ہی طلاق کیلئے اقدام کیا جائے، اس سے قبل بہت زیادہ سوچ بچار کریں تب اس کیلئے اقدام کریں، بیوی کا کیا حق ہوگا؟ بچوں کا پرسان حال کون ہوگا، پھر خود اس کی زندگی اور دوسرے نکاح کیلئے اخراجات وغیرہ یہ سارے مسائل سوچ کر طلاق کیلئے کوئی اقدام کرے۔

مصادر و مراجع

قرآنیات

القرآن الکریم	
تفسیر ابن کثیر	دار الفکر بیروت
درِ منثور للسیوطی	مرکز هجرة للبحوث والدراسات العربیة
احکام القرآن للجصاص	دار الکتب العلمیة، بیروت
روحِ المعانی للآلوسی	دار احیاء التراث العربی، بیروت
المحرر الجویز لابی محمد الاندلسی	دار الکتب العلمیة لبنان
بیان القرآن	مولانا اشرف علی تھانوی

کتبِ حدیث وشروحِ حدیث

بخاری محمد بن اسماعیل البخاری	دار ابن کثیر بیروت
مسلم: لمسلم بن الحجاج القشیری	دار احیاء التراث العربی
ترمذی محمد بن عیسی الترمذی	دار احیاء التراث العربی
ابو داؤد: لسلیمان بن اشعث	دار الفکر بیروت
نسائی لاحمد بن شعیب	مکتبة المطبوعات الاسلامیة
ابن ماجة احمد بن یزید القزوینی	دارالفکر بیروت
مؤطا مالک للامام مالک بن انس	مؤسسة زائد بن سلطان
مسند احمد للامام احمد بن حنبل	مؤسسة قرطبة القاهرة
مسند ابویعلی احمد بن علی	دارالمأمون للتراث، دمشق
مسند الشافعی محمد بن ادریس الشافعی	دارالکتب العلمیة بیروت
مسند البزار احمد بن عمر البزار	دار الکتب العلمیة بیروت
دار قطنی لعلی بن عمر	دار المعرفة بیروت
مصنف ابن أبی شیبه، ابوبکر ابن شیبة	دارالفکر بیروت

المعجم الکبیر — ابو القاسم سلیمان بن احمد — مکتبہ العلوم والحکم والموصل
المعجم الاوسط — ابو القاسم سلیمان بن احمد — دار الحرمین القاهرة
السنن الکبری، احمد بن حسین البیهقی — دائرة المعارف حیدر آباد
شعب الایمان،احمد بن حسین البیهقی — دارالکتب العلمیة بیروت
المستدرک، ابو عبد اللّٰہ حاکم نیشافوری — دارالکتب العلمیة بیروت
الترغیب والترهیب، عبد العظیم المنذری — دارالکتب العلمیة بیروت
کنز العمّال، علی بن حسام الدین المتقی — مؤسسة الرسالة بیروت
الطبقات الکبریٰ ، محمد بن سعد بن منیع — دار صلاء بیروت
مجمع الزوائد للهیثمی — دار الفکر بیروت
الأدب المفرد،محمد بن اسماعیل بخاری — دارالبشائر الاسلامیة بیروت
الزهد لامام احمد بن حنبل — دار الریان للتراث القاهرة
الکبائر محمد بن عثمان الذهبی — دار الندوة الجدیدة بیروت
البرّ والصلة ، لابن الجوزی — دارالوطن الریاض
فتح الباری، احمد بن حجر عسقلانی — دار الفکر بیروت
شرح مشکل الآثار ، ابو جعفر الطحاوی — مؤسسة الرسالة بیروت
مرقاة المفاتیح ، علی بن سلطان القاری — دارالفکر بیروت
حجة اللّٰہ البالغة — دارالجیل، بیروت
شاہ ولی اللّٰہ محدث الدهلوی
شرح السنة ، حسین بن مسعود بغوی — المکتب الاسلامی دمشق
بذل المجهود ، خلیل احمد سهارنفوری

کتبِ تخریج حدیث

مصباح الزجاجة ، شهاب الدین البوصیری — دارالجنان بیروت
المقاصد الحسنة، عبد الرحمن السخاوی — دارالکتاب العربی
لسان المیزان، احمد علی بن حجر عسقلانی — مؤسسة العلمی للمطبوعات بیروت
احمد بن علی بن حجر عسقلانی

التلخیص الحبیر، علی بن حجر عسقلانی — دارالکتب العلمیة بیروت
البدر المنیر ابن الملقن سراج الدین — دار الهجرة للنشر والتوزیع الریاض
الفتح الربانی للساعاتی
الفتاوی الحدیثیة، احمد بن شهاب الدین الهیثمی — دار الفکر بیروت
اتحاف المهرة الخیرة — دار الوطن للنشر الریاض
احمد بن أبی بکر اسماعیل البوصیری
کشف الخفاء، اسماعیل بن محمد الجراحی — دار احیاء التراث العلمی
المغنی عن حمل الأسفار، ابوالفضل العراقی — مکتبه طبریه ریاض
التسیر بشرح جامع الصغیر — مکتبة الامام الشافعی الریاض
زین الدین عبد الرؤف المناوی
تنزیه الشریعة المرفوعة،نور الدین ابن عراق — دار الکتب العلمیة بیروت
اعلاء السنن، مولانا ظفر احمد عثمانی — مکتبه زکریا دیوبند

کتبِ فقہ

رد المحتار — مکتبة زکریا دیوبند
ابن عابدین محمد بن امین الدمشقی — دار الکتب العلمیة بیروت
الفتاوی الهندیة، نظام الدین واصحابه — مکتبة دار الفکر بیروت
البحر الرائق ، زین الدین ابن نجیم المصری — دارالمعرفة بیروت
بدائع الصنائع، علاء الدین الکاسانی — دارالکتب العربی بیروت
المغنی، عبد اللّٰہ بن احمد بن قدامة المقدسی — دار الفکر بیروت
الهدایة، ابوالحسن علی بن بکر مرغینانی — المکتبة الاسلامیة
الطلاق واثاره المعنویة والمالیة فی الفقه — دار القاهرة
الحال والحلال، محمد یوسف القرضاوی — مصر

سیرت، تاریخ اور رِجال

وفيات الأعيان — دار صادر بيروت
احمد بن محمد بن ابوبكر بن خلكان
حياة الصحابة ، مولانا يوسف الكاندهلوى — المطبع الملية على
حلية الاولياء ، ابو نعيم احمد بن عبد اللّٰه — دارالكتب العربى
الاستيعاب ، يوسف بن عبداللّٰه بن عبد البر — دارالكتب العلمية
الاصابة ، احمد بن حجر العسقلانى — دارالكتب العلمية
تاريخ دمشق ، على بن الحسن بن العساكر — دارالفكر بيروت
سير أعلام النبلاء ، محمد بن احمد الذهبى — دارالحديث القاهرة
البداية والنهاية ، اسماعيل بن عمر بن كثير — مكتبة المعارف بيروت
الشمائل المحمدية، محمد بن عيسىٰ الترمذى — دار احياء التراث العربى
اخبار مكة ، محمد بن عبد الازرق — دار الأندلس بيروت
موسوعة الصحابيات ، محمد سعيد مبيض — سوريا
تاريخ بغداد، احمد بن على ابوبكر الخطيب البغدادى — دارالكتب العلمية بيروت
الروض الانف،المعارف لابن قتيبة

کتبِ اخلاقیات

مدارج السالكين، محمد بن ابوبكر ابن قيم — دار ابن حزم بيروت
زاد المعاد ، محمد بن ابوبكر ابن قيم — مؤسسة لرسالة بيروت
احياء علوم الدين — دارالمعرفة بيروت
ابو حامد محمد بن احمد الغزالى
ادب الدين والدنيا ، ابو الحسن الماوردى — دار مكتبة الحياة
مدارة الناس لابن ابى الدنيا عبد اللّٰه بن محمد — دار ابن حزم بيروت
شذرات الذهب — دارالكتب العلمية بيروت
عبد الحئ بن احمدا لعسكرى
عشرة النساء ، احمد بن شعيب النسائى — مؤسسة
سبل الهدى والرشاد — لجنة احياء التراث الاسلامى
مكارم الاخلاق، سليمان بن احمد لطبرانى — دارالكتب العلمية بيروت
نحن من هؤلاء

اُردو کتابیں

معارف القرآن	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ
معارف الحدیث	حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانیؒ
امداد الفتاویٰ	حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ
فتاویٰ رحیمیہ	مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ
احسن الفتاویٰ	مفتی عبدالرشید صاحبؒ
فتاویٰ عثمانی	حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ
قاموس الفقہ	حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی
حلال وحرام	حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی
تحفہ خواتین	حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب بلندشہریؒ
اسلام کا نظامِ عفت وعصمت	حضرت مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب مفتاحیؒ
سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم	مولانا شبلی نعمانیؒ ،مولانا سید سلیمان ندویؒ
سیرتِ عائشہ	حضرت مولانا شبلی نعمانیؒ
سیر الصحابیات	شاہ معین الدین ندویؒ
سیر الصحابہ	شاہ معین الدین ندویؒ
شرح ادب المفرد	ڈاکٹر عبداللہ عباس ندویؒ
انوارِ نبوت	حضرت مولانا شبیر صاحب مدظلہ
خطباتِ ذوالفقار	حضرت مولانا پیر ذوالفقار صاحب نقشبندی مدظلہ
ازدواجی زندگی کے سنہرے اُصول	حضرت مولانا پیر ذوالفقار صاحب نقشبندی مدظلہ
بکھرے موتی	مولانا محمد یونس صاحب پالنپوری مدظلہ
سنہری کرنیں	عبدالمالک مجاہد
بہو اور دَاماد	اُمِّ عبدِ منیب
دیور اور بہنوئی	اُمِّ عبدِ منیب
اُسوۂ نبوی اور خاندانی تعلقات	محمد موسیٰ خان ندوی